ٹھکر خاندان

"درخت وجود" کی ایک سر سبز شاخ

مصنف

خواجہ عبدالعظیم احمد

ٹھکر خاندان:

"درخت وجود" کی ایک سرسبز شاخ

وارثانِ عظمت کی حیرت انگیز، ان کہی داستان

خواجہ عبدالعظیم احمد،

بیڈفورڈ۔ یوکے

فہرست مضامین

صفحہ	عنوان	نمبر شمار
1	فصل اوّل: میاں کرم دین ٹھکر بارہ مولا (کشمیر) سے سے ہجرت کی دو وجوہات	1
8	سہڑہ سے کوٹلی کی طرف ہجرت اور اس کی وجہ	2
12	گہوارہ احمدیت میں ٹھکر خاندان کی پہلی نسل	3
86	فصل دوّم:	4
87	گہواراہ احمدیت میں ٹھکر خاندان کی دوسری نسل	5
117	فصل سوّم: جماعت احمدیہ میں ٹھکر خاندان کی تیسری نسل	6
211	فصل چہارم: جماعت احمدیہ میں ٹھکر خاندان کی چوتھی نسل	7
215	فصل پنجم: اہم شخصیات	8
266	حرف آخر	9

انتساب

اس کے نام، جس کا نام

دیا جلائے، صبح و شام۔۔۔

دیباچہ

الحمدللہ، اس کتاب "ٹھکر خاندان: درختِ وجود کی سر سبز شاخ" کو قارئین کے سامنے پیش کرنے کی توفیق مل رہی ہے۔ اس کتاب میں ایک سعی بلیغ کی گئی ہے کہ جماعت احمدیہ میں پھلنے اور پھولنے والے ایک خاندان کی تاریخی سر گزشت کو بیان کیا جائے اور اس خاندان کے اُن عظیم بزرگوں کو یاد کریں جنہوں نے اپنی زندگیوں کو دینِ اسلام اور جماعت احمدیہ کے لیے ایک طرح کا وقف کر دیا اور جن کی وفاداریاں ہمیشہ سچی اور مخلص رہیں۔

اس کتاب میں اس خاندان کی تاریخ کے ساتھ ساتھ اُن مرحوم بزرگان کی زندگیوں کو سامنے لایا گیا ہے جنہوں نے اپنی شخصیت میں تقویٰ اور صدق کو اپنایا اور آج ان کی زندگیاں ان کی نسلوں کو یہ صاف پیغام دے رہی ہیں کہ قربانی اور تقویٰ ہی کی بدولت ہم ان کے نقش قدم پر چل سکتے ہیں۔ ان بزرگوں کی خدمات اور جماعت احمدیہ کے لیے ان کی گہری محبت نے ان کے خاندان کو ایک روشن مثال بنادیا ہے۔

قرآن کریم نے روحانی طور پر سر سبز شاخوں کی تمثیل کچھ ایسے بیان فرمائی ہے کہ

أَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ تُؤْتِي أُكُلَهَا كُلَّ حِينٍ بِإِذْنِ رَبِّهَا وَيَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ [1]

---

[1] قرآن کریم سورت ابراہیم آیات 25و26

ترجمہ: کیا تونے غور نہیں کیا کہ کس طرح اللہ نے مثال بیان کی ہے ایک کلمہٗ طیّبہ کی ایک شجرۂ طیبہ سے۔ اس (درخت) کی جڑ مضبوطی سے (زمین میں) پیوستہ ہے اور اس کی چوٹی آسمان میں ہے۔ وہ ہر گھڑی اپنے رب کے حکم سے اپنا پھل دیتا ہے۔ اور اللہ انسانوں کے لئے مثالیں بیان کرتا ہے تاکہ وہ نصیحت پکڑیں۔

اسی تمثیل کو سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے مبارک الفاظ میں بیان فرمایا، جس سے اس کتاب کا عنوان تجویز کیا جارہا ہے۔ آپ نے اپنے ماننے والوں کو اپنے وجود کی سرسبز شاخیں قرار دیا ہے۔

آپ فرماتے ہیں۔

"اے میرے عزیزو! میرے پیارو! میرے درخت وجود کی سرسبز شاخو! جو خدا تعالیٰ کی رحمت سے جو تم پر ہے میرے سلسلہ بیعت میں داخل ہو اور اپنی زندگی، اپنا آرام، اپنا مال اس راہ میں فدا کر رہے ہو۔ اگرچہ میں جانتا ہوں کہ میں جو کچھ کہوں تم اسے قبول کرنا اپنی سعادت سمجھو گے اور جہاں تک تمہاری طاقت ہے دریغ نہیں کرو گے۔ لیکن میں اس خدمت کے لیے معین طور پر اپنی زبان سے تم پر کچھ فرض نہیں کر سکتا تاکہ تمہاری خدمتیں نہ میرے کہنے کی مجبوری سے بلکہ اپنی خوشی سے ہوں۔"[2]

اس کتاب کو پانچ فصول میں تقسیم کیا گیا ہے، اور ہر فصل میں اس خاندان کی ایک نسل سے تعلق رکھنے والے احباب وخواتین کے حالات زندگی وغیرہ کا بیان کیا گیا ہے۔ پہلی فصل میں اس خاندان کے جد امجد کی مختلف علاقوں مثلاً بارہ مولا، سہڑہ وغیرہ

[2] فتح اسلام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 34

سے ہجرتوں کا ذکر ہے اس کے بعد خاندان کے اولین افراد کا ذکر ہے جو جماعت احمدیہ کے بانی حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام کی صداقت کے قائل ہوئے حضرت بانی سلسلہ پر ایمان لائے اور دامے، درمے، سخنے جماعت کی عزت پر ہمیشہ پہرہ دیا۔

دوسری فصل، تیسری اور **چوتھی فصل** میں ان کے بعد آنے والی نسلوں کی مذہبی، سماجی، سیاسی، اور معاشی جدوجہد اور جماعت احمدیہ سے کامل وفاداری کا بیان ہے۔ جبکہ **پانچویں** اور **آخری فصل** میں ان بزرگ مرحومین کی سیرت و سوانح کا ذکر ہے جن کا تعلق خواہ رشتہ داری یا للّٰہی محبت کی وجہ سے اس خاندان کے ساتھ قائم ہوا۔

اس کتاب کی اہمیت اس لئے بھی بہت خاص ہے کہ حضرات خلفاء احمدیت نے اپنے بزرگوں کے حالات کو جمع کرنے اور لکھنے کی طرف خاص توجہ دلائی ہے۔ تا کہ ان کی آنے والی نسلیں ان کے نقش قدم کی اطاعت کریں۔ یہ کتاب ایک کوشش ہے کہ ہم اپنی نسلوں کو یاد دلائیں کہ ہمارے بزرگوں نے کن حالات میں اور کن قربانیوں کے ساتھ دین کی خدمت کی اور جماعت احمدیہ کے لیے اپنی جان، مال اور وقت کو وقف کیا۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان بزرگوں کے درجات بلند فرمائے اور ہمیں بھی ان کی طرح مخلص اور وفادار بنائے۔ (آمین)

خواجہ عبدالعظیم احمد،

بیڈفورڈ، یوکے

بتاریخ 22 ستمبر 2024ء

اظہار تشکر و امتنان

جب میں اس کتاب کے مسودے کو دیکھتا ہوں تو حیرت میں پڑ جاتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کام کے کرنے کی توفیق دی جو کہ اس کا خاص الخاص فضل و احسان ہے۔ باوجود سخت خرابیٔ صحت کے اس کام کو مکمل کرنا میرے بس کی بات نہیں تھی۔ اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ اس سب میں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہر طرح کی حمد و شکر بجالانا چاہیئے ورنہ یہ ایک خواب کے علاوہ کچھ نہ تھا۔

اللہ تعالیٰ کے شکر کے ساتھ ساتھ اس کے بندوں کا شکر بھی واجب ہے اس لئے میں اس توسّط سے اپنے والد محترم، بیوی بچوں کا خاص شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے مجھے ہمیشہ وقت اور حوصلہ دیا اور اس سب میں ان کی مدد شامل حال رہی۔

ان کے علاوہ ان سب احباب و خواتین کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے اس کتاب کے مواد اکٹھا کرنے کے سلسلہ میں میری مدد کی، اپنے بزرگان کے حوالہ سے کچھ لکھایا ان سے متعلق معلومات اور تصاویر دیں۔

اللہ تعالیٰ ہی بہترین قدردان ہے اور اُسی سے دعا ہے کہ آپ سب کو آپ کی مدد کی بہترین جزاء عطا فرمائے۔ آمین

فصل اوّل

میاں کرم دین ٹھکر

ٹھکر خاندان کی اس شاخ کے بانی مبانی میاں کرم دین ٹھکر صاحب تھے۔ میاں کرم دین ٹھکر جن کو کمال ٹھکر کے نام سے بھی جانا جاتا ہے، ٹھکر خاندان کے جدّ امجد تھے۔ آپ کی پیدائش اندازاً 1860ء کی ہے۔ آپ سلطان پور کنڈی کے باشندہ تھے۔ سلطان پور کنڈی بارہ مولا کا ایک بڑا علاقہ ہے۔ آپ نے ضلع بارہ مولا کے علاقے سلطان پور سے ضلع پونچھ کی جانب ہجرت کی۔

بارہ مولا (کشمیر) سے سے ہجرت کی دو وجوہات:

- **قحط اور معاشی ابتری**

معروف عالم ڈیوڈ فیلڈ ہاؤس اپنے ایک علمی مقالہ میں ہندوستان میں اور کشمیر میں قحط اور معاشی ابتری کی تصویر کھینچتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"In the later nineteenth century, there was a series of disastrous crop failures in India leading not only to starvation but to epidemics. Most were regional, but the death toll could be huge. Thus, to take only some of the worst famines for which the death rate is known, some 800,000 died in the North West Provinces, Punjab, and Rajasthan in 1837–38; perhaps 2 million in the

same region in 1860–61; nearly a million in different areas in 1866–67; 4.3 million in widely spread areas in 1876–78, an additional 1.2 million in the North West Provinces and Kashmir in 1877–78; and, worst of all, over 5 million in a famine that affected a large population of India in 1896–97. In 1899–1900 more than a million were thought to have died, conditions being worse because of the shortage of food following the famines only two years earlier. Thereafter the only major loss of life through famine was in 1943 under exceptional wartime conditions.[1]"

ترجمہ: انیسویں صدی کے آواخر میں، ہندوستان میں فصلوں کی سلسلہ وار ناکامیوں کا تباہ کن سلسلہ جاری تھا۔ جو شدید بھوک کے ساتھ ساتھ وبائی بیماریوں میں بڑھوتری کا سبب بن رہا تھا۔ زیادہ تر یہ مقامی نوعیت کے (مسائل) تھے، لیکن موت کی شرح بڑھتی جا رہی تھی۔ اگر صرف چند ایک قحطوں، جن میں شرح اموات معلوم ہے، کو دیکھا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ 1837ء و 1838ء میں شمال مغربی صوبے، پنجاب، اور راجستھان میں تقریباً 800,000 لوگ مر گئے۔ اور 1860ء و 1861ء میں اسی علاقے میں 20 لاکھ مزید اموات ہوئیں۔ ایسے ہی 1877ء و 1878ء میں شمال مغربی صوبے اور کشمیر میں

1 Fieldhouse, David (1996), "For Richer, for Poorer?", in Marshall, P. J. (ed.), The Cambridge Illustrated History of the British Empire, Cambridge: Cambridge University Press. Pp. 400, pp. 108–146,

مزید 12 لاکھ لوگ لقمہ اجل بنے۔ اور سب سے بری صورت حال اس قحط کی تھی، جس نے ہندوستان کی بڑی آبادی کو 1896ء و1897ء میں متاثر کیا، 50 لاکھ سے زیادہ لوگ لقمہ اجل بنے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ 1899ء اور 1900ء میں خیال کیا گیا کہ دس لاکھ سے زیادہ لوگوں کی موت کا شکار ہوئے۔ ان قحطوں کے بعد خوراک کی کمی کی بنا پر زیادہ تباہی ہوئی۔ اس کے بعد، صرف 1943ء میں جنگی حالات کی وجہ سے قحط کی وجہ سے انسانی جانوں کا بڑا نقصان ہوا۔

یعنی پے در پے قحط، خوراک کی کمی، اموات کا اضافہ اور معاشی تنگی کی وجہ سے لوگوں نے ان علاقوں کو اپنی بہتری کے لئے چھوڑا اور بہتر زندگی کی تلاش میں نکلے۔ میری تحقیق کے مطابق میاں کرم دین صاحب کی ہجرت کا یہ زمانہ 1880ء کے بعد کا بنتا ہے۔ اس بات کو مزید تقویت الحاج ماسٹر امیر عالم صاحب کے بیٹے ڈاکٹر محمد ظفر کلیم صاحب کے ایک بیان سے ہوتی ہے جس میں آپ اپنے دادا میاں کرم دین ٹھکر صاحب کی بارہ مولا سے ہجرت کے بارہ میں لکھا ہے۔

- **ڈوگرہ راج کے مظالم**

محترم ڈاکٹر صاحب آپ نے ایک وجہ ڈوگرہ راج کے مظالم کی بھی لکھی۔ آپ اپنی کتاب "الحاج ماسٹر امیر عالم" میں لکھتے ہیں:۔

" یہ وہ زمانہ تھا جبکہ ڈوگرہ خاندان انگریزوں سے جموں و کشمیر کی ساری ریاست 75 لاکھ روپے میں خرید کر ریاست کی مسلم آبادی پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑ رہا تھا۔ ریاست کی اکثریتی آبادی یعنی مسلمانوں سے ظالمانہ ہتھکنڈوں سے ٹیکس وصول کیے جاتے تھے۔ اور

بغیر کسی قصور کے ان سے بیگار لی جاتی، ان مظالم کی وجہ سے کئی لوگ کشمیر میں بیکاری اور قحط سے تنگ آ کر امرتسر، لاہور، جہلم اور راولپنڈی وغیرہ شہروں کی طرف ترک وطن کے چلے آئے۔ چنانچہ میرے داداجان میاں کرم دین بھی اوائل جوانی میں بارہ مولا کشمیر سے سہڑہ ضلع پونچھ میں کر آباد ہوئے۔"(الحاج مسٹر امیر عالم صفحہ 6)

- **ڈوگرہ راج :** جموال خاندان ایک ہندو ڈوگرہ راجپوت خاندان تھا جس نے ریاست جموں و کشمیر پر ڈوگرہ راج قیام کیا اس کا آغاز، گلاب سنگھ سے ہوتا ہے جو رنجیت سنگھ کے عہد میں سکھ سلطنت میں اعلیٰ عہدے دار تھا۔ 1839ء میں رنجیت سنگھ کی موت پر لاہور دربار رنجیت سنگھ کے وارثوں اور فوجی سربراہوں کے درمیان جنگ اقتدار کی آماجگاہ بن چکا تھا۔ اسی اثنا میں سکھوں اور انگریزوں کی کشمکش بھی شروع ہو چکی تھی۔ گلاب سنگھ نے خفیہ طور پر لاہور دربار کے خلاف ان انگریزوں کا ساتھ دینا شروع کر دیا۔ فروری 1846ء کو معاہدہ امرتسر طے پایا۔ جس کے تحت سات لاکھ کے آبادی والے کشمیر کو سات لاکھ روپے کے عوض گلاب سنگھ کے حوالے کر دیا۔ گلاب سنگھ کے راستے میں سب سے بڑی رکاوٹ کشمیر کا گورنر امام دین تھا۔ گلاب سنگھ نے انگریزوں کی بروقت امداد سے امام دین کو شکست دی اور ریاست پر قبضہ کر لیا۔ چند دن بعد رانی پور اور راجوری کی جاگیروں میں بھی اس کے خلاف بغاوت رونما ہوئی، جسے انگریز فوجوں کی مدد سے دبا دیا گیا۔ 19 نومبر 1846ء کو مہاراجا گلاب سنگھ پوری ریاست جموں و کشمیر کا مالک و

مختار بن کر انگریزی فوج کے ہمراہ سری نگر میں داخل ہوا اور اس طرح ریاست میں ڈوگرہ حکومت کا آغاز ہوا۔ گلاب سنگھ کی وفات کے بعد اس کا بیٹا رنبیر سنگھ گدی پر بیٹھا۔ یہ اپنے باپ کی طرح ظالم اور متعصب تھا۔ اس نے 28 سال حکومت کی اور ہندو مت کے فروغ اور سنسکرت زبان و ادب کی ترویج کے لیے کوششیں کیں۔ رنبیر سنگھ کی موت 12 ستمبر 1885ء کو ہوئی۔ اس کے تین بیٹے تھے۔ پرتاپ سنگھ، رام سنگھ اور امر سنگھ۔ پرتاپ سنگھ نے چالیس سال تک حکومت کی۔ اس کی حکومت بھی اس کے باپ دادا کی قائم کردہ روایات کے عین مطابق تھی۔ اس کے دور میں گائے کے ذبح کرنے پر مسلمانوں کے لیے عمر قید کی سزا تھی۔ پرتاب سنگھ کی حکومت (1885–1925) کے درمیان رہی۔ ڈوگرہ حکمران مسلمانوں سے تعصب برتتے تھے۔ مسلمانوں سے ان کی نفرت اور تعصب کی انتہا یہ تھی کہ کسی مسلمان کو دوپہر سے قبل کسی ڈوگرہ حکمران کے سامنے جانے کی اجازت نہیں تھی کیونکہ وہ دوپہر سے پہلے کسی مسلمان کی شکل دیکھنا گوارا نہیں کرتے تھے۔ ڈوگرہ حکمرانوں کی یہی دشمنی اسلام سے بھی تھی۔ انہوں نے مساجد کو گھوڑوں کے اصطبلوں اور بارود خانوں میں بدل دیا تھا۔ مسلمانوں کو اذان دینے اور جمعہ و عیدین کا خطبہ پڑھنے کی بھی اجازت نہیں تھی۔

- ڈوگرہ راج کے غیر انسانی مظالم کے بارہ میں سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے بھی اپنی کتب میں مختلف جگہ پر تحریر فرمایا ہے۔

میاں کرم دین صاحب کی ہجرت کا ممکنہ راستہ:

اس زمانہ میں ضلع بارہ مولا سے ضلع پونچھ جانے کے لئے دو راستے استعمال کئے جاتے تھے۔ ایک راستہ وادی سے ہو کر جاتا تھا جو بڈگام، پلوامہ اور شوپیاں اور سرن کوٹ سے ہوتا ہوا پونچھ جاتا تھا اور دوسرا راستہ اُوڑی سے ہوتا ہوا باغ اور پھر باغ سے چھوٹا گلہ سے ہوتے ہوئے ضلع پونچھ میں داخل ہوتا ہے۔ ضلع بارہ مولا میں بنیادی طور پر دو زبانیں کشمیری اور پہاڑی بولی جاتی ہیں۔ پہلا راستہ کشمیری زبان کی بیلٹ ہے جبکہ دوسرا راستہ پہاڑی بیلٹ ہے۔ ٹھکر راجپوت خاندان کی مادری زبان پہاڑی تھی تو قرین قیاس ہے کہ میاں کرم دین ٹھکر صاحب نے اسی پہاڑی بیلٹ کے راستہ ہی ہجرت کی ہو گی۔ ویسے بھی یہ (پہاڑی بیلٹ کا) راستہ کشمیر کو پاکستان کے شہروں کے ساتھ ملاتا تھا اور کئی کشمیری لوگ ہجرت کر کے اسی قریب کے راستے کو اپناتے ہوئے راولپنڈی، جہلم، گوجرانوالہ اور لاہور کے علاقوں میں آباد ہوئے اور یہیں کے ہو کر رہ گئے۔

ذیل میں بارہ مولا اور پونچھ کے نقشہ جات میں بیان کردہ دونوں راستوں سے واقفیت حاصل کی جاسکتی ہے۔

بارہ مولا

پونچھ

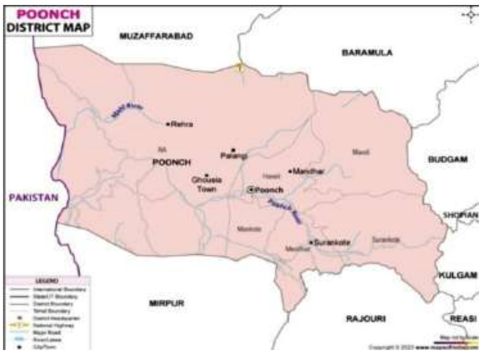

سہڑہ سے کوٹلی کی طرف ہجرت اور اس کی وجہ:

ڈاکٹر محمد ظفر کلیم صاحب نے اس سلسلہ میں اپنی کتاب میں کچھ ضروری تفاصیل کا ذکر کیا ہے، جو کہ ابھی بیان کی جائیں گی۔ انہی تفاصیل کو مولانا اسد اللہ کاشمیری صاحب نے اپنی کتاب تاریخ احمدیت جموں وکشمیر میں بھی سرسری طور پر ذکر کیا ہے۔(تاریخ احمدیت جموں وکشمیر از کاشمیری صاحب صفحہ 152)

محترم ڈاکٹر صاحب مرحوم فرماتے ہیں،

"سہڑہ میں ایک ہندو تحصیلدار نے رات کے وقت کیمپ لگایا جس کے ساتھ اس کا عملہ وغیرہ بھی تھا۔ نمبر دار علاقہ سہڑہ کے ذریعہ کھانے کا بندوبست کرنے کا حکم ہوا مگر شام کے وقت کھانے کے لئے حسب خواہش گوشت کا بندوبست نہ تھا تو نمبر دار نے تحصیلدار کے کھانے کے لئے میاں کرم دین صاحب سے یہی مینڈھا طلب کیا جسے آپ نے بڑی محبت، محنت اور پیار سے پالا ہوا تھا۔ آپ چونکہ دیندار نوجوان تھے آپ کو قربانی کے لئے پالا جانے والا جانور کسی اور مصرف کے لئے دینا نہایت ناگوار لگا لیکن چونکہ بیگار اور سکھوں کے مظالم کا دور تھا۔ میاں کرم دین صاحب نے مینڈھا دینے سے جب انکار کیا تو تحصیلدار کو شدید غصہ آیا اور کہا اگر تم مینڈھا نہیں دو گے تو تمہیں یہاں رہنے کی بھی اجازت نہیں ہو گی۔ حالات کی سنگینی کا اندازہ کر کے میاں کرم دین صاحب نے اسی وقت گھر بار چھوڑنے کا فیصلہ کیا اور سہڑہ کو خیر باد کر کے صرف ایک مینڈھا جو کہ انہیں جان سے زیادہ عزیز تھا ساتھ لے کر کوٹلی کی طرف چل دیئے۔ کوٹلی پہنچ کر آپ نے مسجد محلہ بلیاہ میں آکر قیام کیا۔"(الحاج مسٹر امیر عالم صفحہ 6و7)

بلیاہ مسجد کوٹلی

میاں کمال الدین صاحب:

میاں کرم دین صاحب جب کوٹلی کی بلیاہ مسجد میں فروکش ہوئے تو یہاں مسجد کے امام محترم کمال الدین صاحب تھے۔ آپ بلیاہ مسجد کے خطیب تھے اور درس و تدریس کرتے تھے۔ میاں کرم دین صاحب نے آپ سے درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا اور اپنی نیکی و تقویٰ کی وجہ سے میاں کمال الدین صاحب کے بہت قریب ہو گئے۔ میاں کمال الدین صاحب کے تین بچے تھے ۔ جن میں میاں عبد اللہ صاحب۔ میاں باغ علی صاحب اور محترمہ حیات بی بی صاحبہ تھے۔ میاں کرم دین ٹھکر صاحب کی ایمانداری اور شرافت کو دیکھتے ہوئے میاں کمال الدین صاحب نے اپنی اکلوتی بیٹی، محترمہ حیات بی بی صاحبہ کا عقد آپ کے ساتھ کر دیا۔ جب میاں کمال الدین صاحب کی وفات ہوئی تو آپ بلیاہ مسجد کے ملحق حصہ میں دفن ہوئے۔ آجکل یہ چھوٹا سا قبرستان بلیاہ مسجد کے زیریں حصہ میں موجود خانقاہ (جو کہ راٹھور خاندان کے آبائی قبرستان کے بالمقابل ہے) کے عقبی حصہ میں موجود ہے۔

میاں کرم دین ٹھکر صاحب (المعروف کمال ٹھکر) کی بیگمات اور اولاد:

آپ نے دو شادیاں کیں۔ آپ کی پہلی زوجہ محترمہ کا نام حیات بی بی صاحبہ تھا جن کا اوپر ذکر گزر چکا ہے۔ آپ کی دوسری زوجہ محترمہ غلام بی بی صاحبہ تھیں*۔ پہلی زوجہ (محترمہ حیات بی بی صاحبہ) سے آپ کے 8 بیٹے ہوئے۔

1. محمد عالم ٹھکر صاحب
2. سید محمد المعروف منشی دانشمند خاں صاحب
3. الحاج ماسٹر امیر عالم صاحب
4. امام الدین (یہ کم سنّی میں وفات پا گئے)
5. فضل الٰہی صاحب (یہ کم سنّی میں وفات پا گئے)
6. منشی فیروز الدین ٹھکر صاحب
7. محمد دین ٹھکر صاحب
8. محمد شریف (یہ کم سنّی میں وفات پا گئے)

آپ کی دوسری زوجہ (محترمہ غلام بی بی صاحبہ) سے آپ کے 4 بچے ہوئے۔

1. حمیدہ بیگم صاحبہ
2. رشیدہ بیگم صاحبہ
3. لعل بیگم صاحبہ

* محترمہ غلام بی بی صاحبہ کی قبر (جو بلیاہ قبرستان میں موجود ہے) پر ان کا نام حسن بی بی درج ہے مگر زیادہ مستند غلام بی بی ہے جو کہ ٹھکر خاندان کے اولین شجرہ نسب میں تحریر کیا گیا ہے۔

4. عبد الکریم ٹھکر صاحب

وفات

آپ کی وفات جون سن 1937ء میں کوٹلی میں ہوئی۔ اور آپ کو محلہ بلیاہ کے قبرستان (ملحقہ چلڈرن پارک) میں سپرد خاک کیا گیا۔

میاں کرم دین ٹھکر صاحب کی وفات پر آپ کی اولاد کا بے مثال نمونہ:

میاں کرم دین ٹھکر صاحب خود نیک فطرت بزرگ تھے۔ آپ کی زندگی ہی میں آپ کے بیٹوں نے احمدیت قبول کی۔ میاں کرم دین ٹھکر صاحب نے کبھی بھی سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی مخالفت نہیں کی اور نہ ہی اپنی اولاد کو اس مسیحی درخت وجود سے خوشہ چینی سے روکا۔ آپ کی ساری اولاد میں احمدیت میں گویا رچی بسی ہوئی تھی۔ جس کا مفصّل تذکرہ ہر ایک کے حالات زندگی کے بیان میں آگے آئے گا۔ ایک بات یہاں قابل ذکر ہے کہ میاں کرم دین ٹھکر صاحب کی وفات پر آپ کی اولاد نے ایک حیرت انگیز نمونہ دکھایا۔ اس بارہ میں آپ کے پوتے ڈاکٹر محمد ظفر کلیم صاحب اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:۔

"دادا جان میاں کرم دین صاحب کی وفات پر ان کے احمدی بیٹوں میں سے کسی نے ان کی نماز جنازہ نہیں پڑھی ۔۔۔ ان کا یہ نمونہ آنے والی نسلوں کے لئے مشعل راہ ہے۔ اگرچہ تمام غیر از جماعت رشتہ داروں اور کوٹلی کے لوگوں نے اس کا برا منایا اور اسے مختلف رنگ دینے کی کوشش کی۔" (الحاج مسٹر امیر عالم صفحہ 8)

گہوارہ احمدیت میں ٹھکر خاندان کی پہلی نسل

محمد عالم ٹھکر صاحب

پیدائش:

آپ محترم کرم دین ٹھکر صاحب کے سب سے بڑے فرزند تھے۔ آپ کی پیدائش اندازاً سن 1888ء کی ہے۔ آپ کو آپ کے سب بھتیجے بھتیجیاں 'لالہ جی' کہا کرتے تھے۔

بیعت:

آپ اپنے برادر اصغر الحاج امیر عالم صاحب کے ساتھ ہی سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی بابرکت جماعت میں شامل ہوئے۔ آپ اور آپ کے دو چھوٹے بھائی منشی دانشمند خاں صاحب اور الحاج امیر عالم صاحب بیک وقت جماعت احمدیہ میں شامل ہوئے۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ آپ کے والد محترم ایام جوانی میں ہی سہڑہ ضلع پونچھ سے ہجرت کر کے کوٹلی (آزاد کشمیر) میں آباد ہوئے۔ پونچھ میں آپ کے والد محترم کی خاصی جان پہچان تھی اس واسطے سے آپ بھی وہاں واقفیت رکھتے تھے۔ ایام جوانی میں آپ اور آپ کے بھائی منشی دانشمند خاں صاحب اپنے حصول معاش کے لئے تقسیم ہند تک پونچھ میں رہے۔ البتہ ہندوستان کی تقسیم کے موقع پر باقی خاندان کے ساتھ آپ راولپنڈی میں قیام پذیر ہوئے۔ آپ کی بھتیجی اور بہو محترمہ صدیقہ اختر صاحبہ بیان کرتیں ہیں:

"جب ادھر (پونچھ) سے ہجرت ہوئی تو راولپنڈی آکر ایک گردوارہ تھا۔

ادھر مہاجرین کو ایک ایک کمرہ ملاہوا تھا، 'لالہ جی' وہاں رہے۔"[2]

پہلوان ریاست پونچھ:

آپ اللہ کے فضل سے جسمانی طور پر بہت مضبوط تھے۔ آپ کو پہلوان محمد عالم کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ آپ ریاست پونچھ میں پہلوانی بھی کیا کرتے۔ آپ کی پہلوانی کے قصے بہت مشہور تھے۔ ہم نے بارہا یہ قصے اپنے دادا ابو اور نانی امی کی زبانی سنے، جن میں یہ بھی تھا کہ آپ اکثر کشتیاں لڑا کرتے اور آپ کی روزانہ خوراک میں کئی سیر دودھ ہوا کرتا تھا۔ آپ کی بھتیجی محترمہ صدیقہ اختر صاحبہ فرماتی ہیں:۔

"جس میدان میں آپ کی کشتی ہوا کرتی وہ میدان بھی میں نے دیکھا ہوا ہے۔"[3]

جنگ عظیم دوم میں شرکت:

مکرم محمد عالم ٹھکر صاحب جنگ عظیم دوم میں شریک ہوئے۔ آپ کی ڈیوٹی برما میں لگی۔ ان خدمات پر تاج برطانیہ نے آپ کو ایک تمغہ سے بھی نوازا۔ اس میڈل کا نام War Medal تھا، جو کہ 1939-1945 کے دوران عالمی جنگ کے موقع پر لڑنے والوں کے لئے سلطنت برطانیہ نے 16 اگست 1945 کو قائم کیا۔ اسے اس وقت کی برطانوی عوام (اور دولت مشترکہ کے عوام) کو دیا گیا جو برطانیہ کے سرحدوں میں 3 ستمبر 1939 تا 2 ستمبر 1945 کے درمیان کم از کم 28 دنوں کی مدت کے لیے کل وقتی عسکری خدمات سرانجام دے چکے تھے۔[4]

---

[2] انٹرویو محترمہ صدیقہ اختر صاحبہ مؤرخہ 14 اپریل 2024ء بمقام لوٹن

[3] انٹرویو محترمہ صدیقہ اختر صاحبہ مؤرخہ 14 اپریل 2024ء بمقام لوٹن

[4] New Zealand Defence Force – The War Medal 1939–45 (Access date 19 April 2024)

جماعت سے آپ کا اخلاص:

آپ کی بھتیجی محترمہ امتہ الحفیظ صاحبہ فرماتی ہیں کہ

"(راولپنڈی کے قیام کے دوران) آپ راجہ بازار میں حلوہ بیچ کر اپنا گزراوقات کرتے تھے۔ شام کو گھر واپس آکر اپنی کمائی میں سے چندہ الگ کر کے رقم کو گنتے اور بڑی قربانی کرنے والے تھے۔"[5]

آپ کی وفات راولپنڈی میں ہوئی اور آپ راولپنڈی کے عید گاہ قبرستان میں مدفون ہوئے۔

آپ کی زوجہ محترمہ اور اولاد:

آپ کی زوجہ کا نام رضا بی بی تھا۔ آپ اپنے خاوند کے بعد 3 یا 4 سال تک زندہ رہیں۔ آپ کی تدفین بلیاہ قبرستان میں ہوئی۔ آپ کے سات بچے (تین بیٹیاں اور چار بیٹے) تھے۔

1. سرور بیگم صاحبہ مرحومہ
2. محمد ریاض ٹھکر مرحوم

---

[5] انٹرویو مؤرخہ 29 دسمبر 2023، بمقام واٹفورڈ۔ یوکے

3. زبیدہ بیگم صاحبہ مرحومہ
4. انشاء فاطمہ صاحبہ مرحومہ
5. محمد اسحٰق ٹھکر مرحوم
6. محمد مشتاق ٹھکر مرحوم
7. نثار احمد ٹھکر مرحوم

سید محمد صاحب عرف منشی دانشمند خاں صاحب

آپ کا نام سید محمد تھا۔ اور آپ کوٹلی ریاست کشمیر میں پیدا ہوئے۔ آپ کی پیدائش اندازاً 1890ء کی ہے۔

دانشمند کا خطاب:

مولوی اسد اللہ کاشمیری صاحب تحریر فرماتے ہیں:۔

"آپ کی دانشمندی کی شہرت یہاں تک تھی کہ راجہ پونچھ تک بھی پہنچی۔ راجہ صاحب پونچھ نے آپ سے مل کر کہا کہ واقعی دانشمند انسان ہے۔ اس دن سے آپ دانشمند مشہور ہو گئے۔ اور سید محمد اصلی نام متروک ہو گیا۔" (تاریخ احمدیت جموں و کشمیر از کاشمیری صاحب صفحہ 153)

آپ کی بھتیجی محترمہ صدیقہ اختر صاحبہ آپ کے اس خطاب کے بارہ میں فرماتی ہیں:۔

"ایک بار جموں سے (اس وقت کی) حکومت کا کوئی سر کردہ آیا اور اس نے اپنی وزیروں کی مجلس بلائی اور منشی سید محمد صاحب کو بھی بلایا گیا۔ اس نے سب کی موجودگی میں آپ سے کچھ سوالات کئے تو منشی صاحب نے تمام سوالات کے جوابات دیئے، اس پر اس نے کہا کہ 'یہ تو واقعی دانشمند ہیں' پھر آپ کو یہ خطاب ملا۔"[6]

محترم خواجہ عبد الغفار ڈار صاحب مرحوم آپ کے بارہ میں لکھتے ہیں:۔

"آپ (محترم الحاج امیر عالم صاحب) کے بھائیوں میں سے سب سے زیادہ تعلیم یافتہ خوش اخلاق اور باثر شخصیت منشی دانشمند مرحوم کی تھی۔ جب مجھے پہلی بار پونچھ شہر

---

[6] انٹرویو محترمہ صدیقہ اختر صاحبہ مؤرخہ 14 اپریل 2024ء بمقام لوٹن

جانے کا موقع ملا تو اس خاندان سے متعارف ہونے کا بھی یہی موقع تھا۔ منشی صاحب وکیل تھے اور بڑے بھائی ہونے کے سبب اور معاشرہ میں ذی عزت مقام پر سرفراز ہونے کی وجہ سے اس وقت انہی کا طوطی بول رہا تھا۔" (الحاج مسٹر امیر عالم صفحہ 19)

خواجہ عبد الغفار ڈار صاحب اپنی کتاب "داستان کشمیر" میں منشی صاحب کے بارہ میں لکھتے ہیں۔

"حاجی امیر عالم صاحب اور سات بھائیوں کا ایک متحرک خاندان اس زمانہ میں پونچھ میں ہوتا تھا ان میں سے سب سے بڑے منشی دانشمند خان صاحب اسم بامسمیٰ پونچھ میں وکالت کیا کرتے تھے۔" (داستان کشمیر صفحہ 255)

منشی دانشمند خان صاحب کی جماعتی خدمات:

- **پونچھ میں جماعت کے قیام میں میں آپ کی مساعی:**

محترم خواجہ عبد الغفار ڈار صاحب مرحوم اس بارہ میں لکھتے ہیں:۔

"پونچھ شہر میں 1931ء سے ہی جماعت قائم تھی مگر راقم الحروف کے ذاتی علم اور مشاہدے کے مطابق پونچھ شہر میں تنظیم جماعت احمدیہ حاجی امیر عالم صاحب کے بڑے بھائی منشی دانشمند خان صاحب کے ذریعے سے ہوئی۔" (داستان کشمیر صفحہ 255)

- **پانچ ہزاری مجاہدین میں شمولیت**

یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پانچ ہزاری مجاہدین سے متعلق پیشگوئی درج کی جائے، حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"کشفی حالت میں اس عاجز نے دیکھا کہ انسان کی صورت پر دو شخص ایک مکان میں بیٹھے ہیں ایک زمین پر اور ایک چھت کے قریب بیٹھا ہے تب میں نے اس شخص کو جو زمین پر تھا مخاطب کر کے کہا کہ مجھے ایک لاکھ فوج کی ضرورت ہے، مگر وہ چپ رہا اور اس نے کچھ بھی جواب نہ دیا تب میں نے اُس دوسرے کی طرف رُخ کیا جو چھت کے قریب اور آسمان کی طرف تھا اور اُسے میں نے مخاطب کر کے کہا کہ مجھے ایک لاکھ فوج کی ضرورت ہے، وہ میری اس بات کو سنکر بولا کہ ایک لاکھ نہیں ملے گی مگر پانچ ہزار سپاہی دیا جائے گا تب میں نے اپنے دل میں کہا کہ اگرچہ پانچ ہزار تھوڑے آدمی ہیں پر اگر خدائے تعالیٰ چاہے تو تھوڑے بہتوں پر فتح پاسکتے ہیں اس وقت میں نے یہ آیت پڑھی کَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً ۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۔" (روحانی خزائن۔ جلد 3 صفحہ 149 حاشیہ)

محترم منشی دانشمند خاں صاحب اور آپ کی اہلیہ راجیہ بی بی صاحبہ کو تحریک جدید کے پانچ ہزاری مجاہدین میں شمولیت کی توفیق ملی۔ آپ کا نام اس فہرست میں بالترتیب 3589 اور 3594 نمبر پر کچھ ایسے لکھا ہوا ہے۔

"منشی دانشمند خاں صاحب مرحوم"

"اہلیہ صاحبہ منشی دانشمند خاں صاحب مرحوم"

منشی دانشمند خاں صاحب کی آزادیٔ کشمیر کے لئے خدمات:

- مولوی اسد اللہ کاشمیری صاحب اپنی کتاب تاریخ احمدیت جموں و کشمیر میں اس بارہ میں لکھتے ہیں:۔

"آپ نے کشمیر میں تحریک آزادی کشمیر میں بھی بڑا کام کیا۔ آپ پونچھ کے سرکردہ راہنماؤں میں شامل تھے۔ 1931ء میں آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے صدر حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد رضی اللہ عنہ سے رابطہ رکھ کر آپ نے اہلیان پونچھ کو بہت فائدے پہنچائے۔ قانونی امداد کی ضرورت پڑی تو چوہدری عزیز احمد باجوہ وکیل سیالکوٹ کو صدر کشمیر کمیٹی نے پونچھ بھجوایا اور وہ اسیران پونچھ کی رہائی کے لئے نو ماہ تک خدمات سرانجام دیتے رہے۔"(تاریخ احمدیت جموں و کشمیر از کاشمیری صاحب صفحہ 253)

- مولانا دوست محمد شاہد صاحب نے تاریخ احمدیت جلد 5 میں ریاست کشمیر میں آزادی کشمیر کے حوالہ سے کام کرنے والے احمدیوں کی ایک فہرست دی ہے جس میں آپ کو بھی شامل کیا گیا ہے، چنانچہ لکھتے ہیں۔

"منشی دانشمند خان صاحب۔ پونچھ"

(تاریخ احمدیت جلد 5 صفحہ 441)

اسی طرح خواجہ عبد الغفار ڈار صاحب نے بھی اپنی کتاب "داستان کشمیر میں لکھا کہ "تحریک آزادی کشمیر میں منشی دانشمند خان صاحب کا ابتداء سے ہی عمل دخل تھا۔"

(داستان کشمیر صفحہ 256)

مسجد احمدیہ کوٹلی کے لئے اپنی زمین وقف کرنا:

جب کوٹلی میں جماعت نے مسجد بنانے کا فیصلہ کیا تو اس سلسلہ میں زمین کی ضرورت آن پڑی تو الحاج امیر عالم صاحب نے بذریعہ خط منشی دانشمند خاں صاحب کو ان کی زمین وقف کرنے کی تحریک کی۔ یہ زمین منشی دانشمند خاں صاحب کے ماموں میاں باغ علی صاحب

کی بیوہ (محترمہ حیات بی بی صاحبہ) نے منتقل کی تھی۔ کیونکہ میاں باغ علی صاحب کی وفات کے بعد ان کی دو یتیم بچیاں محترم منشی صاحب کی زیر کفالت تھیں۔ محترم باغ علی صاحب کی بیگم (حیات بی بی صاحبہ) منشی دانشمند خاں صاحب کی اہلیہ محترمہ راجیہ بی بی صاحبہ کی حقیقی بہن تھیں۔ ان کی تین بیٹیاں تھیں جن میں محترمہ اقبال بیگم صاحبہ، ممتاز بیگم صاحبہ، غلام بی بی صاحبہ اور ایک بیٹا محمد حسین صاحب تھے۔ اقبال بیگم صاحبہ شادی کی عمر کو پہنچیں اور اپنی پھوپھی کے صاحبزادے محترم منشی فیروزالدین صاحب ٹھکر کے عقد میں آئیں۔ آپ کی اولاد کی تفصیل محترم منشی فیروزالدین ٹھکر صاحب کے ذکر میں مفصلاً آئے گی۔

محترم الحاج امیر عالم صاحب کی تحریک پر آپ نے یہ زمین مسجد کے لئے وقف کی اور اپنے لئے ایک صدقہ جاریہ کا اہتمام کر دیا۔

وفات:

آپ بروز جمعرات 16 اپریل 1953ء کو فوت ہوئے اور احمدیہ مسجد کوٹلی کے ملحقہ قبرستان میں دفن ہوئے۔

اہلیہ:

آپ کی اہلیہ محترمہ راجیہ بی بی صاحبہ تھیں۔ آپ کی اولاد نہیں تھی۔ محترمہ راجیہ بی بی صاحبہ کی وفات یکم ستمبر 1974ء بروز اتوار ہوئی اور آپ بھی اپنے خاوندِ محترم کے ساتھ احمدیہ مسجد کے ملحقہ قبرستان میں دفن ہوئیں۔

الحاج امیر عالم صاحب اور منشی دانشمند ٹھکر صاحب

محترم الحاج امیر عالم صاحب

پیدائش:

آپ کا سن پیدائش 1898ء ہے۔ آپ کی پیدائش کوٹلی ریاست کشمیر میں ہوئی ہے۔ آپ کے والد محترم کا نام میاں کرم دین ٹھکّر تھا۔ اور والدہ کا نام حیات بی بی تھا۔ محترمہ حیات بی بی صاحبہ میاں کمال الدین صاحب امام و مدرّس بلیاہ مسجد کوٹلی آزاد کشمیر کی دختر تھیں۔

بیعت سے قبل احمدیت سے تعارف:

آپ ایک نیک اور خداترس خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ دین کی طرف لگاؤ اور مسجد کے ساتھ وابستگی تو گویا آپ کی گھٹی میں شامل تھی۔ آپ کے والد اور آپ کے نانا دونوں

بلیاہ مسجد سے گہرا تعلق رکھتے تھے۔ اسی مناسبت سے آپ بھی اپنی نوخیز عمری سے ہی اس مسجد کے مہتممین میں سے تھے۔ حضرت مولوی محبوب عالم صاحب رضی اللہ عنہ جو کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی تھے اور ایک صاحب کشوف و الہام بزرگ تھے۔ محترم ماسٹر صاحب کا آپ کے ساتھ تعلق بہت پرانا تھا۔ حضرت مولوی صاحب کا سنّ بیعت 1906ء ہے۔ اور آپ کی وفات 4 جنوری 1924ء میں ہوئی۔ حضرت مولوی محبوب عالم صاحب رضی اللہ عنہ کوٹلی میں تبلیغ کی غرض سے اپنے ایک رفیق مولوی اللہ دتہ صاحب کے ساتھ 1914ء میں آئے۔ اس تبلیغی دورہ میں آپ کے ساتھ ماسٹر امیر عالم صاحب کی تلخ کلامی بھی ہوئی جس کی تفصیل ماسٹر امیر عالم صاحب کے اپنے بیان سے ملتی۔ اس کا ذکر آئندہ آئے گا۔

اس حساب سے معلوم ہوتا ہے کہ ماسٹر امیر عالم صاحب کا اوّل اوّل تعارف جماعت احمدیہ سے 1914ء سے قبل ہوا۔ اسی وجہ سے ماسٹر امیر عالم صاحب کو حضرت مولوی صاحب کا بلیاہ مسجد میں آنا اور تبلیغ کرنا ناگوار گزرا۔

ماسٹر صاحب کے احمدیت کے ساتھ تعارف کے بارہ میں کے فرزند ڈاکٹر محمد ظفر کلیم صاحب اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:۔

"کوٹلی سے آپ (الحاج ماسٹر امیر عالم صاحب) ٹیلرنگ کے سلسلہ میں راولپنڈی جایا کرتے تھے جہاں ان کے استاد کی دکان کوئی احمدی دوست اخبار الفضل (الفضل کا اجراء جون 1913ء میں ہوا) لایا کرتے تھے، جو کہ وہاں سنائی جاتی تھی اور باقی سامعین کی طرح اباجان بھی سنا کرتے تھے۔ جس سے انہیں احمدیت اور حضرت مسیح موعود علیہ

السلام کے بارہ میں معلومات سے آگاہی ہوئی۔اس مجلس میں الفضل کا سننا ان کے دل میں احمدیت کے لئے ایک بیج کاکام کرگیا۔" (الحاج مسٹر امیر عالم صفحہ 8)

- ایک روایت مولوی عبدالوہاب شاہد صاحب (مربی سلسلہ و سابق امیر و مشنری انچارج تنزانیہ ۔مغربی افریقہ)نے اپنے دادا جان حضرت مولوی محبوب عالم صاحب رضی اللہ عنہ (صحابی حضرت مسیح موعودعلیہ السلام) کے حوالہ سے بیان فرمائی ہے، آپ کو یہ بات خود الحاج ماسٹر امیر عالم صاحب نے خود بتائی۔مولاناصاحب فرماتے ہیں:۔

"محترم حاجی امیر عالم صاحب نے خاکسار عبدالوہاب شاہد سے آبدیدہ ہوکر بیان کیا کہ آپ کے دادا حضرت مولانا محبوب عالم رضی اللہ عنہ ایک خدارسیدہ بزرگ اور ولی اللہ تھے۔میرا ان سے بڑا قریبی اور پیار کا تعلق تھا۔مگر ان کے احمدی ہوجانے کی وجہ سے یہ تعلق ٹوٹ گیا۔اور پیار نے نفرت اور عداوت کاروپ دھار لیا مگر ان کاجو مجھ سے پیار تھا اس میں کوئی فرق نہ آیابلکہ بڑھتا گیا۔اور مجھے احمدیت جیسی عظیم نعمت سے متمتع کرنے کے لئے ہر ممکن کوشش کرتے رہے۔بالآخر میری خوش نصیب گھڑی آ پہنچی اور میں احمدیت کی آغوش میں آگیا۔واقعہ یوں ہوا کہ ایک دفعہ حضرت مولانا محبوب عالم رضی اللہ عنہ نے کوٹلی محلہ بلیاہ کی مسجد میں نماز ادا کی۔ میں نے انہیں دھکے دے کر باہر نکال دیا اور خوب گالیاں دیں اور مسجد کو بھی دھویا کہ ناپاک ہوگئی ہے۔ میں جتنا غصہ برسایا آپ نے اتنے ہی پیار سے اور مسکراتے ہوئے فرمایا کہ،

"امیر عالم آپ احمدی ہو گئے ہیں!"

اس پر مجھے اور زیادہ طیش آیا اور جو منہ میں آیا کہہ ڈالا مگر شائد یہ نیک ساعت تھی۔ آپ کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ آسمان پر قبول ہو گئے اور میری احمدیت کی مخالفت کی آگ ٹھنڈی ہو گئی۔ اور پھر کچھ عرصہ بعد باقاعدہ بیعت کر کے احمدیت میں شامل ہو گیا۔ یہ حضرت مولانا محبوب عالم رضی اللہ عنہ کی مشفقانہ دعائیں ہی تھیں جو میں احمدی ہو گیا ورنہ میرا باقی سارا خاندان احمدیت کا مخالف ہے۔" (الحاج مسٹر امیر عالم صفحہ 27)

- مندرجہ بالا روایت ایک بار حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ایک اردو کلاس میں بھی بیان فرمائی تھی۔
- پھر اس کے بعد الحاج امیر عالم صاحب نے اپنے ایک بیان میں احمدیوں کی خدمت اسلام اور اس کے دل میں گہرا اثر کرنے کے بارہ میں لکھتے ہیں:

"1918ء میں راولپنڈی میں مولوی عبد الحق ودیارتھی اور پنڈت رامچندر دہلوی کا مناظرہ ہوا جس سے میرے قلب پر احمدیوں کی قوت گویائی اور خدمت اسلام کا گہرا اثر پڑا۔" (تاریخ احمدیت جموں و کشمیر از کاشمیری صاحب صفحہ 153)

- 1922ء میں کوٹلی میں (انجمن اسلامیہ کوٹلی کے زیر اہتمام) اسلام کی خوبیوں پر اور اسلام پر آریوں کی بڑھتے اعتراضات کے رد میں جلسہ کروایا گیا۔ اور آپ چونکہ مولوی عبد الحق ودیارتھی کا مناظرہ راولپنڈی میں دیکھ چکے تھے اس لئے عبد الحق ودیارتھی (احمدی مبلغ) کو کوٹلی بلایا گیا۔ اس سلسلہ میں

آپ لاہور گئے اور مولوی محمد علی صاحب (لاہوری) سے ملاقات کی اور درخواست کی کہ مولوی عبدالحق ودیارتھی صاحب کو کوٹلی میں اسلام کی خوبیاں اور آریہ مت کے رد کے لئے بھیجا جائے۔

راہ حق کے لئے اللہ سے متضرعانہ دعائیں اور الٰہی دستگیری:۔

آپ ایک بیان میں فرماتے ہیں:۔

"میں نے دعائیں کیں کہ اے اللہ! جس مرزا صاحب کے پیرو اس طرح اسلام کی خدمت کرتے ہیں اس کے بارے میں میری راہنمائی فرما۔کیا وہ جھوٹا ہو سکتا ہے۔؟"(تاریخ احمدیت جموں وکشمیر از کاشمیری صاحب صفحہ 153)

- **سن بیعت اولیٰ 1924ء بذریعہ خط**

یہ بات پہلے بیان کی جاچکی ہے کہ الحاج ماسٹر امیر عالم صاحب مولوی محمد علی صاحب امیر جماعت غیر مبائعین اور خواجہ کمال الدین صاحب سے ملاقات رکھتے تھے اور آپ نے شدھی تحریک کے دوران جلسوں کے انعقاد کے لئے انہی سے مشاورت کے بعد مناظروں اور دعوت و تبلیغ کے لئے علماء کو کوٹلی بلایا اور آریہ مت کے زورآور حملوں کو روکا۔اب جب سچائی کی راہ کے کھوج کے لئے آپ نے دعاؤں کا سلسلہ شروع کیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی حیرت انگیز طور پر دستگیری فرمائی۔ آپ نے ایک بیان میں ان خوابوں کا ذکر کچھ ایسے فرمایا۔

"1924ء کی بات ہے کہ ایک شب دیکھتا ہوں۔ایک بہت بڑی شاہراہ ہے جس پر یوروپین اور دیسی لوگ پیدل اور سوار موٹروں پر اور دیگر سواریوں پر بکثرت چلتے ہیں۔پھر ایک اور راستہ ہے جو بہت تنگ و تاریک ہے جگہ جگہ گڑھے ہیں۔ جنگل اور درندے ہیں بڑا بھیانک راستہ ہے۔پھر اس کی یہ تفہیم ہوئی کہ حضرت مرزا صاحب پہلی راہ پر گامزن ہیں اور یہ سڑک بآسانی بلا روک ٹوک منزل مقصود تک پہنچانے والی ہے اور دیگر راستے خطرات سے پُر ہیں۔ایک اور خواب بھی آیا۔اس سے بھی یہ معلوم ہوا کہ میں غلط راستہ پر ہوں۔ان دو خوابوں کے بعد میں نے بذریعہ خط مولوی محمد علی صاحب لاہوری کی بیعت کی۔"(تاریخ احمدیت جموں و کشمیر از کاشمیری صاحب صفحہ 153)

آپ قریباً دو سال یعنی 1924ء سے 1926ء تک لاہوری جماعت میں رہے مگر آپ کو کوئی خاطر خواہ تسلی نہیں ہوئی۔ آپ فرماتے ہیں۔

"مستری الہ دین صاحب جو قادیانی (جماعت احمدیہ مبائعین سے تعلق رکھتے تھے) تھے اور ہمارے علاقہ کوٹلی میں ٹھیکے کا کام کرتے تھے سے تعارف ہوا۔وہ مجھے گاہے گاہے الفضل اخبار مطالعہ کے لئے دیا کرتے تھے اور قادیان جانے اور اصل منبع تک پہنچنے کی تحریک کرتے رہتے۔میں نے پھر دعائیں شروع کیں۔" (تاریخ احمدیت جموں و کشمیر از کاشمیری صاحب صفحہ 154)

ان دعاؤں کے بعد اللہ تعالیٰ نے گویا آپ کا ہاتھ پکڑ کر جماعت احمدیہ مسلمہ مبائعین کی طرف ہدایت کی۔

سن بیعت ثانیہ۔۔۔1926ءبمقام قادیان دارالامان

آپ کے فرزند ڈاکٹر محمد ظفر کلیم صاحب مرحوم لکھتے ہیں:۔

"احمدیت کے بارے میں تحقیق اور دعاؤں کے ضمن میں ایک بار والد صاحب نے بتایا تھا کہ وہ کوٹلی سے امرتسر گئے۔ رات کو لاہور کی کسی مسجد میں سوئے تو خواب میں دیکھا کہ جماعت ہو رہی ہے اور میں جلد از جلد وضو کر کے اس میں شامل ہوتا ہوں اور جب امام سلام پھیرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحب تو مرزا غلام احمد قادیانی ہیں پھر ان ایک خواب جو کہ انہوں نے زبانی بھی بتائی اور ان کی ڈائری میں بھی درج تھی، یوں ہے، رات کو خواب میں دیکھا کہ ایک عالیشان مسجد جو کہ مکہ و مدینہ کے علاقہ میں واقع ہے وہاں منبر پر نبی پاک حضرت محمد ﷺ تشریف فرما ہیں ان کے دائیں طرف ذرا نیچے چھوٹا تخت ہے جس پر حضرت مرزا صاحب بیٹھے ہیں، بہت دور تک لوگ مجلس میں بیٹھے ہوئے ہیں اور حضور اکرم ﷺ نے اپنا دایاں ہاتھ حضرت مرزا صاحب کے کندھے پر رکھتے ہوئے فرمایا کہ یہ میرا امام مہدی ہے یہ مرزا غلام احمد قادیانی ہیں ان کی بیعت کرو

اور ان کی جماعت میں شامل ہو جاؤ۔ چنانچہ میں جذبات مسرت سے سرشار ہو کر آمین کہتا ہوں اور آنکھ کھل جاتی ہے۔ اس کے بعد میں نے جماعت احمدیہ قادیان میں شامل ہونے کے لئے بیعت کا خط حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی خدمت میں تحریر کیا۔ دو تین دن بعد جلسہ سالانہ میں شمولیت کی نیت سے کوٹلی سے پیدل چل کر 39 میل کی مسافت طے کرنے کے بعد میرپور پہنچا اور یہاں گھکھڑوں والی مسجد میں رات بسر کی اور ایک ایمان افروز خواب دیکھا۔ میں نے دیکھا کہ جمعہ کی نماز کی تیاری ہو رہی ہے اور امام کے پیچھے بے شمار لوگ کھڑے ہیں اور میں وضو کر رہا ہوں اتنے میں امام صاحب کو کسی نے قرآت میں لقمہ دیا اور میں نے بھی اونچی آواز سے وہی لفظ کہا تا کہ امام اس امر سے مطلع ہو جائے کہ ایک شخص وضو کر رہا ہے اور میں خواب میں کہتا ہوں آج انشاء اللہ جماعت مل جائے گی ۔کیونکہ امام صاحب نے کافی لمبی سورۃ شروع کر رکھی تھی۔ میں نے جلدی جلدی وضو مکمل کیا اور جماعت میں شامل ہو گیا۔ بیدار ہونے پر میرا دل یقین سے بھر گیا کہ میں نے جو بیعت کا خط حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کو لکھا ہے وہ قبول ہو گیا ہے اور میں اب سچی جماعت میں شامل ہو گیا ہوں۔ جلسہ سالانہ قادیان میں شمولیت کے بعد جب واپس آیا تو تمام عزیزوں، رشتہ داروں اور شہر کے لوگوں کو علم ہو گیا کہ میں جماعت احمدیہ میں شامل ہو گیا ہوں۔" (الحاج مسٹر امیر عالم صفحہ 10،11)

آپ نے خط کے ذریعے بیعت کی پھر خود قادیان جا کر دستی بیعت سے بھی مشرف ہوئے۔ مولوی اسد اللہ کاشمیری صاحب اپنی کتاب "تاریخ احمدیت جموں و کشمیر" میں لکھتے ہیں:۔

"رؤیا کی بناء پر 1926ء میں قادیان جاکر بیعت خلافت کی ان کے ساتھ ہی کرم دین صاحب کھوکھر نے بھی اسی موقعہ پر قادیان میں بیعت کرلی۔" (تاریخ احمدیت جموں وکشمیر از کاشمیری صاحب صفحہ 140)

بیعت کے بعد مخالفت اور "برق آسمانی بر ٹولہ قادیانی" کی اشاعت:

میاں جھنڈا راٹھور صاحب محترم الحاج امیر عالم صاحب کے خسر تھے۔اور شیخ فضل الٰہی صاحب ان کے برادر نسبتی تھے۔الحاج امیر عالم صاحب کے احمدی ہونے پر ان کی مخالفت میں ان کے سسرالی رشتہ دار صف اوّل میں کھڑے نظر آتے ہیں۔میاں جھنڈا راٹھور صاحب نے پہاڑی زبان میں ایک بہت دلآزار منظوم کتابچہ بعنوان " برق آسمانی بر ٹولہ قادیانی" لکھنا شروع کیا مگر اس کو مکمل نہ کرپائے۔ان کے بیٹے شیخ فضل الٰہی صاحب نے اس کو پلندری کے ایک مولوی شیر علی سے مکمل کروایا۔یہ کتابچہ کوئی باقاعدہ شائع نہ ہوا۔اس کی چند کاپیاں چھپوائی گئیں اور احمدیوں میں تقسیم کی گئیں۔

میاں جھنڈا خاں راٹھور صاحب کی احمدیت دشمنی کے حوالہ سے ایک روایت قارئین کی دلچسپی سے خالی نہیں ہوگی۔

مکرم شکیل احمد راٹھور صاحب (جو کہ میاں جھنڈا راٹھور صاحب کے پوتے ہیں) نے مجھ سے بیان کیا کہ

"1989ء کا جو صد سالہ جشن تشکر کا جلسہ تھا۔اس پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے حضرت مولوی محمد حسین صاحب سبز پگڑی والے صحابی حضرت اقدس سیدنا مسیح موعود علیہ السلام کو خاص طور پر اس جلسہ کے لئے یوکے بلایا تھا۔جب وہ آئے تو میرے

ابا جان (غازی محمد صدیق صاحب) نے ان سے ملاقات کی اور اپنا تعارف کروایا، مولوی صاحب چونکہ ضعیف تھے اور کافی اونچا سنتے تھے، میرے ابا جان نے ان سے اونچی آواز سے کہا، "غازی محمد صدیق ولد میاں جھنڈا خاں راٹھور" اس پر حضرت مولوی صاحب نے حیرانگی سے فرمایا، "اوہ۔ آپ کیسے احمدی ہو گئے آپ کے والد تو احمدیوں کے بہت سخت خلاف تھے۔" اس پر ابا جان نے حیرانگی کا اظہار کیا کہ مولانا کو کئی سال پرانی باتیں ازبر ہیں اور جماعت کے معاندین کو بھی اچھی طرح جانتے ہیں۔"[7]

- **شیخ فضل الٰہی راٹھور صاحب کے اس منظوم کتابچہ کی اشاعت اور حکومت وقت کی امن عامہ کے خلل کی وجہ سے قانونی گرفت۔**

فضل الٰہی راٹھور صاحب نے اپنے والد کے منظوم کتابچہ "برق آسمانی بر ٹولہ قادیانی" کی چند ایک کاپیاں راولپنڈی سے شائع کروا کر کوٹلی اور راولپنڈی میں تقسیم کیں۔ بالخصوص اپنے احمدی رشتہ داروں کو گھر گھر جا کر یہ کتابچہ دیا گیا اور دل آزاری کا کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا گیا۔ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی اس توہین پر آپ کا الہام

اِنّیْ مھِین مَنْ اَرَادَ اِھَانَتَکَ

یعنی میں اس کو ذلیل و رسوا کر دوں گا جو تیری اہانت کا ارادہ بھی کرے گا۔ بڑی شان پورا ہوا، چنانچہ، شمس العلماء مولوی عتیق اللہ شاہ صاحب مفتی اعظم پونچھ انجمن تحفّظ ختم نبوت آزاد کشمیر نے 24 صفحات پر مشتمل ایک کتابچہ بعنوان "آزاد کشمیر میں مرزائیوں

[7] انٹرویو بذریعہ موبائل، مؤرخہ 30 دسمبر 2023

کے ہتھکنڈے" لکھا۔اس میں شیخ فضل الٰہی صاحب کی "حرکات" پر کچھ باتیں سپرد قرطاس کی ہیں۔ آپ لکھتے ہیں:

"اس غایت درجہ موقع پرست اور بے حد چالاک ٹولہ کا تازہ شکار کوٹلی کا بے چارہ "فضل الٰہی" ہے۔ جو مرزائیاں کوٹلی کا رشتہ دار اور مسلمانان کوٹلی کے نزدیک غیر دیانتدار ہونے کی پاداش میں راندہ جماعت قرار پاچکا تھا۔ اس نمدہ بدھ کو خدا جانے کون سے سبز باغ دکھا کر اسے ایک اخبار کا مالک و مدیر بنا دیا گیا ہے۔ لیکن مدیر صاحب کے ذاتی کردار اور قابلیت کا یہ عالم ہے کہ آپ کوٹلی کی انجمن اسلامیہ کے نام نہاد صدر کی حیثیت سے انجمن کے رجسٹرات نکاح خوانی کی فیس کے ہزاروں روپے کے علاوہ تعمیر مسجد فنڈ کا بہت سارو پیہ ہضم کر چکے ہیں اوراپنی اس شرمناک خیانت کی وجہ سے جماعت سے نکالے گئے ہیں اور شاید ہی درست طور پر اپنا نام لکھ سکتے ہوں۔ اخبار کے ادار یہ تحریر کے ایک اور رکن ابھی کل تک سڑکوں پر کھڑے ہو کر سانڈے کا تیل بیچا کرتے تھے۔ اب قادیانی نبی کی طرح پہلی چھلانگ میں حکیم، ایڈیٹر اور نہ جانے کیا کچھ بن چکے ہیں اور کیا کچھ بننا چاہتے ہیں۔ مالک و مدیر نوائے کشمیر فضل الٰہی کے ذمہ قومی فنڈ سے تقریباً ۱۰ ہزار روپیہ ہے۔ گزشتہ ستمبر میں جب قوم نے اس رقم کا مطالبہ کیا تو صاف مکر گئے۔ مسلمان عوام سوائے اس کے سر دست اور کرہی کیا سکتے تھے کہ انہیں غبن اور قومی غداری کے الزام سے خارج از جماعت کر کے حق تعالیٰ کے فیصلہ کا انتظار کریں۔ جو ایسے بے وفایان ملت اور غداران قوم کو بالآخر ذلیل ورسوا کرتا ہے۔ "(آزاد کشمیر میں مرزائیوں کے ہتھکنڈے از مفتی عتیق اللہ کشمیری۔ احتساب قادیانیت جلد 49 صفحہ 26)

الحاج امیر عالم صاحب کا پونچھ میں جماعت کے استحکام میں کردار:

محترم خواجہ عبد الغفار ڈار صاحب مرحوم اس بارہ میں لکھتے ہیں:۔

"پونچھ شہر میں 1931ء سے ہی جماعت قائم تھی۔۔۔حاجی امیر عالم صاحب کا کوٹلی سے پونچھ میں اپنے بھائیوں کے پاس آمد ورفت کا سلسلہ قائم تھا۔ چونکہ وہ دعوت الی اللہ میں زیادہ دسترس رکھتے تھے اس طرح پونچھ کی جماعت کے قیام و استحکام میں بھی ماسٹر امیر عالم صاحب کا بھی عمل دخل رہا ہے۔"(داستان کشمیر صفحہ 255)

آپ کا سفر بغداد

کوٹلی میں آپ شروع شروع میں تنگدست تھے۔ آپ نے اپنے مالی حالات کو بہتر بنانے کے لئے بغداد تک کا سفر کیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا یہ سفر 1935ء کے بعد کا ہے۔ مجھے ان کی صاحبزادی محترمہ امتہ الحفیظ صاحبہ نے بتایا کہ انہوں نے اپنے بڑے بھائیوں میں سے کسی سے سنا، "ایک روز ابا جان نے اپنے بیٹے اور میرے بھائی غازی محمد امین صاحب سے فرمایا کہ "میں بغداد جانا چاہتا ہوں تا کہ کچھ مالی آسودگی بھی حاصل ہو اور زیارات بھی ہو جائیں (یہ بات یاد رہے کہ محترم الحاج امیر عالم صاحب سنی العقیدہ تھے اور آپ عبد القادر جیلانی وغیرہ صوفیاء بزرگان سے عقیدت رکھتے تھے۔) تو تم گھر میں رکو اور میں ان چھوٹے لڑکوں میں سے کسی کو ساتھ لے جاتا ہوں۔' اس پر بھائی امین نے عرض کی 'لالہ جی! میں آپ کے ساتھ جاؤں گا۔ منظور اور ظفر پڑھائی میں تیز ہیں ان کو پڑھنے دیجئے۔ (محترم محمد منظور احمد ایڈووکیٹ صاحب بعد میں آزاد کشمیر کے مایہ

ناز وکیل بنے اور محترم ڈاکٹر محمد ظفر کلیم صاحب کوٹلی کے پہلے کولیفائیڈ ڈاکٹر بنے۔)سو بھائی امین اباجان کی سلائی مشین لے کر اباجان کے ساتھ بغداد روانہ ہوئے۔"[8]

بغداد میں آپ نے چند سال گزارے مگر وہاں بھی کشائش رزق میسر نہ آئی۔ پھر آپ مع اپنے فرزند غازی محمد امین صاحب واپس کوٹلی تشریف لے آئے۔

ہجرت بطرف جموں اور جموں میں قیام: 1939ء تا 1943ء

1939ء میں الحاج ماسٹر امیر عالم صاحب رزق روزی کی تلاش میں مع اہل وعیال جموں تشریف لے گئے۔ یہیں سے آپ نے مع اہل و عیال جلسہ سالانہ قادیان میں خلافت ثانیہ کی سلور جوبلی کے بابرکت موقع پر شرکت کی۔

آپ کے جموں میں حالات کے بارہ میں ایک بار آپ نے خود مولانا محمد الدین شاہد صاحب مرحوم مربی سلسلہ کو بتایا،

" مالی لحاظ سے ابتداء میں تنگ دست تھے۔ چنانچہ آپ ابتداء میں درزی کا کام کرتے تھے۔ بڑھئی کا کام بھی کیا، مجھے فرماتے تھے۔ مربی صاحب! میں کوٹلی اپنے وطن کو چھوڑ کر کوئٹہ گیا پھر کوئٹہ میں میرا کام نہ چلا تو بغداد شریف گیا کچھ زیارت کا شوق تھا کچھ یہ کہ کاروبار وہاں کروں گا۔ مشین کاندھے پر رکھی اور وہاں پر بھی میرا کام نہ چلا۔ اور وہاں سے پھر واپس آیا اور جموں آکر ایک ہندو کی دکان پر کاروبار کرنے لگا۔ ہندو اچھا آدمی تھا اور کپڑے کا کام کرتا تھا اور جیسا کہ عموماً دوکانوں پر تھڑا ہوتا ہے وہاں بیٹھ کر درزی کا کام کرتا رہا۔ لیکن ساتھ ہی قریبی مسجد جاتا، پانچ وقت کی اذانیں کہتا نمازیں ادا کرتا اور

[8] انٹرویو مؤرخہ 29 دسمبر 2023، بمقام واٹفورڈ۔ یوکے

بعض اوقات امامت کے فرائض بھی سرانجام دیتا یہ اللہ کا فضل تھا جو آپ کے ساتھ شامل رہا۔ ایک دفعہ اتفاق ایسا ہوا کہ کئی دن تک سلائی کرانے والا نہ آیا اور گھر میں کچھ نہ تھا۔ دو دن فاقے میں گزرے۔ ایک دن ان کا بیٹا ظفر آیا اور اس نے آکر کہا کہ ابا جان! امی کہتی ہیں کہ اب تو فاقہ بہت ہی تنگ کر رہا ہے کچھ لائیں تا کہ پکایا جائے۔ آپ کہتے ہیں میں نے سنا تو مشین وہاں رکھی اور سیدھا مسجد چلا گیا اور سجدے میں گر گیا اور رو رو کر خدا سے دعا کی کہ

"خدایا! میں اپنی اولاد کو ذبح ہوتے دیکھ سکتا ہوں لیکن بھوکا مرتے نہیں دیکھ سکتا! تو نے اگر موت دینی ہے تو ویسے ہی دے دے۔"

یہ دعا کی کہ اسی اثناء میں لوگ نماز کے لئے جمع ہو رہے تھے غالباً عصر کا وقت تھا یا ظہر کا۔ وہ بھی بڑے حیران تھے کہ حاجی صاحب آج بڑے رو رہے ہیں اور چیخ و پکار کر رہے ہیں۔ میں سجدے سے اٹھا، سلام پھیرا اور باجماعت نماز پڑھی۔ گھر پہنچا تو بچہ بیٹھا ہوا تھا انتظار میں، کہ ابا ابھی آتے ہیں ابھی ہمیں پیسے دیتے ہیں۔ میرے پاس تو تھا ہی کچھ نہیں، میرے گھر پر ایک آدمی کھڑا ہوا تھا۔ میں نے اس کو کہا کہ بھائی! کیا بات ہے؟ کہنے لگا، 'جی میں فلاں مہاراجے کی فوج میں فوجی ہوں اور چھٹی پر آیا ہوں اور گھر جا رہا ہوں۔ میں نے کپڑے سلانے ہیں آپ مجھے کپڑے سی دیں'۔ میں نے کہا بہت اچھا۔ کہنے لگا نہیں میں آٹھ دن بعد کپڑا لے آؤں گا۔ میں نے کہا بہت اچھا، جب لے آئیں گے تو دیکھیں گے۔ اس نے دو روپے نکال کر مجھے دیئے اور کہا کہ یہ رکھ لیں سلائی۔ اور جب میں کپڑا لے آؤں تو آپ مجھے اس وقت سی دیں تا کہ مجھے دقّت نہ ہو۔ چنانچہ وہ چلا

گیا۔ میں اٹھا، کچھ مکئی کا آٹا خریدا اور کچھ اور چیزیں خریدیں اور گھر بھجوائیں۔ ادھر ایک عورت آگئی اس کے پاس ساگ تھا۔ اس نے کہا ماسٹر جی! میں غریب ہوں اور یہ میں ساگ دیتی ہوں اور اس کے بدلے مجھے کپڑا سی دیں وہ میں نے رکھ لیا اور کپڑا سینے لگا اور ظفر کو میں نے وہ چیزیں اور وہ ساگ دیا اور کہا۔ امی سے کہو کہ ہانڈی پکا دیں۔ چنانچہ اس طرح جموں میں گزر بسر ہوتا رہا۔" (الحاج مسٹر امیر عالم صفحہ 30 تا 32)

جموں سے کوٹلی کی طرف واپسی سن 1943ء:

الحاج امیر عالم صاحب 1943ء میں واپس کوٹلی آگئے۔ جموں میں قیام کے دوران آپ کی اولاد کچھ بڑی ہوگئی۔ بڑے بچے باروزگار ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ نے احمدیت کی برکت سے آپ کے حالات بہتر کر دیئے، ماسٹر صاحب فرماتے ہیں:۔

"اللہ تعالیٰ کا میں نے نظارہ دیکھا یعنی کہ جب دن پھرنے لگے تو جیسا کہ ہوتا ہے آدمی رات کو سوتا ہے اور صبح اٹھتا ہے۔ یہی حال ہوا کہ میرے اللہ تعالیٰ نے روحانی طور پر تو صبح کر دی مجھے احمدیت میں داخل کر دیا اور پھر ساتھ ہی میرے لئے سارے رزق کی برکتیں نازل کر دیں اور اتنا مجھے خدا نے دیا، اتنا خدا نے دیا کہ ستّر ستّر اسّی اسّی ہزار روپے میری جیب میں ہوتے۔"[9]

آزادی کشمیر میں آپ کی خدمات:

تحریک آزادی کشمیر کا آغاز 1931ء میں ایک بار پھر اپنے زور پر ہوا۔ اب کی بار اس کی کمان حضرت المصلح الموعود رضی اللہ عنہ کے مقدس ہاتھ میں تھی۔ الحاج امیر عالم صاحب

[9] انٹرویو از مولانا محمد دین شاہد صاحب مربی سلسلہ

اور ان کے برادران پہلے ہی حریت پسند تھے اور آزادی کے علمبر دار تھے۔اب حضور رضی اللہ عنہ کے صدر کشمیر کمیٹی بننے کے بعد آپ کی کوششوں میں تیزی آگئی۔

- مولوی اسد اللہ کاشمیری صاحب اس سلسلہ میں فرماتے ہیں:۔

"1931ء کے ریاست گیر خون خرابہ کے بعد لاتھر اور جارڈین کی تحقیقات کے دوران شیخ فضل الٰہی، مستری محمد عالم اور حاجی امیر عالم اہالیان کوٹلی کی سرگرم نمائندگی کرتے رہے۔ مستری محمد عالم کو قادیان بھیجا گیا۔ جس نے امام جماعت احمدیہ کی وساطت سے چوہدری ظفر اللہ خان ممبر ایگزیکٹو کونسل تک رسائی حاصل کی اور اس طرح وائسرائے تک حالات گوش گزار کئے۔" (تاریخ احمدیت جموں و کشمیر از کاشمیری صاحب صفحہ 154،155)

- مولانا دوست محمد شاہد صاحب نے تاریخ احمدیت جلد 5 میں ریاست کشمیر میں آزادی کشمیر کے حوالہ سے کام کرنے والے احمدیوں کی ایک فہرست دی ہے جس میں آپ کو بھی شامل کیا گیا ہے، چنانچہ لکھتے ہیں۔

"ماسٹر امیر عالم صاحب۔ کوٹلی"

(تاریخ احمدیت جلد 5 صفحہ 441)

- الحاج ماسٹر امیر عالم صاحب کی کوششوں سے اہلیان کشمیر قادیان جاکر صدر کشمیر کمیٹی حضرت المصلح الموعود رضی اللہ عنہ سے راہنمائی لیتے اور واپس آکر اس راہنمائی کو عمل میں لاکر فائدہ اٹھاتے۔ چنانچہ مولانا دوست محمد شاہد صاحب، مؤرخ احمدیت نے تاریخ احمدیت جلد 5 میں ریاست کشمیر کے سرکردہ لیڈرز کی

ایک فہرست دی ہے جو قادیان جاکر حضور رضی اللہ عنہ سے آزادی کشمیر کے حوالہ سے راہنمائی لیتے۔ مولانا لکھتے ہیں۔

" قادیان ان دنوں تحریک آزادی کشمیر کا ایک اہم مرکز کی حیثیت اختیار کر گیا۔ چنانچہ اس زمانہ میں ریاست کے تمام بڑے بڑے لیڈر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی سے قیمتی مشورہ لینے اور راہنمائی حاصل کرنے کے لئے قادیان تشریف لاتے تھے۔ شروع شروع میں حضور کی ہدایت تھی کہ پریس میں ان کی آمد کا ذکر تک نہ کیا جائے۔ چنانچہ قادیان آنے والے بعض زعماء کے نام یہ ہیں۔ شیخ محمد عبداللہ (شیر کشمیر)۔۔۔ جناب چوہدری غلام عباس صاحب۔ جموں۔۔۔ مولوی محمد امین صاحب۔ بھمبر۔۔۔ ڈاکٹر امام الدین صاحب قریشی۔ میرپور، سید ولایت شاہ صاحب مفتی تحصیل راجوری، فتح محمد کریلوی علاقہ کوٹلی•، مفتی ضیاء الدین صاحب ضیاء۔ پونچھ، جی ایم صادق صاحب، مفتی عتیق اللہ صاحب۔ پونچھ وغیرہ" (از تاریخ احمدیت جلد 5 صفحہ 440و441)

• **جناب سردار فتح محمد خان کریلوی صاحب**

سردار فتح محمد خان کریلوی جن کا اوپر ذکر گزرا، 1899ء میں سردار فیروز خان صاحب کے ہاں پونچھ کی تحصیل مینڈھر میں کریلہ مجھان میں پیدا ہوئے۔ آپ ڈومال راجپوت قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ نے پونچھ پولیس سروس میں بطور سارجنٹ شمولیت اختیار کی۔ سردار فتح محمد خان کریلوی 1931ء میں ڈوگرہ حکومت کے خلاف پہلی بڑی بغاوت میں اپنے کردار کے لیے مشہور تھے۔ آپ 1935ء میں مینڈھر ضلع پونچھ سے جموں وکشمیر پرجا سبھا (عوامی اسمبلی) کے رکن منتخب ہوئے۔ آپ کے بڑے بیٹے سردار سکندر حیات خان آزاد جموں وکشمیر کے دوبار صدر اور وزیر اعظم رہے۔ آپ کے چھوٹے بیٹے سردار نعیم خان سابق وزیر اور آزاد جموں وکشمیر کونسل کے رکن تھے ان کے ایک چھوٹے بیٹے سردار سرفراز خان ریٹائرڈ پرنسپل رہے ہیں۔ آپ کے پوتے سردار فاروق سکندر بھی سابق وزیر اور آزاد جموں وکشمیر کونسل کے رکن رہے ہیں۔ پونچھ میں جب بڑی بغاوت ہوئے تو آپ کے خلاف ڈوگرہ حکومت نے آپ کے وارنٹ گرفتاری جاری کئے اور آپ کا خون ہدر کیا۔ آپ کی وفات 1989ء میں ہوئی۔

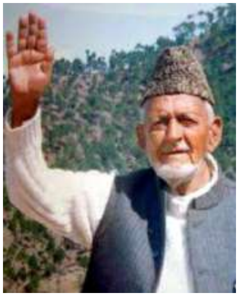

سردار فتح محمد کریلوی مرحوم

آزاد کشمیر کی حکومت کے قیام میں خدمات:

- سردار گل احمد خان کوثر سابق چیف پبلسیٹی آفیسر جمہوریہ حکومت کشمیر کا بیان ہے کہ

"یکم اکتوبر 1947ء کو جونا گڑھ میں متوازی حکومت کا اعلان کیا گیا اور نواب جونا گڑھ کو معزول کیا گیا۔ جناب مرزا بشیر الدین محمود احمد نے دیکھا کہ یہی وقت کشمیریوں کی آزادی کا ہے تو آپ نے کشمیری لیڈروں اور ورکروں کو بلایا۔ میٹنگ میں یہ فیصلہ ہوا کہ مفتی اعظم ضیاء الدین ضیاء کو عارضی جمہوریہ کا صدر بنایا جائے مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ اس کے بعد ایک اور نوجوان قادری صاحب کو کہا گیا۔ اس نے بھی انکار کیا۔ آخر میں قرعہ خواجہ غلام نبی گلکار انور کے نام پڑا۔ 2 اکتوبر 1947ء کو گجرات میں ایک اور میٹنگ ہوئی جس میں غضنفر علی خان سے مشورہ

ہوا۔ بمشورہ ملک عبدالرحمن خادم گجراتی پلیڈر مسودہ تیار کیا گیا۔ اسکی نقل بذریعہ ماسٹر امیر عالم کوٹلی اور چوہدری رحیم داد• (حال جج ہائی کورٹ آزاد کشمیر) حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لاہور بھیج دیا گیا۔" (اخبار ہمارا کشمیر (مظفر آباد 4) اکتوبر 1954ء)

چیف جسٹس (ر) چوہدری رحیم داد خان

جناب خواجہ عبد الغفار ڈار صاحب ریاست جموں و آزاد کشمیر میں حکومت کے قیام کے

•چیف جسٹس (ر) چوہدری رحیم داد خان صاحب

اس مندرجہ بالا حوالہ میں جناب چوہدری رحیم داد صاحب کا ذکر ہوا۔ مسٹر جسٹس (ریٹائرڈ) چوہدری رحیم داد خان (مرحوم) آزاد جموں وکشمیر کے سپریم کورٹ کے بانی چیف جسٹس تھے۔ آپ کی پیدائش کوٹلی کے ایک گاؤں چوکی مونگ، ضلع کوٹلی میں 24 جنوری 1916ء میں ہوئی۔ انہوں نے اپنی اعلیٰ تعلیم LLB اور MA علیگڑھ یونیورسٹی، بھارت سے حاصل کی۔ 24 اکتوبر 1947 کو جموں و کشمیر کے آزاد حکومت کی بنیاد پر، انہیں سب جج مقرر کیا گیا۔ سب جج کے بعد آپ سیشن جج بنے۔ اس کے بعد، انہیں دسمبر 1964ء میں آزاد جموں وکشمیر کے ہائی کورٹ کا جج بنایا گیا۔ پھر جون 1974ء میں آپ آزاد جموں وکشمیر کے ہائی کورٹ کے چیف جسٹس مقرر ہوئے۔ پھر آپ کو 1978ء میں سپریم کورٹ آف آزاد جموں وکشمیر کا پہلا چیف جسٹس بنایا گیا۔ آپ اکتوبر 1980ء میں ریٹائر ہوئے اور آپ کا انتقال 2004ء میں ہوا۔ آپ کو آپ کے آبائی گاؤں چوکی مونگ، ضلع کوٹلی آزاد جموں وکشمیر میں دفن کیا گیا۔

بارہ میں لکھتے ہیں:۔

"ریاست جموں و کشمیر جب سالم کی سالم ہری سنگھ کی ڈوگرہ حکومت اور شیخ عبد اللہ گٹھ جوڑ زمانہ میں کانگریس اور بھارت کے انگریز گورنر کی سازش سے بھارت کے قبضہ میں جا رہی تو اس وقت جو 4 اکتوبر 1947ء کا اعلان آزادی ہوا ہے جس اعلان کی آخری منظوری کارتن باغ لاہور سے ہوتے ہوئے راجہ غضنفر علی معروف مسلم لیگی لیڈر اور حکومت پاکستان کے وزیر سے مشورہ ہوا تو حاجی امیر عالم اپنے ایک اور کوٹلی کے مخلص مسلم کانفرنسی نوجوان چوہدری رحیم داد خان صاحب کے ساتھ اس مشورت میں شامل تھے۔ یہ 2 جون کا واقعہ ہے۔ 4 اکتوبر کو یہ اعلان آزادی حاجی امیر عالم صاحب کی موجودگی میں ہوا۔" (داستان کشمیر صفحہ 258)

راقم الحروف چوہدری رحیم داد صاحب ان کو ان کے گھر سن 2002ء میں ملا اور تمام بیان کردہ واقعات کی تصدیق کروائی۔ آپ نے فرمایا کہ

"میں اور امیر عالم صاحب، خلیفہ بشیر الدین صاحب (جتنی بار بھی چوہدری صاحب نے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کا نام لیا ایسے ہی لیا) کے ساتھ میو ہسپتال، لاہور کے قریب ایک بلڈنگ میں ملاقات کی۔ تحریک آزادی کے بارہ میں تفصیلاً بات ہوئی۔ میں حیران ہوا کہ آپ کو کشمیر کی بہت معلومات تھیں۔ بہر حال خلیفہ بشیر الدین صاحب نے اسی وقت مبلغ دو ہزار روپے نکال کر ایک ہزار مجھے دیا تا کہ کشمیریوں کو Organize کیا جائے اور ایک ہزار روپے امیر عالم صاحب کو دیئے تا کہ اس تحریک کی جدوجہد میں ضروری سامان خرید اجائے۔"

آپ نے اس انٹرویو میں یہ بھی فرمایا کہ

"میں آپ کے خلیفہ صاحب سے ملا اور قادیان بھی گیا۔ بڑے مرزا صاحب کی قبر پر بھی گیا۔ مجھے سلسلہ احمدیہ بہت اچھا لگا بس صرف دو ایسی باتیں ہیں جن کی مجھے سمجھ نہیں آئی۔ ایک تو جماعت احمدیہ کا جہاد پر مؤقف اور دوسرا جب میں قادیان گیا، وہاں کی گلیوں بازاروں میں گھوما اور مرزا صاحب کی قبر پر بھی گیا میری (روحانی) حالت ویسی نہیں ہوئی جیسی میری حالت مدینہ کی گلیوں میں گزرتے ہوئے ہوتی ہے۔ یا حضور اکرم ﷺ کے روضہ مبارک پر جانے سے ہوتی ہے۔"

میں نے ان کو ان دونوں باتوں کا جواب اپنی کم علم بساط کے مطابق دیا۔ پہلی بات کا جواب یہ دیا کہ آپ نے ابھی جماعت کی تحریک آزادی کے حوالہ سے تاریخی باتیں بتائیں کہ کیسے جماعت احمدیہ اس جہاد میں شامل رہی اور باقی مذہبی و سیاسی جماعتوں سے زیادہ Forefront پر آکر جدوجہد کرتی رہی۔ جماعت کا جہاد پر مؤقف انہی شرائط کے ساتھ ہے جو آنحضرت ﷺ نے بیان فرمائیں۔ دوسری بات کا جواب یہ دیا گیا کہ یہ (روحانی) حالت ایمان کے ساتھ جڑی ہوئی ہے۔ آپ کسی مخلص احمدی سے یہ سوال کریں کہ تمہاری قادیان کی گلیوں میں پھرتے ہوئے اور مرزا صاحب (علیہ السلام) کے روضہ پر جا کر کیسی حالت ہوتی ہے؟ یہ جوابات سن کر وہ خاموش ہو گئے اور اس بارہ میں سوچنے لگے۔[10]

[10] یہ انٹرویو میں نے نومبر 2002ء میں چیف جسٹس (ر) چوہدری رحیم داد صاحب کے ہاؤسنگ اسکیم کوٹلی میں ان کی کوٹھی پر لیا۔

کشمیر کی سرکردہ شخصیات کی جان بچانے میں مثالی کردار

- جیسا کہ اوپر بیان ہوا کہ سردار فتح محمد خان کریلوی کے وارنٹ گرفتاری جاری ہوئے اور آپ کا خون ہدر ہونے کے احکامات بھی جاری ہوئے تو اس وقت الحاج امیر عالم صاحب کریلوی صاحب کو قادیان لے گئے اور وہاں آپ کو پناہ ملی۔ آپ کچھ عرصہ وہاں رہے اور جماعت سے بہت متاثر ہوئے۔ خواجہ امیر قیصر داؤد صاحب نے ایک دلچسپ بات بتائی کہ جب ان کے والد محترم داؤد احمد ٹھکر صاحب ابن الحاج امیر عالم صاحب کی وفات ہوئی تو جناب سردار سکندر حیات خان صاحب (جو سردار فتح محمد کریلوی صاحب کے بیٹے ہیں) نے بتایا کہ میرے والد محترم جماعت احمدیہ سے اتنا متاثر ہوئے کہ جب میری پیدائش ہوئی تو خلیفہ صاحب (حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ) نے میرا نام "بشیر" رکھا۔ جو میٹرک تک میرا نام رہا۔ میٹرک کے بعد میرے ایک ماموں نے اس کو بدل کر " سکندر حیات" رکھ دیا۔
- نذیر حسین شاہ ایڈووکیٹ صاحب آف پونچھ سابق وزیر مالیات آزاد کشمیر کے وارنٹ گرفتاری 1947ء میں جاری ہوئے اور ڈوگرہ حکومت نے آپ کو گولی مارنے کے احکامات دیئے اور ساتھ یہ احکامات بھی دیئے کہ جو ان کو پناہ دے گا اس کو بھی گولی مار دی جائے۔ جب آپ پونچھ سے جان بچا کر کوٹلی آئے تو الحاج ماسٹر امیر عالم صاحب نے آپ کو ماسٹر باقر علی صاحب کے گھر کڑتی (کوٹلی) میں ٹھہرایا۔ بعد ازاں آپ کو بحفاظت پاکستان لے گئے۔ اس طرح ان کی جان بھی ظالم ڈوگرہ حکومت سے بچائی۔

1947ء میں راولپنڈی کی طرف ہجرت اور فرقان بٹالین میں خدمات:

1947ء میں آزاد کشمیر میں جنگ جاری تھی۔ حکومت آزاد کشمیر کے قیام کے بعد جب کوٹلی کا دشمن فوج نے محاصرہ کیا ہوا تھا تو کوٹلی سے عوام الناس قریب کے قصبات و دیہات میں پناہ لے رہے تھے۔ جب دشمن کوٹلی میں داخل ہو گیا تو اہلیان کوٹلی ہجرت پر مجبور ہوئے۔ الحاج امیر عالم صاحب اپنے اہل خاندان کے ساتھ پیدل براستہ سہنسہ راولپنڈی ہجرت کر گئے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے آزادی کشمیر کے حوالہ سے گورنمنٹ پاکستان کی منظوری سے ایک بٹالین تشکیل دی جس کا مقصد پاک فوج کے شانہ بشانہ جہاد کشمیر میں اپنا کردار ادا کرنا تھا۔

جماعت احمدیہ نے حکومت پاکستان کے مطالبہ پر جون 1948ء میں محاذ کشمیر پر ایک رضا کار بٹالین بھجوائی۔ یہ فرقان بٹالین دو سال محاذ پر ڈٹی رہی۔ اس کی کمان حضرت مرزا ناصر احمد صاحب کے سپرد تھی جو بعد میں جماعت کے تیسرے خلیفہ ہوئے۔ اس میں تین ہزار رضار کار مجاہدین شامل تھے۔ فرقان بٹالین کے کام کے اختتام پر پاکستانی فوج کے کمانڈر ان چیف نے اپنے پیغام مورخہ 17 جون 1950ء میں کہا:۔

"دشمن نے ہوا پر سے اور زمین پر سے آپ پر شدید حملے کئے لیکن آپ نے ثابت قدمی اور اولوالعزمی سے اس کا مقابلہ کیا اور ایک انچ زمین بھی اپنے قبضہ سے نہ جانے دی۔" (تاریخ احمدیت جلد ششم۔ صفحہ 674,673)

اس محاذ پر بھی الحاج امیر عالم صاحب مع اپنے پسران حاضر ہوئے۔ چنانچہ مولوی اسد اللہ کاشمیری صاحب اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:۔

"امام جماعت احمدیہ حضرت مرزابشیر الدین محمود احمد نے احمدیہ فرقان بٹالین کے قیام کا اعلان فرمایااور جماعت کے دوستوں کو تحریک کی کہ وہ جنگ آزادی کشمیر میں عملی طور پر حصہ لیں۔اور یہ بھی اعلان فرمایا کہ جہاد میں عملاً حصہ لینے کا وقت آگیا ہے۔اس لئے جماعت احمدیہ کے افراد اس جہاد میں حصہ لیں۔حاجی صاحب مرحوم نے بھی اس جہاد میں حصہ لینے کا فیصلہ کر لیا۔چنانچہ آپ خود مع اپنے بیٹوں کے احمدیہ فرقان بٹالین کے ہیڈکوارٹر بمقام سرائے عالمگیر بغرض ٹریننگ حاضر ہوئے۔آپ کے ان تینوں بیٹوں کے نام یہ ہیں۔(1) محمد منظور احمد حال ایڈووکیٹ کوٹلی آزاد کشمیر(2) محمد ظفر کلیم ایم بی بی ایس ڈاکٹر کوٹلی آزاد کشمیر (3) محمود احمد مختار حال راولپنڈی۔" (تاریخ احمدیت جموں وکشمیر از کاشمیری صاحب صفحہ 157)

ریاست کشمیر کی جزوی آزادی کے بعد بھی اس کے مقبوضہ حصہ کی آزادی سے متعلق بھی الحاج امیر عالم صاحب نے اپنی کوششیں جاری رکھیں۔چنانچہ آپ کی ایک ڈائری سے مظہر ہے،

آپ نے مؤرخہ 28 جنوری 1957ءبروز سوموار حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی اور اس میں کشمیر کاز پر سیر حاصل گفتگو ہوئی۔محترم عبدالغفار ڈار صاحب فرماتے ہیں:۔

"حاجی ماسٹر امیر عالم صاحب کو یہ بھی اعزاز حاصل ہے کہ ربوہ میں جب کچے مکان ہوا کرتے تھے انہی ایام میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے امور کشمیر کے سلسلے میں ایک اہم میٹنگ ربوہ میں طلب کی جس میں آزاد کشمیر کے علاقے کی نمائندگی کا شرف ماسٹر امیر عالم صاحب کو حاصل ہوا۔"(الحاج مسٹر امیر عالم صفحہ 24)

اسی طرح 13 اپریل 1957ء کو جب سردار ابراہیم خان دوسری بار آزاد جموں و کشمیر کے صدر منتخب ہوئے تو الحاج امیر عالم صاحب نے آپ کو تہنیتی تار بھیجی۔ آپ اپنی ڈائری میں لکھتے ہیں:

"16 اپریل 1957ء: تار مبارکباد صدر آزاد کشمیر سردار محمد ابراہیم صاحب مظفر آباد۔"

ہر کشمیری بچہ ہر صبح اپنی آنکھوں میں آزادی کا خواب لے کر اٹھتا ہے۔ ایک بار آزادی کشمیر کے حوالہ سے آپ نے خواب میں دیکھا کہ اس کی آزادی کا اعلان جلد ہو گا۔ آپ لکھتے ہیں:۔

"20 اپریل 1957ء: مبشر خواب۔ خواب میں دیکھا کہ جس ملک میں ہم رہ رہے ہیں وہاں آزادی کا اعلان ہونے والا ہے۔ ذلک فضل اللہ۔"

حاجی امیر عالم صاحب کی صحافتی خدمات

- **ہفت روزہ "نوائے کشمیر"**

1951ء میں کوٹلی سے ایک ہفتہ وار اخبار "نوائے کشمیر" شائع ہونا شروع ہوا۔ اس کے مدیران میں ماسٹر امیر عالم صاحب اور شیخ فضل الٰہی راٹھور صاحب شامل تھے۔ کچھ عرصہ بعد اس کے مدیران میں جناب عبد الغفار ڈار صاحب مرحوم (مدیر اصلاح۔ سرینگر) بھی شامل ہوئے۔ یہ اخبار کشمیریوں کی جذبات کے ساتھ ساتھ علاقائی اور عوامی مسائل کی ترجمانی بھی کرتا تھا۔

- مفتی اعظم پونچھ شمس العلماء مولوی میر واعظ عتیق اللہ شاہ کشمیری انجمن تحفّظ ختم نبوت آزاد کشمیر (المتوفیٰ 1963ء) نے 24 صفحات پر مشتمل ایک کتابچہ بعنوان "آزاد کشمیر میں مرزائیوں کے ہتھکنڈے" لکھا۔ اس میں مفتی صاحب نے حاجی امیر عالم صاحب اور مولوی کرم دین صاحب کھوکھر کو جماعت احمدیہ کوٹلی کے "دو ستون" قرار دیا اور ساتھ ساتھ جماعت پر خوب دریدہ دہنی کی گئی۔ سر تا پا جھوٹے من گھڑت الزامات لگائے گئے۔ مذہبی طبقہ میں بالخصوص اور عوام الناس کے جذبات کو انگیخت کرنے کی بھونڈی سازش کی گئی اور گورنمنٹ سے احمدیوں کے خلاف سخت کاروائی کی درخواست کی گئی۔ بعد میں اس بدنام زمانہ کتابچہ نے " احتساب قادیانیت "میں بھی اپنی راہ بنا لی۔ (آزاد کشمیر میں مرزئیوں کے ہتھکنڈے از مفتی عتیق اللہ کشمیری۔ احتساب قادیانیت جلد 49 صفحہ 26)

اس غلیظ پر اپیگنڈے پر الحاج ماسٹر امیر عالم صاحب نے "نوائے کشمیر" میں ایک مفصل اور مدلل جواب لکھا۔

- یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ تاریخ احمدیت میں الحاج ماسٹر امیر عالم صاحب کے "نوائے کشمیر" میں لکھے ہوئے مضامین کے بعض تاریخی حوالے درج کئے گئے۔ (بحوالہ تاریخ احمدیت جلد 5 صفحہ 374)
- نوائے کشمیر نے کس طرح ان غیر احمدی معاندین کے دانت کھٹے کئے اور وہ اس کے بے نظیر دفاع اسلام اور صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نشانات

اور جماعت کی تعلیم سن کر لاجواب ہوئے مفتی اعظم پونچھ کا یہ حوالہ ان کی دندان شکنی کی خوب قلعی کھولتا ہے۔

"وہاں اب تحصیل کوٹلی ضلع میرپور میں ایک شیطانی چرخہ چلایا ہے۔ جس کا نام انہوں نے "نوائے کشمیر" رکھا ہے۔ یہ چیتھڑا جسے اخبار کہنا بھی درحقیقت اخبارات کی توہین ہے۔ فرقہ ،ضالہ مرزائیہ کے مکروہ مقاصد کی تبلیغ اور ناپاک ارادوں کی تکمیل کے لئے اگرچہ لاہور اور راولپنڈی ہی میں مرتب و مدون ہوتا ہے۔ تاہم اسے کوٹلی آزاد کشمیر سے شائع ہونا بیان کیا جاتا ہے اور علاقہ میں وسیع پیمانہ پر اس کی مفت تقسیم عمل میں لائی جاتی ہے۔ دجل و تلبیس کی مذکرۃ الصدر اشاعت کا معاملہ اگر صرف تحصیل کوٹلی تک ہی محدود ہوتا تو شاید ہم یہ سطور قلمبند کرنے کی ضرورت محسوس نہ کرتے۔ کیونکہ کوٹلی کے تقریباً تمام مرزائی جاہل مطلق ہیں۔ **اس لئے ان کے جواب کے لئے یہی کافی تھا کہ: "جواب جاہلاں باشد خموشی "البتہ اگر مرزائیوں کے کسی زرخرید غلام کو اسلام کے منافی ہرزہ سرائی میں مصروف پاتے تو خود بھی لاحول پڑھتے اور اپنے سادہ لوح بھائیوں کو رفع شر کے لئے یہی آزمودہ نسخہ بتاتے اور اسے حسب ضرورت استعمال کرنے کی تاکید کرتے۔"**[11]

- **ہفت روزہ "خورشید"**

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی ہدایت پر آل انڈیا کشمیر کمیٹی نے سرینگر میں ایک ہفت روزہ "اصلاح" جاری کیا۔ اس کے بند ہونے پر راولپنڈی سے ہفت روزہ "خورشید"

---

[11] آزاد کشمیر میں مرزئیوں کے ہتھکنڈے از مفتی عتیق اللہ کشمیری۔ احتساب قادیانیت جلد 49 صفحہ 27

شروع کیا گیا۔ اس اخبار کی ڈیکلیئریشن الحاج ماسٹر امیر عالم صاحب کے نام پر تھی۔ آپ کی خط و کتابت حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ سے اس ہفت روزہ کے بارہ میں ہوتی تھی۔ چنانچہ 21 اکتوبر سن 1957 کو آپ نے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کو اس کے متعلق خط لکھا۔ اس ہفت روزہ کا دفتر راولپنڈی میں "کشمیر ہاؤس تھا۔

حاجی امیر عالم صاحب مہاجرین کی آبادکاری اور فوڈ کمیٹی میں خدمات

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی ان خدمات کو مولوی اسد اللہ کاشمیری صاحب کے الفاظ ہی میں نقل کر دیا جائے۔ آپ فرماتے ہیں،

"حکومت پاکستان نے کشمیر کے مہاجرین کی آبادکاری کے لئے 1948ء میں سرکاری طور پر قائداعظم ریلیف فنڈ کے نام سے ایک فنڈ قائم کیا اور آبادکاری کے لئے ریفیوجی فوڈ کمیٹیاں بنائیں جن میں سرکاری اور غیر سرکاری ممبران شامل کر لئے گئے۔ غیر سرکاری ممبران ضلع راولپنڈی کی ریفیوجی کمیٹی کے لئے حاجی صاحب موصوف اور پیر ضیاء الدین اندرابی مرحوم غیر سرکاری ممبران کی حیثیت سے اعزازی طور پر کام کرتے رہے۔ اس کمیٹی کے تحت کشمیر کے طلباء کو وظائف دیئے گئے۔ نادار اور مستحق مہاجرین کی طرف سے مہاجرین کی آبادکاری کے لئے پیر صلاح الدین پی۔ سی۔ ایس مقرر تھے۔ آپ کو حاجی صاحب موصوف پر کافی اعتماد تھا۔ اس عرصہ میں حاجی صاحب موصوف نے بڑا کام کیا۔ کچھ عرصہ بعد انجمن مہاجرین بنائی گئی اس میں بھی حاجی صاحب نے بڑی خدمات انجام دیں۔"(تاریخ احمدیت جموں و کشمیر از کاشمیری صاحب صفحہ 157)

انفاق فی سبیل اللہ اور اس کی برکت۔۔۔ آپ اور آپ کے اہل خانہ کا سفر حج:

مولانا عبد الوہاب شاہد صاحب تحریر فرماتے ہیں:۔

"ایک دوست نے بتایا کہ ایک دن محترم حاجی امیر عالم صاحب کے پاس سیکرٹری تحریک جدید پہنچے اور کہا کہ آپ کے ذمہ تحریک جدید کی اتنی رقم باقی ہے آج سال ختم ہے کل تحریک جدید کا نیا سال شروع ہو جائے گا لہٰذا آپ آج ہی ادا کر دیں ورنہ آپ بقایاداروں میں ہوں گے۔ اور اتفاق کی بات ہے کہ جتنی رقم انہیں کام سے حاصل ہوئی تھی اتنی ہی رقم چندہ کی تھی۔ ان کے سامنے عجیب امتحان تھا کہ اس رقم کو چندہ میں دے دیں یا آٹا وغیرہ اشیاء خوردنی لیں۔ اگر اشیاء لیتے ہیں تو بقایاداروں میں جاتے ہیں اور اگر چندہ دیتے ہیں تو رات بھوکے بسر کرنا پڑے گی۔ آخر فیصلہ یہ کیا کہ رات بھوکے گزار لیں گے مگر چندہ دیں بقایادار رہنا اچھا نہیں۔ تاہم بیوی سے مشورہ کا خیال ذہن میں آیا جس پر چندہ لینے والے کو کہا کہ میں آپ کے گھر آکر چندہ دے جاؤں گا۔ جب اہلیہ سے اس امتحان کے بارے میں مشورہ کے لئے ذکر کیا تو سعادت مند بیوی نے خاوند کے حق میں ووٹ دیا کہ چندہ دے دیں آج بھوکے ہی رہ لیں گے۔ مگر اللہ تعالیٰ قادر ہے غیب سے سامان کر سکتا ہے اور ہمیں بھوکا رہنے سے بچا سکتا ہے۔ چنانچہ محترم امیر عالم صاحب چندہ دے کر گھر میں بیٹھ گئے ابھی شام نہیں ہوئی تھی کہ ایک شخص نے دروازہ کھٹکھٹایا اور کچھ کپڑے سینے کے لئے دیئے اور اجرت کی آدھی رقم پیشگی بھی دے دی جو عام دستور سے ہٹ کر تھی۔ آپ کی اس قربانی اور جذبہ کو آسمان پر اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا۔ حاجی صاحب فرماتے ہیں کہ 'اللہ نے مال میں اتنی برکت دی اور اتنا زیادہ دیا کہ حج فرض ہو گیا اور ہم

دونوں میاں بیوی نے حج کیا اور دیار حبیب ﷺ کی زیارت کی سعادت حاصل کر لی۔ ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔"(الحاج ماسٹر امیر عالم صفحہ 27،28)

محترم الحاج امیر عالم صاحب نے اپنے اہل خانہ کے ساتھ 1956ء میں حج کی سعادت حاصل کی۔ میری دادی جان محترمہ امتہ السلام صاحبہ نے ایک بار مجھے بتایا کہ

"میرے ابا جان حج کے لئے عید الفطر کے روز نکلے۔ چھوٹی عید کے دن کوٹلی کے لاری اڈہ پر ایک بس ڈرائیور عید کی خوشی میں دوسرے سے کہہ رہا تھا کہ آج میں میرپور تک کا آدھا کرایہ لوں گا۔ اس پر پہلے نے کہا اگر یہ بات ہے تو میں آج میرپور تک کرایہ لوں گا ہی نہیں! میرے ابا اور امی جان اس بس پر سوار ہوئے۔ میرپور پہنچ کر آپ دونوں نے شکرانے کے نوافل ادا کئے۔ ابھی سلام پھیرا ہی تھا کہ ایک آدمی آیا اور پوچھنے لگا، 'ماسٹر امیر عالم کون ہیں؟' میرے ابا نے جواب دیا کہ میں ہوں! آپ کیوں پوچھ رہے ہیں؟ اس آدمی نے کہا ماسٹر صاحب کافی عرصہ کی بات ہے میں نے ایک بار آپ سے ادھار لیا تھا، آج مجھے معلوم ہوا آپ آئے ہوئے ہیں تو میں نے یہ پیسے واپس کرنے ہیں۔ ابا جان نے اس سے کہا کہ بھائی میں آپ کو نہیں جانتا۔ نہ ہی میں نے کسی کو ادھار دیا۔ میرے تو خود کے کچھ عرصہ قبل دن بدلے ہیں میں بھلا کیسے کسی کو ادھار دے سکتا تھا؟ اس آدمی نے پیسے تھمائے اور چلا گیا۔ ابا جان نے حج سے واپس آکر بتایا کہ وہ کوئی اللہ کا فرشتہ تھا جس کو اللہ تعالیٰ نے میری دستگیری کے لئے بھیجا۔"

مولانا محمد دین شاہد صاحب کو الحاج امیر عالم صاحب نے بتایا،

1956ء میں بیت اللہ شریف کچھ ایسے دکھتا تھا۔

"میں حج پر گیا تو میرے ساتھ جو لوگ تھے ان میں سے بعض سندھ کے بھی تھے میں نے اور انہوں نے ایک ہی کلاس میں سفر کیا یعنی فرسٹ کلاس میں۔ تو اس حالت میں اللہ تعالیٰ نے مجھے حج کی توفیق عطا کی۔"(الحاج ماسٹر امیر عالم صفحہ 32)

جناب خواجہ عبد الغفار ڈار صاحب لکھتے ہیں:۔

"حاجی ماسٹر امیر عالم صاحب کو اپنی اہلیہ سمیت حج کی سعادت نصیب ہوئی مجھے آج بھی ان کا وہ استقبال یاد ہے جب اس وقت کے متعدد سرکردہ کشمیری رہنماؤں نے ریلوے سٹیشن پر ان کا پُرتپاک استقبال کیا تھا اور سعادت حج پر مبارک باد دی تھی اور ان کے گلے میں پھولوں کے ہار ڈالے تھے۔۔۔ کجا وہ غریب درزی جو مزدوری کے لئے سرینگر آیا تھا آج بمع اپنی خاتون اوّل حج بیت اللہ کر کے راولپنڈی کے ریلوے اسٹیشن پر پہنچ رہا ہے۔"(الحاج مسٹر امیر عالم صفحہ 24 و داستان کشمیر صفحہ 257)

میں آپ کی ایک ڈائری میں پڑھا کہ جن دنوں آپ بغرض عمرہ وحج مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں مقیم تھے آپ نے اس وقت کشمیر میں جہاں جہاں بھی جماعت احمدیہ قائم تھی، ہر جماعت کی طرف سے ایک ایک عمرہ کیا۔ مجھے یاد ہے آپ نے کوٹلی کے مضافاتی علاقوں جن میں رولی، قمروٹی، تتہ پانی، سرساوہ اور پنجیڑہ وغیرہ کے نام تھے، لکھا کہ آپ نے ان کی طرف سے عمرے ادا کئے۔

آپ کے سفر حج کو بھی مخالفین احمدیت نے اپنے طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا۔ آپ کی ایک ڈائری سے معلوم ہوتا ہے کہ غلام حیدر بٹ صاحب (دادا قادر بٹ صاحب) نے آپ کے ساتھ اسی معاملہ میں تلخ کلامی کی۔ آپ لکھتے ہیں:

"28 فروری 1957ء۔ غلام حیدر بسلسلہ حج تلخ کلامی۔ (کہا) تم حاجی ہو کر بھی جہنم میں جاؤ گے۔"

آپ کے رؤیا و کشوف اور مضبوط تعلق باللہ:

مؤرخہ 18 فروری 1957 کی رات آپ نے ایک خواب دیکھی۔ اپنی ڈائری میں لکھتے ہیں:۔

"خواب: مسجد کوٹلی میں وضو کرتا ہوں۔ (خواب میں) محمد صادق کھوکھر اچھی حالت میں ملا۔ الحمدللہ علیٰ ذلک۔"

جب منشی فیروزالدین صاحب کو سن 1957ء میں قید کی گیا تو آپ نے ان کی رہائی کے لئے کثرت سے دعا کی۔ آپ لکھتے ہیں:۔

"17 مارچ 1957ء۔دعا برائے فیروز۔ صبح زبان پر جاری ہوا کہ "ارنا الحقّ حقّاً"
یعنی، اے اللہ ہمیں سچ کو پورا ہوتا ہوا دکھا،

ایک اور خواب کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں،

"23مارچ1957ءخوشی کی تقریب۔"

محترم خواجہ عبدالغفار ڈار صاحب نے ایک دوست محترم خواجہ مختار احمد بٹ صاحب آف بانڈی پورہ کے ایک خط کے حوالہ سے لکھا جو کہ انہوں نے خواجہ صاحب کو محترم الحاج امیر صاحب کی وفات پر لکھا، فرماتے ہیں:۔

"ایک دفعہ انہوں نے نیا بوٹ پہنا تھا۔ سردی کا موسم تھا اور بارش ہو رہی تھی، مسجد میں گئے تو پیچھے سے کوئی چور ان کا بوٹ اٹھا کر لے گیا۔کافی تلاش کیا لیکن نہ ملا۔ اگلی صبح کی نماز کے بعد بتایا کہ مجھے میرا بوٹ مل گیا ہے۔استفسار پر فرمایا کہ مجھے خدا نے خبر دی تھی چنانچہ نامعلوم چور ان کا بوٹ وہاں ہی رکھ کر چلا گیا جہاں سے اس نے اٹھایا تھا اس واقعہ سے مرحوم حاجی صاحب کی پرہیز گاری اور توکل علی اللہ کا ثبوت ملتا ہے۔"(الحاج امیر عالم صفحہ 26)

اپنی ایک خواب کا تذکرہ لکھتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"17جون 1957ء۔رات 2 بجے اٹھا۔وضو کی حالت میں بیدار ہوا۔خواب میں وضو کرتا ہوں۔الحمدللہ علیٰ ذلک۔"

"20جون 1957ء۔خواب میں حضرت اقدس اچانک تشریف لائے، باتیں کیں۔ الحمدللہ علیٰ ذلک۔"

"یکم جولائی 1957ء۔ خواب میں دیکھا والدہ محمود (محترمہ کرم النساء بیگم صاحبہ) اہلیہ محمود (محترمہ زرینہ بیگم صاحبہ) اور بندہ صبح کی نماز کے لئے مسجد جارہے ہیں۔ الحمد للہ علیٰ ذلک۔"

"4 اگست 1957ء۔ خواب میں مولوی غلام رسول صاحب راجیکی فرماتے ہیں۔ میں نے خواب میں دیکھا آپ قرآن مجھ کو سنا رہے ہیں۔ الحمد للہ علیٰ ذلک۔"

"31 اگست 1957ء۔ صبح خواب دیکھی۔ اذان مغرب کوئی دیتا ہے، ہم نماز کا انتظار کرتے ہیں۔ الحمد للہ علیٰ ذلک۔"

مولانا محمد دین صاحب مربی سلسلہ آپ کے ایک کشف کے بارہ میں فرماتے ہیں:۔

"آپ (ماسٹر امیر عالم صاحب) صاحب کشف ورؤیا بھی تھے۔ چنانچہ۔۔۔بے شمار ایسے لوگ۔۔۔ ہیں جنہوں نے آپ سے دعا کی درخواست کی اور خدا نے انہیں پیشگی اطلاع دی کہ یہ کام ہو جائے گا اور ہو گیا یا یہ مشکل ہے اور نہیں ہو سکتا۔۔۔ایک دفعہ آپ کے ہاں چوری ہو گئی مجھے بڑا فکر تھا اور کئی احمدی دوستوں کو فکر ہوا مگر انہیں کوئی فکر اور غم نہ تھا چنانچہ دوسرے دن صبح کی نماز پڑھی اور فرمانے لگے کہ چور مجھے دکھایا گیا ہے اور خدا کی طرف سے مجھے دکھایا گیا ہے کہ تمہاری چیزیں فلاں جگہ پڑی ہیں۔" (الحاج مسٹر امیر عالم صفحہ 34)

مؤرخہ 6 نومبر 1957ء آپ نے ایک خواب دیکھی، "رات خواب میں مسجد تعمیر کر رہا ہوں الحمد للہ۔ جگہ اہم ہے۔ جموں، پونچھ کے مقابلہ کی جگہ ہے۔ الحمد للہ علیٰ ذلک۔"

28 نومبر 1957۔ 1۔ خواب رات خواب میں نماز ادا کی۔ الحمد للہ علیٰ ذٰلک "2۔ ایک صاف چشمہ سے پانی پیا اور (ساتھ) لیا۔ الحمد للہ علیٰ ذلک۔

ایک اور خواب کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں، "خواب میں حضرت صاحب کے ساتھ نماز جمعہ ادا کی۔ الحمدللہ۔ حضور کی صحت نہایت اعلیٰ ہے۔ نوجوان سیاہ داڑھی۔ الحمدللہ علیٰ ذلک۔

15 دسمبر 1957۔ رات خواب میں جلسہ پر گیا۔ ایک مشکل گھاٹی پر بڑی محنت سے چڑھ گیا۔ الحمدللہ علیٰ ذلک۔

پنج ہزاری مجاہدین میں سب سے اوّل

آپ کو پنج ہزاری مجاہدین میں سب سے اول طور پر قربانی کی توفیق ملی۔ پنج ہزاری مجاہدین کے مقام و مرتبہ کے بارہ میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:۔

"چونکہ تحریک جدید میں چندہ دینے والے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پانچ ہزار والی پیشگوئی کو پوا کرنے والے ہیں اس لئے ان کی قربانی کی یاد قائم رکھنے کے لئے یہ طریق اختیار کیا جائے گا کہ 1۔ ان فہرستوں کو ایک جگہ جمع کر کے اور ساتھ تحریک جدید کی مختصر سی تاریخ لکھ کر چھاپ دیا جائے گا۔ اور دفتر تحریک جدید تما احمدیہ لائبریریوں میں یہ کتاب مفت بھیجے گا۔ 2۔ جب دس سال ختم ہو جائیں گے تو اس فنڈ کی آمد کا ایک معمولی حصہ چندہ دینے والوں کی طرف سے صدقہ کے طور پر سالانہ غرباء پر خرچ کیا جائے گا۔ مرکز میں ایک اہم لائبریری قائم کی جائے گی اور اس کے ہال میں ان تمام لوگوں کے نام لکھ دیئے جائیں گے۔" (الفضل 29 دسمبر 1938ء صفحہ 3)

آپ کا نام اس فہرست کے 3587 نمبر پر کچھ اس طرح لکھا گیا،

"ماسٹر امیر عالم صاحب سیکرٹری جماعت کوٹلی"

آپ کا شوق تبلیغ:

مرکز سے جب کوئی علماء تشریف لاتے تو آپ ان کے آنے کی خبر لوگوں میں کرتے تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ مستفید ہوں۔ آپ اپنی ڈائری میں لکھتے ہیں:۔

"26 فروری 1957ء منادی برائے آمد علماء"

3 مارچ 1957ء کو گلپور جو کوٹلی سے 16 کلو میٹر فاصلہ پر ایک چھوٹا سا گاؤں ہے۔ آپ نے یہاں ایک تبلیغی جلسہ منعقد فرمایا۔

- ایک بار مجھے میری دادی جان محترمہ امتہ السلام صاحبہ بنت الحاج امیر عالم صاحب نے بتایا کہ راٹھور خاندان میں ایک صاحب (جو جماعت کے بہت سخت معاند تھے) کے ہاں نرینہ اولاد نہیں ہو رہی تھی۔ اس مسئلہ پر ان کے سارے خاندان میں سخت بے چینی تھی۔ ایک بار میرے ابا جان نے اس شخص سے کہا کہ 'میں نے تمہارے لئے دعا کی اور مجھے یہ سمجھایا گیا کہ تمہارے ہاں ایک بیٹا پیدا ہو گا اور اگر تم نے اس کا نام "احمد صادق" نہ رکھا تو وہ مر جائے گا۔' اس پر وہ خاموش ہو گیا۔(ابا جان کی اس نام سے یہ مراد تھی کہ وہ جان لے کہ اس زمانہ کا معہود یعنی مرزا غلام احمد صاحب اللہ کے سچے برگزیدہ ہیں) کچھ عرصہ بعد اس کے ہاں بیٹا پیدا ہوا اور وہ ابا جان کے پاس آیا اور کہا کہ 'دیکھو، یہ تمہاری دعا سے نہیں پیدا ہوا، اپنی اولیائی اپنے پاس رکھو'۔ اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ وہ بچہ کچھ عرصہ بعد مر گیا۔ میرے ابا جان نے کہا، 'میں نہ کہتا تھا کہ اس کا نام احمد صادق رکھو۔' اس پر اس نے تمسخر کیا اور کہا کہ ایسا کبھی نہیں ہو گا۔ اس کے بعد اس کے ہاں دو تین بار لڑکے پیدا ہوئے

اور وہ سب مرتے چلے گئے۔ اس نے احمد صادق نام نہیں رکھا۔ اور وہ بھی بغیر نرینہ اولاد دنیا سے کوچ کر گیا!

آپ کی ہمدردی خلق:

اپنی ایک ڈائری میں آپ لکھتے ہیں:۔

"23 اپریل 1957ء: زیر عتاب احباب کے لئے دعا۔ میجر بدرالدین صاحب۔ کیپٹن جمال الدین صاحب ۔ کرنل عبدالعزیز صاحب ۔ مولوی فیروزالدین صاحب۔ نائک نیک محمد صاحب۔ نائک عبدالعزیز صاحب۔"

مولانا عبدالوہاب شاہد صاحب لکھتے ہیں:۔

"محترم حاجی صاحب خدمت خلق کے میدان میں بھی ایک اعلیٰ نمونہ رکھتے تھے۔ یتیموں، بیواؤں اور مساکین کی مدد وقتاً فوقتاً کرتے رہتے تھے۔ ایک کام جو انہوں نے اپنے لئے خاص طور پر مقرر کیا ہوا تھا وہ سردیوں میں نمازیوں کے لئے پانی گرم کرنا تھا۔ سر شام بالن (ایندھن) لا کر مسجد میں رکھ دیتے اور نماز تہجد کے بعد مسجد میں سب سے پہلے تشریف لاتے اور لکڑیاں جلا جلا کر وضو کے لئے پانی گرم کرتے اور اگر کوئی دوسرا مدد کے لئے آگے بڑھتا تو بہت کم ہی اسکی معاونت قبول کرتے۔ ہم ایک دو طالبعلم مسجد سے ملحقہ کمرے میں رہائش رکھتے تھے ۔ گاہے بگاہے ہمارا پوچھتے اور پھل یا دیگر اشیاء تحفۃً بھیجتے رہتے تھے اور کئی دفعہ ایسا ہوا کہ چائے وغیرہ کے لئے دودھ بھی لا کر دیتے اور بڑے پیار سے پیش آتے تھے۔(الحاج ماسٹر امیر عالم صفحہ 28،29)

آپ کے راولپنڈی کے قیام کے دوران جب 1957ء میں مسجد احمدیہ بیت النور راولپنڈی کی دیوار گرائی گئی تو اس وقت آپ نے حکام سے مل کر اس کی اطلاع دی۔

مساجد کی تعمیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا:

احمدیہ مسجد کے کئے آپ کی تگ ودو کا کچھ حصہ کتاب ھٰذا کے کوٹلی کی مسجد کی تعمیر والے حصہ میں بیان کیا جاچکا ہے۔ جب حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے مسجد نور جرمنی کے لئے عطیات کی اپیل کی تو اس وقت آپ نے مسجد نور جرمنی کی تعمیر کے دوران آپ نے اس کی تعمیر کے لئے کچھ رقم بھجوائی۔ آپ اپنی ایک ڈائری میں لکھتے ہیں:۔

مسجد نور، جرمنی

"13 مئی 1957ء: منی آرڈر 15 روپے۔ چندہ جرمنی مسجد۔

آپ کی شہرہ آفاق اذان:

- مولانا اسد اللہ کاشمیری صاحب فرماتے ہیں،

" (ماسٹر امیر عالم صاحب) خوش الحان اور بلند آواز مؤذن تھے کوٹلی سے لے کر بغداد تک بڑی بڑی مساجد میں اذان کہنے کی توفیق پائی۔"(تاریخ احمدیت جموں وکشمیر از کاشمیری صاحب صفحہ 158)

- خلافت احمدیہ کی جوبلی کے سال 22 دسمبر 1939ء کو جمعہ کا بابرکت دن تھا۔ الحاج ماسٹر امیر عالم صاحب مؤذن تھے۔ آپ نے جمعہ کی اذان کہی۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے خطبہ شروع فرمایا،

آپ نے خطبہ میں فرمایا،

"آج جب میں خطبہ کے لئے کھڑا ہوا تو جیسا کہ میرا عام طریق ہے سوائے اس کے کہ ان ایّام میں تحریک جدید وغیرہ کی قسم کا کوئی خاص مضمون بیان کرنا ہو کوئی موضوع ذہن میں رکھ کر نہیں آیا کرتا مگر جب مؤذن (ماسٹر امیر عالم صاحب) نے اذان کہی اور میں نے دعا پڑھی اور اس میں یہ الفاظ تھے اٰتِ محمداً الوسیلۃ الفضیلۃَ۔۔۔ میں نے فیصلہ کیا کہ میں آج اسی کے بارہ میں خطبہ بیان کروں (خطبہ جمعہ فرمودہ 22 دسمبر 1939ء۔ بحوالہ خطبات محمود جلد 20 صفحہ 602)

- محترم ملک محمد شریف صاحب مرحوم آف محمود آباد، جہلم (ولادت 1918ء وفات 2001ء) نے بذریعہ تحریر اسی مندرجہ بالا واقعہ کو بیان کیا اور فرمایا کہ وہ بھی اس بابرکت دن سامعین میں موجود تھے۔ اس دن کی منظر کشی کرتے ہوئے آپ لکھتے ہیں۔

"اسی جلسہ (سلور جوبلی) کے موقع پر جمعہ کا دن تھا اور مسجد نور میں حضور نے جمعہ پڑھانا تھا۔ جب حضور تشریف لائے تو خطبہ کے لئے دوسری اذان ہوئی تو مؤذن حاجی امیر عالم صاحب تھے۔ انہوں نے مسجد نور کے صحن میں ایک اونچے سے تھڑے پر بغیر لاؤڈ سپیکر کے اذان دی، آپ کی آواز میں بڑا سرور و جوش اور جذبہ تھا۔ تمام لوگ آپ کی طرف متوجہ ہوئے تو آپ کی آواز بڑی بلند تھی اور سب حاضرین آپ کی طرف متوجہ تھے۔"

پھر ایک اور واقعہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"میں ڈاک خانہ میں اپنی ملازمت کے سلسلے میں ریفریشر کورس کے لئے راولپنڈی گیا ہوا

تھا۔ جمعہ کے روز جمعہ پڑھنے مسجد نور (بیت الحمد) گیا۔ ابھی پہلی اذان نہیں ہوئی تھی کہ چوہدری احمد جان صاحب امیر جماعت احمدیہ راولپنڈی تشریف لائے اور وہاں موجود دوستوں کے ساتھ بیٹھ گئے اسی دوران ماسٹر حاجی امیر عالم صاحب مسجد میں تشریف لائے تو میں بھاگ کر چوہدری احمد جان صاحب کے پاس گیا اور ان سے درخواست کی کہ "ماسٹر امیر عالم صاحب تشریف لائے ہیں۔ آپ انہیں حکم دیں کہ جمعہ کی دونوں اذانیں وہی دیں۔ چنانچہ آپ نے ماسٹر امیر عالم صاحب سے کہا، 'ماسٹر صاحب آج ہماری خوش قسمتی ہے کہ آپ یہاں تشریف لائے ہیں جمعہ کی دونوں اذانیں آپ نے ہی دینی ہیں۔ چنانچہ جب پہلی اذان لاؤڈ سپیکر میں ہوئی تو باہر سے آنے والے احمدی دوستوں نے بتایا کہ مری روڈ پر جو لوگ پیدل جا رہے تھے وہ پر سرور اور پر سوز اذان سن کر رک گئے، اسی طرح جب دوسری اذان ہوئی تو بھی لوگ سڑک پر رکے رہے اور کاروں پر سوار بعض لوگ اپنی کاریں روک کر اذان سن کر گئے۔"

- مجھے میری دادی جان محترمہ امتہ السلام صاحبہ نے بتایا کہ حضرت اماں جان (سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ رضی اللہ عنھا) نے ہدایت کی ہوئی تھی کہ جب بھی ماسٹر امیر عالم صاحب قادیان میں موجود ہوں، اذان صرف یہی کہا کریں۔ آپ کی اذان منارۃ المسیح سے قادیان کے کونے کونے میں سنی جاتی۔

وفات:

الحاج ماسٹر امیر عالم صاحب 19 رمضان المبارک 1386ھ بمطابق یکم جنوری 1967ء بروز اتوار صبح 6 بجے اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔ آپ موصی تھے، آپ نے وصیت

1957ء میں کی۔ آپ کا وصیت نمبر 10950 تھا۔ آپ کے جنازہ میں کثیر تعداد میں کوٹلی کی گردونواح کی جماعتوں کے احباب نے شمولیت اختیار کی، بلکہ غیر احمدی رشتہ داروں نے بھی آپ کا جنازہ پڑھا۔ آپ کی وفات پر کوٹلی کا سارا بازار احتراماً بند رہا۔ اور شہر کے معززین و عمائدین آپ کی تدفین کے موقع پر حاضر تھے۔ آپ کی نماز جنازہ محترم عبدالقادر صاحب نے کوٹلی مسجد کے صحن میں پڑھائی۔ موسم کی شدت اور راستوں کی خرابی کے باعث آپ کو ربوہ بہشتی مقبرہ میں دفن کرنے کے لئے نہ لے جایا گیااور کوٹلی میں مسجد سے ملحق قبرستان میں اپنے بڑے بھائی منشی دانشمند خاں صاحب کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

محترمہ کرّم النساء بیگم صاحبہ زوجہ الحاج امیر عالم صاحب

آپ کوٹلی کے مشہور راٹھور خاندان سے تعلق رکھتی تھیں۔ آپ میاں جھنڈا راٹھور صاحب کی دختر تھیں۔ آپ کی شادی الحاج امیر عالم صاحب کے ساتھ (اندازاً) سن 1915ء میں ہوئی۔ آپ کا سن بیعت 1931ء ہے۔

قبول احمدیت:

محترم الحاج امیر عالم صاحب کی صاحبزادی محترمہ امتہ الحفیظ صاحبہ(آف واٹفورڈ۔یوکے) اپنی والدہ محترمہ کے قبول احمدیت کے بارہ میں قدرے تفصیل کرتیں ہیں،

" محترمہ والدہ صاحبہ (کرم النساء بیگم صاحبہ) نے مجھے بتایا کہ ابا جان کے احمدی ہونے کے بعد میرے میکہ والے (جو جماعت کے اشد مخالف تھے) نے ہماری اماں جی کو بہت اکسایا کہ وہ طلاق لے لیں کیونکہ ان کے خاوند "بددین" ہو چکے ہیں۔ میں بھی کچھ نہ کچھ ان کی باتوں میں آجاتی۔ بعض دفعہ روٹھ کے میکہ چلی جاتی بعض دفعہ گھر میں اپنے خاوند سے بحث و تکرار کرتی۔ میرے خاوند حاجی امیر عالم صاحب نے مجھے کبھی جماعت احمدیہ قبول کرنے پر زور نہیں دیا۔ ہمیشہ صرف یہ کہا کہ جب میں قرآن شریف پڑھتا ہوں تو تم پاس بیٹھ کر سنا کرو۔ وہ قرآن شریف کی آیات پڑھتے جاتے اور ساتھ ساتھ ان کا ترجمہ پڑھتے جاتے تھے۔ بہر حال یہ عرصہ گزرتا گیا اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مجھ پر اللہ تعالیٰ نے حقیقت کھول دی۔ میں نے دیکھا کہ میرے خاوند پہلے سے زیادہ گریہ و زاری کے ساتھ نمازیں اور نوافل ادا کرتے ہیں۔ ان کی نماز تہجد میں ایک عجیب روحانی

تبدیلی آچکی تھی۔ آپ کو اللہ تعالیٰ رؤیا و کشوف کے واسطے سے بعض باتیں بتا دیا تھا جن کو پورا ہوتا ہوا دیکھتی تو میرے دل میں تیقّن پیدا ہوا کہ آپ سچے راستہ پر ہیں۔" [12]

آپ کا اخلاص و وفا:

احمدیت کے زیور سے مزین ہونے کے بعد آپ تو گویا جماعت کے رنگ میں رنگی گئیں۔ خود قرآن شریف پڑھنا جانتی تھیں اپنی اولاد اور اولاد در اولاد کو قرآن شریف کی تعلیم دی۔ اپنے محلہ میں غیر از جماعت بچوں کو بھی قرآن کی تعلیم سے منور کیا۔ تعلیم کی طرف خاص توجہ تھی، خود صرف قرآن شریف پڑھنے کی برکت سے اردو تحریر پڑھ لیا کرتیں۔

آپ اکثر و بیشتر الفضل یا سلسلہ کا کوئی لٹریچر لے کر اپنے میکہ جاتیں اور ان کے درمیان بیٹھ کر کہتیں 'چلو آؤ یہ سنو' اور کچھ نہ کچھ پڑھ کر سنا دیتیں۔ تبلیغ کا فریضہ اپنی مقدور بھر استطاعت کے مطابق ادا کیا۔ چندہ ادا کرنے میں خاص اہتمام فرماتیں۔

پنج ہزاری مجاہدین میں شمولیت:

آپ کو تحریک جدید کے پانچ ہزاری مجاہدین میں شمولیت کی توفیق ملی۔ آپ کا نام اس فہرست میں 3588 نمبر پر کچھ ایسے لکھا ہوا ہے۔

"کرم النساء بیگم صاحبہ اہلیہ ماسٹر امیر عالم صاحب سیکرٹری جماعت کوٹلی"

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے پنج ہزاری مجاہدین کے بارہ میں فرمایا،

---

[12] انٹرویو مؤرخہ 29 دسمبر 2023، بمقام واٹفورڈ۔ یوکے

" مبارک ہیں وہ جو بڑھ چڑھ کر اس تحریک میں حصہ لیتے ہیں کیونکہ ان کا نام ادب و احترام سے اسلام کی تاریخ میں ہمیشہ زندہ رہے گا اور خدا تعالیٰ کے دربار میں یہ لوگ خاص عزت کا مقام پائیں گے کیونکہ انہوں نے تکلیف اٹھا کر دین کی مضبوطی کے لئے کوشش کی اور ان کی اولادوں کا خدا تعالیٰ خود متکفّل ہو گا اور آسمانی نور ان کے سینوں سے اُبل کر نکلتا رہے گا اور دنیا کو روشن کرتا رہے گا۔"(بحوالہ تحریک جدید کے پانچ ہزاری مجاہدین صفحہ 15۔شائع کردہ تحریک جدید انجمن احمدیہ ربوہ مطبوعہ 1958ء)

آپ کو مرکز احمدیت قادیان کے ساتھ خاص عقیدت تھی اور خلافت احمدیہ کی جانثار مجاہدہ تھیں۔ مجھے محترمہ امتہ الحفیظ صاحبہ نے ایک انٹرویو میں بتایا کہ ان کو ان کی والدہ محترمہ نے بتایا، جن دنوں ہمارے ابا جان الحاج امیر عالم صاحب روزی کی تلاش میں بغداد میں تھے ان دنوں جلسہ سالانہ قادیان کے ایام قریب آ رہے تھے۔ کوٹلی سے احمدی احباب و خواتین اس جلسہ میں شمولیت کے لئے چلے گئے تھے۔ ہماری اماں جان گھر میں بیٹھی گندم صاف کر رہی تھیں اور ساتھ ساتھ روتی جاتیں تھیں، کہ اللہ تیرے قرب کے دن آ رہے ہیں۔ جلسہ پر لوگ جا رہے ہیں ان کو دعاؤں کی توفیق ملے گی۔ تیرے خلیفہ کی زیارت نصیب ہو گی۔ اور ایک میں یہاں بیٹھی ہوں۔ اسی دوران درد سے دعا نکلی کہ اللہ تو کسی طرح مجھے بھی وہاں پہنچا دے۔ دعائیں جاری تھیں کہ ہمارے دروازہ پر علم دین مغل صاحب آئے اور مجھ سے علیک سلیک کے بعد پوچھا کہ کیا آپ نے قادیان جانا ہے؟ میں نے کہا۔ جی جانا تو ہے مگر کیا پتہ میرے پاس اتنی رقم ہے یا نہیں؟ پھر میں نے گھر میں موجود ایک گلک توڑی جس میں مَیں وقتاً فوقتاً کچھ پیسے ڈال کر رکھتی تھی۔ اس میں سے بہت کم رقم نکلی تو میں نے مغل صاحب سے کہا کہ میرے پاس تو یہ تھوڑے سے

پیسے ہیں۔ وہ فرمانے لگے۔ ان کو چھوڑیں، آپ تیاری کریں۔ میں نے اپنے چھوٹے بچوں کو لیا (جن میں مَیں (امتہ الحفیظ صاحبہ) بھی تھی اور مجھے ان دنوں جسم پر بہت تکلیف دہ دانے نکلے ہوئے تھے) اور قادیان چلی گئیں۔"[13]

آپ کو خلافت ثانیہ کی جوبلی کے جلسہ (1939ء) میں بھی شمولیت کی توفیق ملی۔ مجھے میری دادی امی (محترمہ امتہ السلام صاحبہ۔ اللہ ان کے درجات بلند فرمائے) نے بتایا کہ اس کی تقریب ایسے ہوئی کہ آپ اپنے خاوند محترم کے ساتھ عازم قادیان ہوئیں۔ جانے سے پہلے بچوں کے لئے گڑ کی روٹیاں اور پانی کے چند مٹکے بھر کر گھر چھوڑا اور بچوں کو اللہ کے سپرد کر کے قادیان چلی گئیں۔

مساجد کی تعمیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا:

مسجد نور جرمنی کی تعمیر کے دوران آپ نے اس کی تعمیر کے لئے کچھ رقم بھجوائی۔ آپ کے خاوند محترم اپنی ایک ڈائری میں لکھتے ہیں:۔

"22 مئی 1957ء: منی آرڈر نمبر 1701۔ چندہ مسجد جرمنی۔ 5 روپے۔ اہلیہ صاحبہ۔"

آپ کو 1956ء میں اپنے خاوند محترم کے ساتھ حج بیت اللہ کی سعادت بھی ملی۔ اس سفر کے دوران پیش آنے والے الٰہی افضال کا تذکرہ الحاج امیر عالم کے تذکرہ میں گزر چکا ہے۔

آپ کی وفات 5 رمضان المبارک 1393ھ بمطابق 3 اکتوبر 1973ء بروز بدھ کوٹلی آزاد کشمیر میں ہوئی۔

[13] انٹرویو مؤرخہ 29 دسمبر 2023، بمقام واٹفورڈ۔ یوکے

آپ کی اولاد:

1. محمد ظفر (یہ کم سنّی میں ہی فوت ہو گئے)
2. فضل الٰہی (یہ کم سنّی میں ہی فوت ہو گئے)
3. محمد عمر
4. محمد امین
5. محمد منظور احمد
6. محمد ظفر کلیم
7. محمود احمد مختار
8. امتہ السلام
9. داؤد احمد
10. امتہ الحفیظ

منشی فیروزالدین صاحب

پیدائش:

آپ کی پیدائش اندازاً سن 1906ء کی ہے۔

بیعت:

آپ کا سن بیعت 1934ء تھا۔ محترم مولانا اسد اللہ کاشمیری صاحب اس بارہ میں لکھتے ہیں:۔

"1934ء میں شاہ محمد صاحب، خوشی محمد صاحب، محمد بخش صاحب، محمد صادق صاحب، منشی فیروزالدین صاحب اور منشی علم الدین صاحب عرائض نویس پھر عبدالعزیز کھوکھر صاحب احمدی ہو گئے۔" (تاریخ احمدیت جموں و کشمیر از کاشمیری صاحب صفحہ 140) آپ کی صاحبزادی محترمہ منصورہ مشتاق صاحبہ نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا،

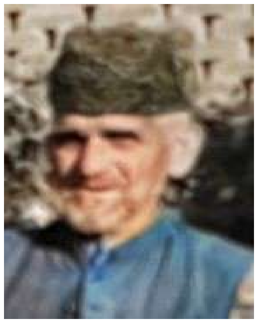

"بھائیوں میں سے سب سے پہلے تیسرے نمبر کے بھائی محترم امیر عالم صاحب احمدی ہوئے ان کو دیکھ کر سب بھائیوں نے احمدیت قبول کی۔" (خط محررہ 18 جنوری 2024)

دوران ملازمت حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ سے ملاقات:

آپ محکمہ پولیس میں تھے۔ آپ کے صاحبزادے کریم الدین ٹھکر صاحب کہتے ہیں کہ ایک بار والد صاحب نے مجھے بتایا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کشمیر کے دورہ پر تشریف لائے تو آپ بھی بسلسلہ ملازمت وہیں تھے اور ابا جان نے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی۔[14]

قید و بند کی صعوبت (اندازاً 1947ء تا 1951ء):

آپ پر غداری کا مقدمہ ہوا اور آپ کو جموں میں قید کیا گیا اور کال کوٹھڑی میں بند کیا گیا۔

آپ کی صاحبزادی محترمہ صدیقہ اختر صاحبہ اس بارہ میں کہتی ہیں:

"اباجی جموں میں 3 سے 4 سال قید رہے۔ آپ کا باقی خاندان کوٹلی میں تھا۔ یہ ان دنوں کی بات ہے جب آپ کی زوجہ اولیٰ (اقبال بی بی صاحبہ والدہ محترم ولی الدین ٹھکر صاحب) کی وفات ہوئے کچھ ہی عرصہ گزرا اور آپ نے دوسری شادی کی۔ بے جی (راجیہ بی بی صاحبہ) نے ان دنوں آپ کی اولاد کا خیال رکھا اور اس مشکل عرصہ میں محترم منشی فیروزالدین صاحب کی جانب سے تار اور ٹیلی گرام آیا کرتے جن میں لکھا ہوتا کہ وہ خیریت سے ہیں اور جلد ملاقات ہونے کا امکان ہے۔ ہماری بے جی فرط جذبات میں رویا کرتیں اور ان کو دیکھ کر ہم بچے رویا کرتے تو ہمارے تایاجی (الحاج امیر عالم صاحب)

---

[14] انٹرویو مکرم کریم الدین ٹھکر صاحب، مؤرخہ 13 اپریل بروز ہفتہ بمقام مسجد بیت الہادی، واٹفورڈ۔ یوکے

کہا کرتے 'راجیہ، اللہ تمہیں صبر دے، تم روتی ہو تو یہ بچے کیا یاد رکھیں گے۔' جب ابا جی کی رہائی کا کارڈ آیا تو پھر سب کی تسلی ہوئی۔"[15]

دوسری بار قید و بند کی صعوبت (1957ء):

آپ کی صاحبزادی محترمہ منصورہ مشتاق صاحبہ نے مجھ سے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا، "میرے ابا جی پولیس انسپکٹر تھے۔ ان کی بہت مخالفت ہوئی پر وہ احمدیت پر ڈٹے رہے۔وہ احمدی ہونے کی وجہ سے قید ہوئے لیکن دشمن اپنے مقدر میں کامیاب نہیں ہوئے اور ان کی رہائی ہوئی۔"[16]

محترم الحاج امیر عالم صاحب کی ایک ڈائری سے معلوم ہوتا ہے کہ 10 مارچ 1957ء کو آپ کو سیکیورٹی والے لے گئے۔ 13 مارچ 1957ء کو آپ کو مری لے جایا گیا اور پھر 14 مارچ 1957ء کو آپ کو راولپنڈی لے جایا گیا۔اسی سلسلہ میں اگلے ہی روز یعنی 15 مارچ 1957ء محمد منظور احمد ایڈووکیٹ صاحب براستہ گلپور مری گئے۔ 28 مارچ 1957ء کو آپ کو مظفر آباد منتقل کیا گیا۔ الحاج امیر عالم صاحب اپنی ایک ڈائری میں حضرت منشی صاحب کی رہائی کے بارہ لکھتے ہیں:۔

> "4 اپریل 1957ء: فیروزالدین کی مخلصی کی اطلاع محمد منظور صاحب نے دی۔ الحمدللہ علیٰ ذلک۔"

آپ پر ایک مقدمہ اور اس سے باعزت بریّت:

[15] انٹرویو محترمہ صدیقہ اختر صاحبہ مؤرخہ 14 اپریل 2024ء بمقام لوٹن

[16] خط محررہ 18 جنوری 2024

محترم مولانا اسد اللہ کاشمیری صاحب اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:۔

"آپ ڈوگرہ حکومت کے عہد میں 1947ء سے قبل بھمبر میں ملازم تھے تو بھمبر کی جامع مسجد میں خطیب مقامی کی عدم موجودگی میں لوگوں کو جمعہ کی نماز پڑھائی۔ خطیب کو واپس آنے پر جب معلوم ہوا تو بڑا مشتعل ہوا اور عدالت میں آپ پر توہین مذہب کا دعویٰ دائر کر دیا اور لکھا کہ ایسے شخص کو ملازمت سے برطرف کر دیا جائے۔ آپ کی طرف سے جو وکلاء پیش ہوئے انہوں نے جواباً یہ نکتہ پیش کیا کہ ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان پر توہین مذہب کا دعویٰ نہیں چل سکتا۔ اس لئے کہ دونوں مذہب اسلام کو ماننے والے ہیں۔ بالآخر آپ باعزّت بری کر دیئے گئے۔ آپ کو معطلی کے ایام کی تنخواہ بھی ملی اور مخالف فریق آپ کو ملازمت سے برطرف کرانیکی کی کوششوں میں ناکام رہا۔" (تاریخ احمدیت جموں وکشمیر از کاشمیری صاحب صفحہ 163)

محترم منشی فیروزالدین صاحب ٹھکر کی جماعتی خدمات

1927ء میں جب ہندوؤں کی طرف سے نہایت دل آزار کتاب "رنگیلا رسول" چھپی اور ہندوستان کے مسلمانوں کے دلوں میں غم و غصہ کی لہر دوڑی، اس وقت حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے اس کا توڑ کرنے کے لئے ملک کے طول و عرض میں سیرت النبی ﷺ کے جلسوں کے انعقاد کا اعلان فرمایا۔

1935ء کے اوائل میں کوٹلی میں اسی طرح کا ایک جلسہ سیرت النبی ﷺ منعقد ہوا۔ اس سلسلہ میں ہفت روزہ اصلاح مارچ 1935ء کے حوالہ سے تاریخ احمدیت جموں و کشمیر میں آتا ہے،

" مگھر 91 بکرمی میں کوٹلی میں جماعت احمدیہ کوٹلی کے زیر اہتمام سیرت النبی ﷺ کا جلسہ ہوا۔ جس میں ہندو اور مسلمان علماء کی تقاریر کا پروگرام بنایا گیا۔ چنانچہ پنڈت بیج ناتھ صاحب مجسٹریٹ درجہ اوّل کی صدارت میں وسیع پیمانہ پر تمام فرقوں کا مشترکہ جلسہ سیرت النبی ﷺ منعقد کیا گیا۔ جس میں منشی فیروزالدین احمدی، پنڈت رام بجیاری، لالہ جگت رام صراف، پنڈت سکھدیو صاحب شاستری، رائے زادہ صاحب دتہ بی۔ اے، بھگت روپ چند وکیل اور دوسرے حضرات نے آنحضرت ﷺ کی سیرت پر روشنی ڈالی، صاحب صدر نے سامعین اور جماعت احمدیہ کوٹلی کا شکریہ ادا کیا کہ ان کی کوششوں سے مختلف مذاہب کے لوگوں کو ایک پاکیزہ مجلس میں بیٹھنے اور تقریریں کرنے کا موقع مل گیا۔ "(ہفت روزہ اصلاح سرینگر۔ مارچ 1935 و تاریخ احمدیت جموں و کشمیر از کاشمیری صاحب صفحہ 143)

- آپ کوٹلی جماعت کے مقامی صدر بھی رہے۔ مسجد احمدیہ کوٹلی کی دیکھ بھال اور اس کی حفاظت کے انتظام میں ہمیشہ پیش پیش رہتے۔
- محترمہ منصورہ مشتاق صاحبہ اپنے والد محترم کے ایک تبلیغی مساعی اور ایک ایمان افروز واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتی ہیں:۔

"ابا جی بتاتے تھے کہ ایک دن میرا ایک کانسٹیبل تھا، اس نے مجھے کہا کہ کھوئی رٹہ میں مائی طوطی ◆ کے نام سے ایک دربار (خانقاہ) ہے، وہ مائی صاحبہ بہت بڑی بزرگ ہیں، جو بات وہ بتاتی ہیں وہ سچ ہوتی ہے اور پوری ہوتی ہے۔ آؤ میرے ساتھ وہاں چلو اگر مائی صاحبہ نے کہا کہ مرزا صاحب سچے ہیں تو میں بھی احمدی ہو جاؤں گا اور اگر انہوں نے مرزا صاحب کے متلق کہا کہ وہ ٹھیک نہیں تو آپ کو جماعت چھوڑنی پڑے گی۔ ابا جی نے کہا کہ چلو اگر انہوں نے کہا کہ مرزا صاحب (نعوذ باللہ) جھوٹے ہیں تو میں احمدیت چھوڑ دوں گا اور اگر انہوں نے کہا کہ وہ سچے ہیں تو تم احمدی ہو جانا۔ اس نے کہا چلو۔ ابا جی بتاتے تھے کہ ہم مائی طوطی صاحبہ کے پاس گئے۔ دعا سلام کے بعد انہوں نے ہمیں اپنے پاس بٹھا لیا۔ اور اپنی جھولی میں سے چھوہارے نکال کر سب کو دینے لگیں۔ مگر مجھے نہ دیئے۔ میں یہ دیکھ کر (ممکنہ شماتت اعداء کے سبب) پریشان ہوا۔ میری پریشانی دیکھ کر مائی صاحبہ کہنے لگیں، پریشان نہ ہو میں تمہارے لئے موٹے موٹے الگ کر رہی ہوں۔ یہ سن کر میری جان میں جان آئی۔ وہ گوجری میں کہنے لگیں،

◆ زبینہ عروج صاحبہ نے مائی طوطی صاحبہ اور وادی بناہ، کھوئی رٹہ کی معروف شخصیات کے بارہ میں ایک کتاب لکھی جس کا نام "حیات جاوداں" ہے جو مدنی پرنٹرز۔ کھوئی رٹہ سے 1998ء میں شائع ہوئی۔ اس کتاب میں ان کی تحقیق کے مطابق مائی طوطی جاٹ برادری سے تعلق رکھتی تھیں۔ آپ کا اصل نام "پولی" تھا۔ آپ کے والد محترم کا نام "بہاول" تھا۔ آپ کا تعلق موضع دھنا۔ کونٹھا ضلع کوٹلی آزاد کشمیر سے تھا۔ آپ بابا کملا شاہ بادشاہ (وفات 1928ء) آف نکیال کی دعا سے پیدا ہوئیں اور بڑی ہو کر آپ کے حلقہ بیعت میں شامل ہوئیں۔ آپ سے کئی کرامات منسوب ہیں۔ ان کرامات کی تفصیل میں جائے بغیر یہ بات بہر حال کہی جا سکتی ہے کہ وہ خدا رسیدہ خاتون تھیں۔ ایک خواب کی بنا پر آپ کا نام طوطی مشہور ہو گیا۔ آپ اس علاقے کے لئے ایک متبرک ہستی تھیں۔ آپ کا مزار کھوئی رٹہ سے پانچ کلو میٹر کے فاصلہ پر ہے۔ آپ کا عرس ہر سال 6 جون کو ہوتا ہے۔ جس میں آزاد کشمیر و پاکستان کے طول و عرض سے مریدین اس میں شامل ہوتے ہیں۔

'مرزوچنگوبندو تھو، اے دنیا خچر مانند، اگوں چک مارو پچھوں لت'

یعنی مرزا صاحب اچھے آدمی (سچے راستے پر) ہیں۔ یہ دنیا خچر کی مانند ہے جو (آگے یعنی) منہ سے کاٹتی ہے اور پیچھے سے ٹانگ مارتی ہے۔ ابا جی نے بتایا کہ یہ سب دیکھ کر عبدالرحمن (کانسٹیبل) تو احمدی نہ ہوا لیکن میرا ایمان اور مضبوط ہو گیا۔" (خط محررہ 18 جنوری 2024)

- محترم خواجہ عبدالغفار ڈار صاحب آپ کی فدائیت کے بارہ میں ایک واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"ایم فیروزالدین ٹھکر مرحوم تادم حیات جماعتی سرگرمیوں میں مصروف رہے، ان کی جماعتی خدمات اور فدائیت کا ایک واقعہ بڑا یادگار ہے، اور وہ یہ ہے کہ حاجی امیر عالم صاحب کے برادر نسبتی شیخ فضل الٰہی صاحب جماعت احمدیہ کے مخالفین میں پیش پیش تھے۔ اس وقت کوٹلی میں مخالفت کی رو چلی ہوئی تھی۔ انہی دنوں کوٹلی میں جماعت کی طرف سے ایک خصوصی جلسہ کا انتظام کیا گیا جس کے لئے تمام تیاریاں مکمل کی گئیں۔ مرکز سے بھی نمائندگان بلوائے گئے جن میں حضرت مرزا طاہر احمد صاحب بھی قابل ذکر تھے۔ جلسہ شروع ہونے والا تھا کہ عین اس وقت شیخ فضل الٰہی صاحب وغیرہ ایک جلوس لے کر آگئے اور کہا کہ اس جگہ ہم آپ کو جلسہ نہیں کرنے دیں گے۔ اس وقت حاجی امیر عالم صاحب کے چھوٹے بھائی ایم فیروزالدین نے اپنے کھیت میں کھڑی فصل کٹوادی اور جلسہ کے لئے جگہ فراہم کر دی۔ یہ ان کا جوش ایمانی تھا کہ انہوں نے اپنی فصل کی ذرا بھی پرواہ نہ کی اور کامیابی کے ساتھ اس جگہ جلسہ کروادیا۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ کوٹلی میں جماعت کے قیام کے سلسلہ میں ان دو بھائیوں (حاجی امیر عالم

صاحب اور منشی فیروزالدین صاحب) کا بہت بڑا عمل دخل ہے۔" (الحاج مسٹر امیر عالم صفحہ 23)

محترم منشی فیروزالدین صاحب اپنے برادر اکبر محترم الحاج امیر عالم صاحب کے ساتھ

مولوی اسد اللہ کاشمیری صاحب اپنی کتاب میں آپ کی جماعتی خدمات کے بارہ میں لکھتے ہیں:۔

"آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نظمیں خوش الحانی سے پڑھتے اور اونچی اذان دیا کرتے تھے۔ مقامی جماعت کے صدر بھی رہے۔ مسجد کی دیکھ بھال کرنے والے اور نماز باجماعت کے پابند تھے۔"(تاریخ احمدیت جموں وکشمیر از کاشمیری صاحب صفحہ 163)

ٹھکر خاندان کا آبائی قبرستان

احمدیہ مسجد سے ملحق جگہ محترم منشی فیروزالدین صاحب کی ملکیت تھی جو کہ انہوں نے خاندان کے لے قبرستان کے لئے وقف کی۔ شروع میں جماعت احمدیہ کوٹلی کے قبرستان نہ ہونے کے باعث جماعت کے دیگر بزرگ شخصیات بھی یہیں دفن ہیں جن میں کرم دین کھوکھر صاحب، الف دین کھوکھر صاحب اور علم دین مغل صاحبان شامل ہیں۔ اللہ اس صدقہ جاریہ کا اجروثواب محترم منشی صاحب کو پہنچاتا چلا جائے۔ (آمین)

علامہ ڈاکٹر محمد اقبال (شاعر مشرق سے ملاقات)

آپ کے بیٹے کریم الدین ٹھکر صاحب نے مجھے بتایا کہ ایک بار والد صاحب نے مجھے بتایا کہ دوران ملازمت ایک بار ڈاکٹر محمد اقبال صاحب کشمیر آئے تو وہاں ان کے ساتھ میری ڈیوٹی تھی، وہاں میری ان کے ساتھ ملاقات رہی۔ [17]

آپ کا تعلق باللہ اور قیام اللیل:

آپ کے صاحبزادے مکرم کریم الدین ٹھکر صاحب فرماتے ہیں:۔

"اباجان نمازوں کے پابند تھے۔ روزانہ کے معمول میں تہجد اور اس تہجد میں گریہ وزاری تھی۔ یہاں تک کہ آپ کی دعائیں کچھ اس قدر بلند آواز میں ہوتیں کہ اہل محلہ کو بھی علم ہوتا کہ اباجان نماز ادا کر رہے ہیں۔" [18]

وفات:

---

[17] انٹرویو مکرم کریم الدین ٹھکر صاحب، مؤرخہ 13 اپریل بروز ہفتہ بمقام مسجد بیت الہادی، واٹفورڈ۔ یوکے

[18] انٹرویو مکرم کریم الدین ٹھکر صاحب، مؤرخہ 13 اپریل بروز ہفتہ بمقام مسجد بیت الہادی، واٹفورڈ۔ یوکے

آپ کی وفات 3 دسمبر سن 1972ء میں بعمر 78 سال کوٹلی میں ہوئی۔

آپ کی بیگمات واولاد

آپ کی پہلی زوجہ محترمہ، آپ کے ماموں باغ علی صاحب کی دختر اقبال بیگم صاحبہ تھیں۔ آپ کی زوجہ محترمہ کی پیدائش اندازاً 1916ء کی ہے اور وفات 1943ء میں ہوئی جبکہ آپ کی عمر صرف 27 سال تھی۔

اولاد از زوجہ اولیٰ:

1. سعیدہ اختر صاحبہ
2. صدیقہ اختر صاحبہ
3. بشریٰ اختر صاحبہ
4. محمد ولی الدین ٹھکر صاحب

- آپ کی پہلی زوجہ محترمہ، مکرمہ اقبال بیگم صاحبہ کی وفات کے بعد محترم منشی فیروزالدین صاحب نے محترمہ کرامت بی بی صاحبہ سے شادی کی۔

محترمہ کرامت بی بی صاحبہ

آپ کی پیدائش یکم جنوری 1930ء کی ہے۔ آپ کوٹلی کے معروف بٹ خاندان سے تعلق رکھتیں تھیں۔

قبول احمدیت

آپ کی صاحبزادی محترمہ منصورہ مشتاق صاحبہ لکھتی ہیں:۔

"جب ابا جی کا رشتہ امی کے لئے مانگا (گیا) تو سب رشتہ داروں نے (اس رشتہ کی) مخالفت کی۔ میری امی نے مجھے بتایا کہ میں نے انہی دنوں خواب میں دیکھا کہ میں دریا پر بیٹھی ہوئی ہوں اور کوئی بزرگ میرے پاس آئے تو دریا سے پانی کی بالٹیاں بھر بھر کر میرے اوپر ڈالنے لگے اور میں یہ سب چپ چاپ دیکھ رہی ہوں۔ میرا رشتہ بہت مشکل سے یہاں طے پایا اور میری شادی ہوگئی۔ جب شادی کے بعد میں اپنے خاوند کے گھر آئی تو گھر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصویر دیکھی تو مجھے یقین ہو گیا کہ یہ وہی بزرگ ہیں جنہوں نے میرے اوپر پانی کی بالٹیاں ڈالی تھیں تو پھر میں نے سچے دل سے احمدیت قبول کی اور بہت خوشگوار زندگی گزاری۔"[19]

یہ وہ روحانی پانی تھا جو کہ مسیحا نے آپ پر ڈالا اور آپ کو روحانی برکات کا وارث بنایا اور آپ کی پچھلی زندگی کو صاف وشفاف کر کے آپ کو اپنے حلقہ ارادت میں لیا۔

آپ اپنے خاندان کی اکیلی احمدی تھیں۔ آپ کے میکہ سے تعلق رکھنے والے رشتہ دار آج تک نا صرف غیر احمدی ہیں بلکہ جماعت کے اشد مخالف بھی ہیں۔

---

[19] خط محررہ 18 جنوری 2024

جماعتی خدمات:

کوٹلی آزاد کشمیر میں لجنہ اماءاللہ کی تنظیم سن 1961ء میں قائم ہوئی۔ اور محترمہ کرامت بی بی صاحبہ کو اس تنظیم کی پہلی صدر ہونے کا اعزاز حاصل ہوا۔ آپ مسلسل 12 سال اس خدمت پر مامور رہیں۔ اس خدمت پر آپ کو صدر صاحبہ لجنہ اماءاللہ پاکستان کی جانب سے ایک سند خوشنودی بھی ملی۔

آپ کی صاحبزادی فرح جبین صاحبہ نے اپنی والدہ سے متعلق ایک تحریر لکھی جو یہاں درج کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے، آپ لکھتی ہیں:۔

"میری والدہ انتہائی منکسر المزاج اور حلیم الطبع تھیں۔ غریب پروری اور دینداری ان کی نمایاں صفات تھیں۔ محلے کی ہر بچی کو ذاتی اولاد کی طرح اہمیت دیتی تھیں۔ بہت سی ان پڑھ اور گھریلو کام کاج سے نابلد خواتین کو بڑے پیار سے پڑھایا اور گھر داری سکھائی۔ والدہ صاحبہ کی امانتداری کا یہ عالم تھا کہ محلے کی عورتیں اپنے زیور اور پیسے حفاظت کے لئے دیئے رکھتی تھیں۔ محلے کے تمام بچوں کو بلا معاوضہ قرآن کریم اور اخلاق حسنہ کی تعلیم دیتی تھیں۔ ان کے صبر اور شکر کی مثال آج تک لوگ پیش کرتے ہیں۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد کا بھی ہمیشہ خیال رکھا۔ آخری دم تک اپنا ہر کام حتیٰ الوسع خود کرنے کی کوشش کرتیں۔ عادات اور اخلاق میں نرم مزاجی انتہا کی تھی۔ ادب و احترام اور لحاظ داری کا عالم یہ تھا کہ اپنے دامادوں کو بھی کبھی تو کر کے مخاطب نہیں کیا۔ ہر

ایک کو واجبی لحاظ اور احترام دینا ان کا خاصہ تھا۔ صلح جُو، سادگی پسند، متحمل مزاج اور صوم و صلوٰۃ کی پابند تھیں۔ ماہ رمضان کے علاوہ شوال کے روزے بھی کبھی نہیں چھوڑے۔ تہجد کے علاوہ مغرب کی نماز کے بعد بھی 6 نوافل کی ادائیگی کی پابند تھیں۔ گھریلو کام کاج میں ماہر تھیں۔ زمینداری کے علاوہ چارپائیاں بننا، کرسیاں چوکی اور سلائی کڑھائی بھی بہت عمدہ کرتی تھیں۔ ان کے ہاتھوں کے بنے ہوئے سویٹر، ٹوپیاں اور ازاربند بے مثال ہوتے تھے۔ اخلاق حسنہ کا ہر چھوٹا بڑا گرویدہ تھا۔ جماعتی کاموں میں تعاون اور خدمت ان کا اعلیٰ وصف تھا۔ جماعتی وفود اور نمائندگان کی میزبانی ہمیشہ اپنا فرض سمجھا۔ مربیان اور حُفّاظ کی خدمت اپنے لئے سکون اور رزق کی فراوانی کا باعث سمجھتی تھیں۔ دودھ، لسّی، گندم یا مکئی ہر چیز میں غریبوں کا حصہ رکھتی تھیں۔ گھر کے ملازمین کو ہمیشہ وہی کھلایا جو اپنے بچوں کے لئے بنایا۔ تمام رشتہ دار غیر از جماعت ہونے کے باوجود بھی ان کی عادات، اخلاق اور رواداری کے قائل تھے۔ والد صاحب کی زوجہ ثانی ہونے کے باوجود ان کی پہلی اولاد اور ان کے بچوں کا ہمیشہ ہمدردی سے خیال رکھا۔ اللہ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ (آمین)" [20]

[20] خط محررہ یکم مارچ 2024

اولاد از زوجہ ثانیہ:

1. کریم الدین ٹھکر (یوکے)
2. ناصرہ نثار صاحبہ (راولپنڈی، پاکستان)
3. منصورہ مشتاق صاحبہ (کوٹلی آزاد کشمیر)
4. نعیم اللہ ٹھکر صاحب (امریکہ)
5. فرح جبین صاحبہ (یوکے)
6. ظہیر الدین ٹھکر صاحب (کوٹلی آزاد کشمیر)
7. امتہ البصیر صاحبہ (راولپنڈی، پاکستان)

آپ کی وفات 24 جون 2012ء بروز اتوار ہوئی۔

محمد دین ٹھکر صاحب

ولادت و ایام جوانی:

آپ کرم دین ٹھکر صاحب کی پہلی زوجہ سے سب سے چھوٹے بیٹے تھے۔ آپ کی ولادت کا سن اندازاً 1908ء ہے۔ آپ بھی اوائل جوانی میں ہی پونچھ سے ہجرت کر کے کوٹلی آباد ہوئے۔

آپ کی نوکری کے حوالہ سے مجھے میرے والد محترم خواجہ عبد الباسط ایڈووکیٹ صاحب نے ایک واقعہ سنایا جو کہ ان کو محمد الیاس بٹ ایڈووکیٹ صاحب آف کوٹلی نے بتایا، فرماتے ہیں،

"محمد دین صاحب جو امیر عالم صاحب کے بھائی تھے ان کو امیر عالم صاحب نے جموں جا کر مہاراجہ سے مل کر فاریسٹ گارڈ بھرتی کروایا، (اس سے پہلے امیر عالم صاحب کے ذکر میں گزر چکا ہے کہ آپ کے مہاراجہ جموں کے ساتھ قریبی تعلقات تھے اور طاقتور محلات میں خاصی جان پہچان تھی) مہاراجہ وقت نے وہ درخواست منظور کی اور ان کی بھرتی کا حکم صادر کیا۔ جب یہ کوٹلی واپس آئے تو کوٹلی میں شور پڑ گیا کہ اتنی بڑی سرکاری ملازمت کیسے مل گئی؟ اس زمانہ میں فاریسٹ گارڈ ایک خاصا بڑا آفیسر ہوا کرتا تھا۔ اس پر ماسٹر صدیق صاحب کے والد نے کہا کہ یہ بھرتی کیسے ممکن ہوئی؟ تو اس پر کسی نے اس کو کہا کہ تم بھی مہاراجہ کے پاس جا کر اپنی دھائی دو، شائد تمہاری سنی جائے، اس پر انہوں نے پوچھا کہ کیسے دھائی دوں؟ تو کہا گیا کہ تم وہاں جا کر مرغا بن جانا اور کپڑے اتار دینا۔ کہا جاتا ہے (دروغ بر گردن راوی) انہوں نے جموں جا کر ایسے ہی کیا۔ اس پر ان کا بیٹا

جس کا نام سخی ولایت تھا، بھی فاریسٹ گارڈ بھرتی ہوا۔ پھر وہ پچاس کی دھائی کے آخر میں کہیں ریٹائر ہوئے۔"[21]

آپ کی بھتیجی محترمہ صدیقہ اختر صاحبہ فرماتی ہیں:۔

"جب چچا کو فاریسٹ پولیس میں لگا دیا گیا تو آپ کو سماہنی (کوٹلی، ریاست کشمیر) کے خوفناک جنگل کے علاقہ میں تعینات کیا۔"[22]

شہادت:

آپ فاریسٹ گارڈ تھے آپ کی شہادت نوکری کے دوران ہی سن 1947ء میں ہوئی۔ آپ کی قبر کوٹلی کے ایک نواحی گاؤں ڈونگی کے مقام ٹل پر ہے۔

آپ کی زندگی کے بارہ میں کچھ زیادہ معلومات نہیں مل سکیں۔ البتہ آپ سے متعلق ایک واقعہ آپ ہی کی بھتیجی محترمہ امتہ الحفیظ صاحبہ نے مجھے بتایا کہ محترم محمد دین صاحب کی شہادت کے کافی عرصہ بعد میرے بڑے بھائی محمد منظور احمد صاحب کو چچا (محمد دین صاحب) خواب میں آئے اور کہا کہ میں پانی میں ہوں، مجھے پانی میں سے نکالو۔ صبح ہوتے ہی محمد منظور صاحب نے ایک دو لوگوں کے ساتھ آپ کی قبر کا رُخ کیا تو دیکھا کہ آپ کی قبر پر سے ایک موسمی برساتی نالہ گزر رہا ہے۔ پھر بھائی صاحب نے آپ کی قبر کو اونچا کر کے پکا کر دیا اور پانی کے بہاؤ کو دوسری طرف موڑ کر ان کی قبر کو پانی کے بہاؤ سے بچایا۔

---

[21] انٹرویو محترم خواجہ عبد الباسط ایڈووکیٹ صاحب مؤرخہ 2 مئی 2024ء بمقام واٹفورڈ۔ یوکے

[22] انٹرویو محترمہ صدیقہ اختر صاحبہ مؤرخہ 14 اپریل 2024ء بمقام لوٹن۔ یوکے

آپ کی زوجہ اور اولاد:

آپ کی شادی چونترہ ضلع راولپنڈی کے ایک معزز خاندان میں ہوئی، آپ کی زوجہ محترمہ کا نام عائشہ بی بی تھا۔ آپ کی زوجہ کا خاندان بھی پونچھ سے تعلق رکھتا تھا۔ محترمہ عائشہ بی بی صاحبہ کے دو بھائی تھے، جن میں سے ایک محترم محبوب احمد صاحب پونچھ میں منشی دانشمند خاں صاحب کے ساتھ کچہری میں کام کیا کرتے تھے۔ اسی جان پہچان اور تعلق داری کی وجہ سے محترم محمد دین ٹھکر صاحب کا رشتہ آپ کی بہن عائشہ بی بی صاحبہ کے ساتھ ہوا۔ محترمہ عائشہ بی بی صاحبہ نے لمبی عمر پائی۔ آپ کی وفات 28 اگست 1989ء میں ہوئی، آپ چونکہ موصیہ تھیں اس لئے آپ کی تدفین بہشتی مقبرہ ربوہ میں ہوئی۔

آپ کی اولاد میں دو بیٹے اور ایک بیٹی ہیں۔

1. خواجہ ظہور احمد صاحب مرحوم
2. آمنہ بی بی صاحبہ زوجہ ڈاکٹر محمد ظفر کلیم صاحب مرحوم
3. ناصر احمد مسعود صاحب مرحوم

عبدالکریم ٹھکر

عبدالکریم ٹھکر صاحب میاں کرم دین ٹھکر صاحب کی کل اولاد میں سے سب سے چھوٹے صاحبزادے تھے۔ یہ میاں کرم دین ٹھکر صاحب کی دوسری زوجہ محترمہ غلام بی بی صاحبہ کے بطن سے تھے۔ آپ تین بہنوں کے اکلوتے بھائی تھے۔ یہ چاروں بہن بھائی احمدیت کی نعمت سے محروم رہے۔ عبدالکریم ٹھکر صاحب کی یکے بعد دیگرے چار شادیاں تھیں۔ مگر ان میں سے کسی میں سے بھی آپ کے ہاں اولاد نہیں ہوئی۔ اس جگہ یہ بات قابل ذکر ہے کہ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو الہام ہوا تھا۔

"سبحان اللہ تبارک اللہ تبارک و تعالٰی زاد مجدک۔ ینقطع ابائک و یبدء منک

سب پاکیاں خدا کے لئے ہیں جو نہایت برکت والا اور عالی ذات ہے اس نے تیرے مجد کو زیادہ کیا۔ تیرے آباء کا نام اور ذکر منقطع ہو جائے گا۔ یعنی بطور مستقل ان کا نام نہیں رہے گا۔ اور خدا تجھ سے ابتدا شرف اور مجد کا کرے گا۔" براہین احمدیہ ،وحانی خزائن جلد اوّل۔ حصہ چہارم۔ صفحہ 582و583)

اس الہام کی برکت سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متبعین میں بھی اثر دکھاتی ہوئی نظر آتی ہے۔ میاں کرم دین ٹھکر صاحب کی اولاد میں سے جو جو بھی "عافیت کے حصار" اور آپ علیہ السلام کے "الدار" میں داخل ہوا، اللہ تعالٰی نے اس کو اولاد کی برکت سے مالامال کر دیا اور جس نے اس نعمت سے روگردانی کی وہ ان برکات سے متمتع نہ ہو سکا!

فصل دوم

اس سے قبل کے جماعت احمدیہ میں ٹھکر خاندان کی دوسری نسل کا تذکرہ کیا جائے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں محمد عالم ٹھکر صاحب کی سب سے بڑی صاحبزادی محترمہ سرور بیگم صاحبہ کا ذکر کر دیا جائے۔ محمد عالم ٹھکر صاحب کی نرینہ اولاد کا تذکرہ آپ کے بعد آئے گا کیونکہ محترمہ سرور بیگم صاحبہ کی شادی قریباً سن 1932ء یا 1933ء میں غیر از جماعت خاندان میں ہوئی۔ اس لحاظ سے جماعت احمدیہ میں ٹھکر خاندان کی دوسری نسل دراصل آپ کے چھوٹے بھائی محمد ریاض ٹھکر صاحب سے شروع ہوتی ہے۔

سرور بیگم صاحبہ

محترمہ سرور بیگم صاحبہ محمد عالم ٹھکر صاحب کی سب سے بڑی صاحبزادی تھیں۔ آپ کی پیدائش اندازاً 1920ء کی ہے۔ آپ کی پیدائش پونچھ میں ہوئی۔ آپ کی شادی قریباً 1932ء یا 1933ء میں ایک غیر از جماعت خاندان میں محترم محمد یوسف صاحب آف راولپنڈی ہوئی۔ اس شادی سے آپ کے ہاں پانچ بچے تولد ہوئے۔

1۔ سلیمہ بیگم مرحومہ

2۔ نسیم پال مرحومہ

3۔ جمیلہ بیگم مرحومہ

4۔ خالد لطیف (اسلام آباد، پاکستان)

5۔ محمد اسماعیل (یوکے)

آپ کی وفات کے بعد آپ کی تدفین اسلام آباد میں ہوئی۔

گہوارہ احمدیت میں ٹھکر خاندان کی دوسری نسل

(اولاد محمد عالم ٹھکر صاحب)

1. محمد ریاض ٹھکر صاحب

ٹھکر خاندان کے پہلے پیدائشی احمدی

محمد عالم ٹھکر صاحب کی اولاد کا ذکر اشارۃً ان کے اپنے تذکرہ میں کیا جا چکا ہے۔ تاہم یہاں ان کی نرینہ اولاد کا ذکر قدرے تفصیل سے کیا جائے گا۔ محمد عالم ٹھکر صاحب کے بیٹوں میں سب سے بڑے محمد ریاض ٹھکر صاحب تھے۔ آپ راقم الحروف کے دادا جان تھے۔ آپ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ آپ ٹھکر خاندان کے پہلے پیدائشی احمدی تھے۔

پیدائش:

کاغذات کے مطابق آپ کی پیدائش سن 1928ء کی ہے مگر میری تحقیق کے مطابق آپ کا سن پیدائش 1924ء کے قریب بنتا ہے۔ آپ کی ساری عمر رزق حلال کے حصول میں اور محنت و مشقت میں گزری۔ آپ کی تعلیم کوئی اتنی خاص نہیں تھی مگر قرآن شریف بآسانی پڑھ لیتے تھے اور روزمرہ کے حساب اور لکھائی پڑھائی بھی کر لیتے تھے۔

آپ کے اوصاف:

آپ کی اپنی تعلیم کم تھی مگر آپ نے اپنی اولاد کو زیور تعلیم سے آراستہ کیا۔ محنت مزدوری کر کے اپنے سب سے بڑے بیٹے (خواجہ عبد الباسط ایڈووکیٹ صاحب) کو جامعہ کراچی میں وکالت کی تعلیم دلوائی۔

ایسے ہی اپنے باقی بچوں کو بھی زیور تعلیم سے آراستہ و پیراستہ کیا۔ نہائت شریف النفس بے ضرر، مسکین الطبع اور کم گو انسان تھے۔ آخری عمر کے حصہ میں بھی مسجد جا کر نماز باجماعت ادا کرتے اور ہم پوتوں کو بھی اپنے ساتھ مسجد لے جاتے۔

آپ کے اوصاف سے متعلق آپ کی بیٹی محترمہ فرحت ریاض عاطف صاحبہ لکھتی ہیں:۔

"میں جس شخص کے بارہ میں لکھنا چاہ رہی ہوں وہ کوئی بہت بڑا نام نہیں نہ ہی کوئی عالم فاضل اور نہ ہی کوئی مشہور و معروف شخصیت بلکہ ان سب سے الٹ وہ ایک انتہائی منکسر المزاج، گمنام، محنت کش اور سادہ طبیعت کے مالک میرے پیارے ابا جی ہیں، ہماری کُل کائنات، ہماری زندگیوں کا محور اور ہمارے راہنما۔ پڑھنے والے ضرور سوچیں گے کہ ایک شخص جو کوئی غیر معمولی رُتبہ بھی نہ رکھتا ہو کیسے راہنما ہو سکتا ہے۔ ان کی خاموش طبیعت ہی ہماری تربیت کا باعث تھی۔ آج ہم سب بہن بھائی جو کچھ بھی ہیں اپنے والدین کی انتھک محنت اور کوشش کا نتیجہ ہیں۔ ابا جی بہت سادہ مزاج تھے نہ کبھی کسی سے لڑائی جھگڑا نہ کبھی بحث مباحثہ میں پڑے۔ آپ بہت چھوٹی عمر میں ہی محنت مزدوری میں لگ گئے۔ پھر اولاد کی ذمہ داریاں اتنی پڑیں کہ روزی روٹی کے چکر سے نکل ہی نہ سکے لیکن

اس کے باوجود ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا شکر گزار دیکھا۔کام سے واپس آکر تیار ہو کر سب سے پہلے نماز باجماعت ادا کرنے مسجد جاتے۔ اسی طرح فجر کی نماز مسجد میں باجماعت ادا کرتے کبھی اس روٹین میں ناغہ نہیں دیکھا۔سی طرح جمعہ کو چندہ ادا کرتے کبھی یہ نہیں پوچھا کہ کتنا چندہ ادا کرنا ہے، کتنا بقایا ہے۔جو جیب میں ہوتا ادا کر دیتے۔اسی طرح نظام جماعت کے پابند ،خلافت سے محبت و اخلاص کا تعلق رکھنے والے سادہ طبیعت انسان تھے۔ محبتوں کے یا تعلق داریوں کے بڑے بڑے دعوے نہیں کرتے تھے بلکہ خاموش عمل سے ثابت کرتے تھے کہ وہ کتنی محبت کرنے والے انسان ہیں۔مجھے اپنی زندگی میں جتنی بھی اباجی کے ساتھ گزاری، نہیں یاد پڑتا کہ کبھی ہم بہنوں میں سے کسی کو ڈانٹا ہو یا کبھی غصہ کیا ہو۔اباجی انتہائی نرم مزاج اور نرم دل تھے جس کا فائدہ اکثر لوگوں نے اٹھایا بھی مگر کبھی کسی سے شکوہ نہیں کیا۔دکان پر کام کرنے والے ملازموں کا بہت خیال رکھتے خود کھانا کھانے سے پہلے ان کو کھلاتے، ان کی ہر ضرورت کا خیال رکھتے۔بعض اوقات ملازموں کو آرام پہنچاتے اور خود تکلیف اٹھاتے۔ آپ کی طبیعت میں اتنی انکساری تھی کہ اپنا نقصان کروالیتے لیکن کسی کو جواب نہ دیتے۔اباجی کا ٹائیر ٹیوب سروس کا کام تھا۔اکثر لوگ احمدیت کی مخالفت کی وجہ سے ہماری دکان سے کام نہیں کرواتے تھے لیکن جب مشکل وقت ہوتا جیسے آدھی رات کو ضرورت پڑتی یا عید والے دن جب سب دوکانیں بند ہوتیں تو یہی لوگ گھر آکر بلا کرلے جاتے کہ ہمارا کام کر دیں۔اباجی نے ان کو کبھی انکار نہیں کیا اور نہ ہی کبھی ان سے پوچھا کہ مشکل وقت میں میرے پاس آتے ہو اور ویسے مجھ سے کام نہیں کرواتے۔جب ہم کہتے کہ اباجی کیوں ان کا کام کرتے ہیں؟ تو وہ کہتے بیٹے یہ ان کا ظرف ہے، میرا دین اجازت نہیں دیتا کہ میں کسی کی مشکل میں کام نہ آؤں۔اباجی

نے ایک لمبی بیماری دیکھی مگر انتہائی صبر و ضبط سے کبھی اپنی تکلیف کا اظہار نہیں کیا اور نہ ہی کسی سے خدمت لیتے خواہ وہ اپنی اولاد ہی کیوں نہ ہو۔ مجھے یاد ہے بچپن میں جب ابا جی دوکان سے آتے تو امی کہتی کہ ابا جی کے کندھے اور ٹانگیں دباؤ، تھکے ہوئے ہیں، جیسے ہی میں دبانے لگتی 5 منٹ کے بعد کہہ دیتے بس ٹھیک ہے، چھوڑ دو۔ بچوں سے بے انتہا پیار کرتے۔ باجیوں کے بچے یا بھائی جان (عبد الباسط صاحب) کے بچوں کے ساتھ بہت اچھا وقت گزارتے، انگلی پکڑ کر جدھر بچے لے جاتے ان کے ساتھ جاتے۔ بچے بھی اپنے نانا دادا کو پا کر بہت خوش ہوتے۔ بیماری کے آخری دنوں میں یادداشت کمزور ہو گئی تھی تو کبھی کبھی اپنے بچوں کے نام لینے کے بجائے اپنے بہن بھائیوں کے نام پکارتے پھر جب سب ان کو بتاتے کہ وہ نہیں ہے تو پھر خاموش ہو جاتے۔ میری ملاقات ابا جی کے ساتھ آئیوری کوسٹ جانے سے پہلے ہوئی۔ آپ بہت خاموش رہنے لگے تھے کھانا پینا بالکل چھوٹ گیا تھا۔ بہت مشکل سے سارے دن میں چند نوالے امی جان کھلا پاتیں تھیں۔ میرے آئیوری کوسٹ جانے کے دو ماہ بعد ابا جی ہم سب کو چھوڑ گئے۔ یہ وہ خلاء ہے جو شائد کبھی بھی پورا نہیں ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے پیارے ابا جی کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔ آمین ثم آمین"[23]

1965ء کی جنگ میں تمغہ جنگ:

آپ نے فوج میں مکینکل ڈپارٹمنٹ میں بھی نوکری کی۔ آپ نے سن 65ء کی جنگ میں پاک فوج میں خدمات سر انجام دیں،

[23] تحریر فرحت ریاض عاطف صاحبہ محررہ 30 اپریل 2024ء

جن کو سراہتے ہوئے حکومت پاکستان نے آپ کو ایک تمغے سے نوازا۔

سن 74ء کے فسادات میں ایک لرزہ خیز واقعہ:

آپ کی بھانجی محترمہ بشریٰ احسان صاحبہ نے مجھے بتایا کہ سن 74ء کے فسادات میں ہمارے بنّی محلہ (راولپنڈی) میں ایک بیکری کا کارخانہ تھا جہاں بیکری کی اشیاء بنا کرتیں تھیں۔ وہاں ایک خوفناک بھٹّی تھی۔ ایک روز ماموں جان اپنے کام سے واپس آئے تو اوباش جلسے جلوس نکال رہے تھے وہاں کہ مجمع نے جب آپ کو دیکھا کہ یہ احمدی ہیں اور گھر داخل ہو رہے ہیں تو ان کو اٹھا کر اس بھٹّی کی جانب لے گئے اور ان کو اس میں جھونکنے ہی والے تھے کہ اللہ کی کوئی ایسی قدرت کارفرما ہوئی کہ ان ظالموں کو اس نے روک دیا اور بڑی مشکل سے جان بچا کر گھر آئے۔ اس واقعہ کا ذکر اکثر ہمارے گھروں میں ہوا کرتا تھا" [24]

[24] انٹرویو محترمہ بشریٰ احسان صاحبہ مؤرخہ 4 مئی 2024ء

آپ کی ایک بیٹی طیبہ نعیم صاحبہ آپ کو یاد کرتے ہوئے آپ کی سادہ طبیعت کے بارہ میں لکھتی ہیں:۔

" اباجی ایک سادہ مزاج اور بے ضرر انسان تھے بچوں سے پیار بے انتہا اور اظہار نہ کرنے والے خاموش طبیعت اور صبر ان کی مزاج میں شامل تھا بیماری میں بھی کمال ہمت رکھی ہمارے بچپن کی یادیں تو فلم کی طرح چلنے لگتی ہیں مگر لکھتے ہوئے دماغ غیر ارادی طور پر گم ہو جاتا ہے اور قلم رک جاتا ہے۔ مجھے نہیں یاد کے کبھی کسی بھی بچے کو مارنا تو دور کی بات کبھی غصہ بھی کیا ہو اباجی ایسے عظیم انسان تھے کے اپنے کیا ہر کوئی ان کی شرافت سے متاثر تھا مجھے یاد ہے لوگ ان کو "باواجی" یا "ٹائروں والے چاچا" کے نام سے بلاتے تھے انہوں نے دوستی کرتے یا تعلق رکھتے کبھی بھی اونچ پنچ نہ دیکھی نائی، موچی، مزدور اور دکاندار ہر ایک کے ساتھ پیار اور محبت کا سلوک رکھا۔ ایک بات جو ان کی نیچر تھی کے ملازم کو کھانا وقت پر پہنچانا اور ان کو پہلے کھانے کا کہنا اور خود کام کرنا ان کی دوستی ہر چھوٹے بڑے کے ساتھ تھی۔ باجی قمر کی بیٹے ندیم کا اکثر ایک مذاق چلتا کے "ہور فر چاچا کیہ حال ہا" اباجی ہنس کے کہتے 'چل شریر'۔ کیوں کے وہ اس کے نانا لگتے تھے اور وہ جانتے تھے کے ندیم مذاق کے موڈ میں ہے۔ اس کے علاوہ بھائی قیصر سے بھی اکثر مذاق کے موڈ میں بات کرتے تھے وہ ان کو کوئی ایسی بات کرتے کے وہ آگے سے اس کا جواب دیں۔ بھائی قیصر

کہا کرتے کہ یہ ان کو ایکٹو رکھنے کے لئے کرتا ہوں ورنہ یہ خاموشی سے بیٹھے رہیں گے۔"[25]

مرض الموت میں ایک حیرت انگیز واقعہ:

آپ کے مرض الموت میں ایک عجیب واقعہ کچھ ایسے پیش آیا کہ آپ کومہ میں تھے، اور بعض دفعہ آپ اونچی آواز سے کلمہ طیبہ کا ورد کرتے۔ کومہ کے اس سارے عرصہ میں آپ نے سوائے کلمہ طیبہ کے ورد کے کوئی اور بات نہیں کی۔ خاکسار ان دنوں جامعہ احمدیہ ربوہ میں زیر تعلیم تھا۔ جب آپ کی بیماری شدت اختیار کر گئی تو میں ربوہ سے کوٹلی آپ کو دیکھنے کے لئے گیا۔ مجھے یاد ہے کہ میں رات 3 بجے گھر پہنچا۔ صبح آپ کو دیکھا۔ اس کے کچھ وقت کے بعد آپ کی سانسیں اکھڑنا شروع ہوئیں اور میری دادی جان نے آپ پر سورۃ یٰسین پڑھنا شروع کی۔ جب میری دادی امی رحمت اور بخشش کی آیات پر پہنچیں تو دیکھتے ہی دیکھتے آپ دو گہری سانسیں لے کر اپنے مولا کے حضور حاضر ہو گئے۔

وفات:

آپ کی وفات 3 مئی سن 2001ء بروز جمعرات ہوئی اور آپ کی تدفین احمدیہ بیت الحمد کوٹلی کے ملحق قبرستان میں ہوئی۔

آپ کی اہلیہ اور اولاد

آپ کی اہلیہ محترمہ امتہ السلام بنت الحاج امیر عالم صاحب، تھیں۔ ان کا تفصیلی ذکر آگے آئے گا۔ آپ کی اولاد کی تفصیل یوں ہے۔

---

[25] تحریر طیبہ نعیم صاحبہ محررہ تحریر 26 اپریل 2024ء

1. خواجہ عبد الباسط ایڈووکیٹ (یوکے)
2. طاہرہ مبارک اہلیہ مبارک احمد (یوکے)
3. عصمت قیصر اہلیہ امیر قیصر داؤد (یوکے)
4. عشرت رحمٰن اہلیہ حبیب الرحمٰن ٹھکر (یوکے)
5. ثاقب ندیم (یوکے)
6. فرحت ریاض عاطف اہلیہ حامد مقصود عاطف (آسٹریلیا)
7. طیبہ نعیم اہلیہ چوہدری نعیم احمد (آسٹریلیا)
8. عظمیٰ اقبال اہلیہ محمد اقبال بھٹی (آسٹریلیا)

امتہ السلام صاحبہ اہلیہ محمد ریاض ٹھکر صاحب

آپ محترم الحاج امیر عالم صاحب کی صاحبزادی تھیں۔ آپ کی پیدائش سن 1938ء کی ہے۔ آپ میری دادی جان تھیں۔ آپ کے بارہ میں آپ کی ایک بیٹی عشرت رحمٰن صاحبہ نے ایک مضمون لکھا جو کہ ابھی تک غیر مطبوعہ ہے۔ان کی اجازت سے اس مضمون کو یہاں درج کر رہا ہوں، اس مضمون کے علاوہ میں کچھ باتیں آپ سے متعلق بھی لکھوں گا۔ آپ لکھتی ہیں:۔

"میری امی پانچ بھائیوں کے بعد بہت منتّوں اور مرادوں اور اپنے بزرگ والدین کی شبانہ روز دعاؤں سے پیدا ہوئی تھیں۔اور والدین کی آنکھوں کی ٹھنڈک و نور تھیں۔میری پیاری امی جان میں ہر وہ صفت تھی جو کسی بھی سلیقہ شعار اور سگھڑ خاتون میں ہو سکتی ہیں۔ہر ایک سے محبت کرنے والی اور دوسروں سے خیر خواہی کرنے والی، اپنے نام کے مطابق سلامتی ہی سلامتی تھیں۔گھریلو امور کی ماہر تھیں اور اپنی بچیوں کے لئے رول ماڈل تھیں۔مجھے نہیں یاد پڑتا کہ کبھی انہوں نے کوئی کام کہہ کر کروایا ہو۔انہوں نے ماحول ہی ایسا دیا کہ ہم بہنوں نے ان کے عمل سے ہی سیکھا۔وہ صرف گفتار کی ہی غازی نہیں تھیں بلکہ کردار کی بھی غازی تھیں۔انہوں نے ہماری تربیت زبانی نہیں بلکہ عملی طور پر کی۔ گو کہ وہ زیادہ تعلیم یافتہ نہ تھیں اور نہ ہی ان کے پاس کوئی ڈگریاں یا اسناد تھیں۔ مگر اپنے اندر علم کا ایک خزانہ رکھتی تھیں۔میری امی بہت ہی غریب پرور تھیں، اگرچہ انہوں نے ایک سفید پوش زندگی گزاری، صبر و شکر اور قناعت کے ساتھ، کسی

شکوہ و شکایت کے بغیر۔ مگر پھر بھی وہ اپنے رشتہ داروں اور ارد گرد رہنے والے غریب و تہی دست لوگوں کی مدد کر کے خوشی محسوس کرتی تھیں اور مدد بھی اس طرح کرتیں تھیں کہ کسی دوسرے انسان کو خبر نہ ہو تاکہ جس کی مدد کی ہے اس کی عزت نفس مجروح نہ ہو۔

امی جان بازار خریداری کرنے کے لئے جاتیں تو بازاروں میں چھوٹے چھوٹے بچے یا کبھی کبھار بزرگ بوڑھے کنگھیاں، ازار بند یا دنداسے وغیرہ ہاتھوں میں لئے بیچتے ہوتے تو ان سے خرید لیتیں ان کا کہنا تھا کہ یہ چھوٹی موٹی چیزیں بڑی دکانوں سے خریدنے کے بجائے ان لوگوں سے خریدیں تو ایک طرح سے ان کی مدد ہو جاتی ہے اور ساتھ ہی ان کی عزت نفس بھی قائم رہتی ہے اور محنت مزدوری کر کے روزی کمانے کا جذبہ بھی قائم رہتا ہے۔بڑی دکانوں سے تو ہر کوئی خریدتا ہے۔ان لوگوں سے کم لوگ ہی خریدتے ہیں۔ان باتوں میں بھی غریبوں کا دھیان رہتا تھا۔امی نے بہت بچوں کو قرآن پڑھایا۔جن میں ان کے اپنے پوتے پوتیاں نواسیاں اور دوسرے عزیزوں کے بچے بھی شامل ہیں۔جب میری والدہ کی شادی ہوئی تو میرے والد صاحب قرآن پڑھنا نہیں جانتے تھے کیونکہ والد محترم چھوٹی عمر سے ہی غم روزگار میں اتنے مصروف ہو گئے کہ اس طرف توجہ نہ دے سکے، لہٰذا وہ بچپن میں قرآن نہ پڑھ سکے۔شادی کے بعد میری امی نے انہیں قرآن پاک پڑھایا اور یہ بات تعریف کے لائق ہے کہ والد صاحب نے اپنی بیوی سے قرآن پاک پڑھنے کو اپنی مردانہ اَنا کے خلاف نہ سمجھا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ میرے والدین کو اپنی جوار رحمت میں جگہ دے۔ آمین

میری امی نے صبر و شکر کے ساتھ اپنی زندگی گزاری۔ ابا جان بہت ہی معمولی تنخواہ پر ملازم تھے۔ امی نے تھوڑے وسائل کے اندر رہتے ہوئے بھی اپنے بچوں کو نہ صرف اچھی تعلیم دلوائی بلکہ ان کی تربیت بھی بہت اچھی کی۔ امی جان بہت ہی محنتی تھیں، فارغ بیٹھنا تو انہیں بالکل نہیں بھاتا تھا ہر وقت گھر میں کسی نہ کسی کام میں مشغول رہتیں۔ امی جان چار سال تک لجنہ اماء اللہ کوٹلی شہر کی صدر رہیں اور دین کی خدمت میں مصروف رہیں۔ اور پھر وہ ضلع کی صدر بن گئیں اور مسلسل 20، 21 سال تک ضلع کی صدر کی حیثیت سے خدمات سرانجام دیتی رہیں۔ ان کے بڑے بڑے کاموں میں ضلع کوٹلی کی تمام دیہاتی مجالس کو منظم کرنا اور ان کا رابطہ مرکز کے ساتھ کرنا نمایاں ہے۔ دینی کاموں میں ان کی رہنمائی بہت ہمدردی اور محبت سے کرتیں، عجز وانکساری ان میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ آپ کے دور صدارت میں لجنہ اماء اللہ کے اجتماعات اتنے جوش و خروش سے ہوتے تھے کہ مختلف جماعتوں کی لجنات میں ایک نئی روح بیدار ہو جاتی تھی۔ سال بھر کے لئے لجنات خوبصورت یادیں لے کر اپنے گھروں کو جاتی تھیں۔ اجتماعات پر مرکزی مہمان خواتین کو بلاتیں اور یہ سب ان کی کوششوں کی وجہ سے ہی ممکن ہوا۔

واقفین زندگی کے لئے تو وہ مثل ماں تھیں یہاں کوٹلی میں جو بھی مربیان سلسلہ آئے ان کے اور ان کے اہل خانہ کے ساتھ ایک پیار بھرا رشتہ جوڑ لیتیں عید بقر عید پر ان کو گھر پر بلا لیتیں کہ اپنے گھروں اور عزیزوں سے دور ہیں ہم ہی ان کے عزیز ہیں۔ اس لئے انہیں عید کی خوشی میں شامل کرنا ہمارا فرض ہے۔

امی جان موصیہ تھیں اور اپنی زندگی میں ہی وفات سے ایک ہفتہ قبل ہی مربی صاحب کو بلا کر اپنی فائل مکمل کروائی اور چندہ وصیت مکمل ادا کیا اور اپنی خواہش کے مطابق بہشتی مقبرہ میں تدفین ہوئی۔

بلانے والا ہے سب سے پیارا اسی پر اے دل تو جاں فدا کر"

آپ کی قناعت شعاری اور بچوں میں برابری کے حوالہ سے متعلق ایک واقعہ آپ کی بیٹی طیبہ نعیم صاحبہ لکھتی ہیں:۔

" اکثر رمضان میں ابا جی کے ایک دوست جن کو ہم چاچا فیض کے نام سے بلاتے تھے رمضان المبارک کے دنوں میں افطار کے وقت گھر جاتے دو یا تین فانٹا کی بوتلیں دے جاتے اور امی نے جو روح افزا بنایا ہوتا تو اس میں شامل کر دیتی کیوں کے وہ وقت ایسا تھا کے بوتل پینا بہت بڑی بات تھی اور ماشاء اللہ ہمارے گھر افطار پر دستر خوان پر گیارہ لوگ ہوتے تھے اور سب کے ساتھ برابر سلوک ہو اس لئے امی ایسا کرتی تھیں۔"[26]

آپ کی قناعت شعاری اور سفید پوشی کے حوالہ سے مجھے میری خالہ اور امتہ السلام صاحبہ کی بھتیجی محترمہ بشریٰ احسان صاحبہ نے بتایا کہ

"آپا (آپ کی بھتیجیاں بھتیجے آپ کو آپا جی کہا کرتے تھے) ہمارے پنڈی والے گھر میں نیچے رہا کرتی تھیں۔ گرمیوں میں ہم نے بارہا دیکھا کہ چند ایک آم لے کر سفید ابلے ہوئے چاولوں پر ڈال کر بچوں کو دیا کرتیں اور بغیر کسی شکوہ شکایت کے ایسے گزر اوقات کیا کرتیں۔"[27]

---

[26] تحریر 26 اپریل 2024ء

[27] انٹرویو محترمہ بشریٰ احسان صاحبہ مؤرخہ 4 مئی 2024ء

اب میں اپنی دادی امی کے بارہ میں کچھ عرض کرنا چاہوں گا۔ کوشش کروں گا کہ وہ باتیں جو پہلے آچکی ہیں ان کو نہ دھراؤں۔ میری دادی امی کی شخصیت ایک ہمہ جہت شخصیت تھی۔ آپ ایک قناعت شعار اور دعا گو خاتون تھیں۔ نماز تہجد میں باقاعدہ تھیں اور پانچوں نمازیں بڑی توجہ اور اہتمام سے ادا کرتیں۔ صبح اونچی آواز سے تلاوت قرآن کیا کرتیں۔ آپ کی ظاہری تعلیم تو اتنی نہیں تھی مگر آپ قرآن کریم کے اکثر حصوں کا اردو ترجمہ جانتی تھیں۔ مجھے بھی پہلے دو پاروں کا ترجمہ آپ ہی نے سکھایا۔ جس طرح حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کی تربیت پر ان کی بزرگ دادی جان (حضرت اماں جان) کا خاص اثر تھا، اسی طرح میری دادی امی کا اثر مجھ پر ہے۔ نہایت دیندار اور جہاندیدہ خاتون تھیں۔ سلسلہ کی کتب کا مطالعہ بہت وسیع اور گہرا تھا۔

پنج وقتہ نمازوں کے علاوہ تہجد اور دوسرے نوافل باقاعدگی سے ادا کرتیں۔ بعض اوقات آپ کو دیکھ کر مجھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وہ ارشاد یاد آجاتا کہ جس آپ نے فرمایا، "دین العجائز اختیار کرو" آپ اتنی مخلص احمدی تھیں کہ لگتا تھا کہ آپ کا خمیر احمدیت کی مٹی سے گوندھا گیا تھا۔ آپ جماعت کے لئے بڑی غیرت رکھتیں تھیں۔ ساری زندگی احمدیت کی تعلیم پر عمل کیا اور آگے اولاد در اولاد کو بھی اسی کا سبق دیا۔

ہمارے گھر الفضل اخبار دوپہر میں آیا کرتا، دوپہر کے کھانے کے بعد آپ الفضل کا مطالعہ کرتیں اور اس کے خاص خاص حصے با آواز بلند پڑھتیں کہ ہم بچوں کے کانوں میں وہ باتیں پڑ جائیں۔ آپ کا کوئی وقت فارغ نہیں تھا ہر وقت کچھ نہ کچھ کرتی رہتیں۔ سلائی کڑھائی میں بھی ماہر تھیں۔ مرکز سے آنے والی خواتین کو اپنے ہاتھ سے کڑھے ہوئے

میز پوش، کرسیوں کے کور اور صوفہ کور تحفۃً دیا کرتیں۔ مرکز سلسلہ اور مرکزی نمائندگان کا بہت احترام کیا کرتیں۔

ایک بار میں نے دادی امی سے پوچھا کہ آپ کو لجنہ کی صدر ضلع بنے ہوئے کتنا وقت ہو گیا؟ تو آپ نے جواب دیا، 'جس سال تم پیدا ہوئے اسی سال میں ضلع کی صدر بنی۔' لمبا عرصہ آپ صدر رہیں اور آپ تمام جماعتوں کے دورہ جات کیا کرتیں۔ کشمیر کی دور دراز کی جماعتیں بہت فاصلہ پر اور نہایت دشوار گزار جگہوں پر ہیں۔ آپ کو گھٹنوں کا سخت درد تھا مگر آپ پھر بھی ان جماعتوں کا دورہ کیا کرتیں۔ کئی دوروں میں مجھے ساتھ لے جاتیں۔ آپ کا ننھیال (راٹھور خاندان) جماعت کا سخت معاند تھا۔ ان کے ساتھ ان کی مخالفت کے باوجود ہمیشہ صلہ رحمی کا سلوک کیا۔ مجھے یاد ہے ہمارے کوٹلی میں محترم حافظ مظفر احمد صاحب ناظر دعوت الی اللہ نے مذاکرہ اور سوال وجواب کی محفل کے لئے تشریف لانا تھا۔ دادی امی نے مجھے ساتھ لیا اور اپنے ماموں حاجی یوسف راٹھور صاحب کے گھر گئیں۔ سلام دعا کے بعد دادی امی نے ان کو اس محفل میں آنے کی دعوت دی۔ تو انہوں نے پہاڑی زبان میں (ان کے الفاظ آج بھی میرے کانوں میں گونجتے ہیں) کہا،

" سلیم! (میری دادی امی کا نام تو امتہ السلام تھا مگر ان کو سلیم کہا جاتا تھا) تساں کافریو، زندیق یو، اور واجب القتل او۔۔۔ ماڑھے کروں نکلو اے نہ وے میں آپوں کڈاں"

یعنی سلیم! تم لوگ کافر ہو، زندیق ہو اور واجب القتل ہو۔ میرے گھر سے نکلو ورنہ میں خود نکال دوں گا۔

یہ سن کر مجھے بہت غصہ آیا، مجھے جزبز دیکھ کر کہا، یہ تو کچھ بھی نہیں، طائف میں تبلیغ کی وجہ سے حضور ﷺ کو پتھر پڑے تھے، اور یہ سارا واقعہ آپ نے مجھے سنایا۔ یہی حاجی

یوسف راٹھور صاحب اس واقعہ کے کچھ عرصہ بعد اپنے کمرہ میں آگ لگنے سے جھلس کر وفات پا گئے!

صاف دل کو کثرت اعجاز کی حاجت نہیں

اک نشاں کافی ہے گر ہو دل میں خوف کردگار

آپ کی قبولیت دعا کے غیر بھی معترف تھے۔ آپ حتیٰ الوسع رمضان المبارک میں اعتکاف میں جاتیں۔ اور محلے کی کئی غیر احمدی خواتین آپ کو اپنے اور اپنے بچوں کے لئے دعا کا کہا کرتیں۔ افسوس کہ آج ان خواتین میں سے بعض کے بچے "ختم نبوت کے محافظ" بنے پھرتے ہیں!

جامعہ احمدیہ میں پڑھائی کے دوران مجھے باقاعدگی سے خط لکھتیں جن میں بہت سی حکمت کی باتیں اور قیمتی نصائح ہوا کرتیں۔ آپ کے خطوط میرے لئے بہت اہمیت کے حامل تھے۔ آپ ہمیشہ میری ہمت بندھاتیں اور دعاؤں سے نوازتیں۔ کبھی کبھار خط کے ساتھ کچھ پیسے بھی ہوتے تھے، وہ اتنے زیادہ تو نہیں تھے مگر میرے دل کی ڈھارس کا سامان کرنے کے لئے کافی ہوا کرتے تھے۔ ایک بار میں نے گھر (کچھ شرمندگی کے ساتھ) خط لکھا کہ جامعہ کی ٹک شاپ کا بل کوئی 500 روپیہ بن گیا ہے، کچھ رقم بھجوا دیں، کچھ دنوں بعد کسی کے ہاتھ پیسے آ گئے ساتھ میری دادی امی کا دلنواز والا نامہ بھی آیا، جس میں نصیحت تھی، کہ "عبدالعظیم آپ نے رقم کا تقاضا کیا وہ ڈیڈی بھیج رہے ہیں مگر یہ یاد رکھو کہ آپ سلسلہ کے مربی بن رہے ہو، اپنی چادر میں پاؤں پھیلانا سیکھو۔" اس قیمتی نصیحت نے میرے دل میں گویا گھر کر لیا، آج تک میں ہمیشہ اپنی سو فیصدی کوشش کرتا ہوں کہ کسی پر میری مالی احتیاج یا ضرورت کا شائبہ تک نہ پڑے!

جامعہ کی تعلیم کے دوران میں نے ایک بار گرمیوں کی چھٹیوں میں کوٹلی مسجد میں جمعہ پڑھایا، میرے بزرگ مقتدیوں میں وہ بھی شامل تھیں، جب گھر آئیں تو خوشی سے مجھے کافی دیر اپنے سینے سے لگالیا اور کہا، 'آج آپ نے خوش کر دیا' اور دعاؤں سے نوازا۔ ان کی ایک خواہش تھی کہ چونکہ کشمیر کا علاقہ ربوہ سے بہت دور تھا تو آپ کی خواہش تھی کہ جماعت کشمیر کے بچوں کے لئے ایک حافظ کلاس کا قیام کشمیر ہی میں کرے۔ میں نے آپ کو مشورہ دیا کہ آپ نظام کو اپنی اس خواہش سے مطلع کریں جو کہ انہوں نے کیا۔ رمضان کے دنوں میں ہمارے گھر کی سحری وافطاری بہت اہتمام سے ہوتی۔ سب لوگوں کے لئے پراٹھے امی بناتیں اور امی کے لئے دادی امی، امی کو دادی امی کے ہاتھ کا پراٹھا پسند تھا۔ جب دیکھتیں کہ گھر میں کوئی دال سبزی پکی ہوئی ہے (ہم بچے دال سبزی ذرا مشکل سے ہی کھاتے تھے) تو کھانا دستر خوان پر آنے سے پہلے ہی اس دال یا سبزی کی افادیت بتاتیں۔ تو ہم بچوں کو پتہ چل جاتا کہ آج کھانے میں دال یا سبزی ملے گی!

میری شادی 2005ء میں ہوئی۔ میری شادی کے لئے آپ امی کے ساتھ سب سے پہلے جو رشتہ دیکھنے جہلم گئیں وہ اچھا لگا تو وہیں رشتہ کرنے کے لئے تیار ہو گئیں۔ دعا میں مشغول ہو گئیں۔ میں ان دنوں خاناں میانوالی، ضلع نارووال میں بطور مربی سلسلہ متعین تھا۔ جب فون پر بات ہوئی تو کہا، تمہارے لئے جو رشتہ دیکھا ہے وہ اچھے لوگ ہیں، سادہ سے لوگ ہیں میں نے تو وہیں رشتہ کرنا ہے۔ میں تو پہلے ہی امی اور دادی امی سے کہہ چکا تھا کہ جو آپ کو پسند ہو وہی مجھے بھی پسند ہو گی۔

مجھے یاد ہے جب میں جامعہ احمدیہ نائجیریا میں تعینات ہوا اور جس دن گھر سے ایئر پورٹ پر جانے کے لئے نکل رہا تھا تو میری امی میرے گلے مل کر رونے لگ گئیں۔ اس پر دادی

امی آگے بڑھیں اور امی کو کہا، "دیکھنا تمہارے آنسو اس کے قدم نہ لڑکھڑا دیں۔" اور مجھے لاہور ائیرپورٹ چھوڑنے کے لئے آئیں۔ اور ملتے ہوئے کہا کہ "مجھے معلوم ہے کہ یہ میری اور تمہاری آخری ملاقات ہے۔" اور واقعی وہ میری اور دادی امی کی آخری ملاقات تھی!

آپ نے اپنی زندگی کے آخری دور میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی تحریک کے نتیجے میں وصیت کی اور تاکید کی کہ جب میں فوت ہوں تو مجھے بہشتی مقبرہ میں دفنانا۔ میرے خسر ملک محمد اختر صاحب کی وفات ہوئی تو ان کی تعزیت و جنازہ میں شمولیت کے لئے آپ جہلم گئیں جہاں آپ کو برین ہیمبرج ہوا اور وفات پا گئیں۔ گویا بہشتی مقبرہ ربوہ تک کا آدھا سفر اپنے پیروں پر کیا۔ اور "چاندی والی زمین" کی باسی بن گئیں۔ عمرو بن معدیکرب ایک مشہور عرب شاعر تھا جب اس کے بہت پیارے اس سے جدا ہوئے تو اس نے کہا،

ذهب الذين احبّهم

فبقيت مثل السيف فرداً

یعنی جن سے مجھے بہت محبت تھی وہ ایسے اس جہان گزران سے چل دیئے جیسے میدان جنگ (جنگ کے بعد) فاتحین و مفتوحین سے خالی ہو جاتا ہے اور آخر پر صرف ایک اکیلی تلوار بچتی ہے!!!

2. محمد اسحٰق ٹھکر صاحب

آپ محمد عالم ٹھکر صاحب کے صاحبزادے تھے۔ آپ کی شادی 5 جولائی 1957ء بروز جمعہ ہوئی۔ آپ نے ساری زندگی محنت مزدوری کی اور اولاد کو لقمہ حلال کھلایا۔

راولپنڈی میں چکلالہ میں منشی دانشمند خاں صاحب کے کوئی پونچھ سے تعلق رکھنے والے دوست بزرگ تھے جن کی مدد سے آپ کو چکلالہ میں کام مل گیا۔ آپنہایت شریف النفس اور کم گو، سادہ، درویش صفت انسان تھے۔ ہر ایک سے یکساں سلوک، بچوں سے پیار و محبت کرنے والے تھے۔ آپ کی وفات 27 اکتوبر سن 2000ء بروز جمعہ ہوئی اور مسجد احمدیہ کوٹلی کے ساتھ ملحق قبرستان میں تدفین ہوئی۔

آپ کی اہلیہ اور اولاد

آپ کی اہلیہ کا نام صدیقہ اختر بنت منشی فیروزالدین صاحب ہے۔ آپ کی اولاد کی تفصیل یوں ہے۔

1. روبینہ اسلام اہلیہ میجر ابن اسلام صاحب مرحوم (یوکے)
2. اسرارالحق ٹھکر (فرانس)

3. روزینہ یٰسین اہلیہ چوہدری یٰسین صاحب (نیوزی لینڈ)
4. انوار الحق ٹھکر (یوکے)
5. عائشہ زبیر (یوکے)
6. داؤد احمد ٹھکر (یوکے)

آپ کی وفات 27 اکتوبر 2000ء بروز جمعہ بمقام لاہور ہوئی۔

3. محمد مشتاق ٹھکر صاحب

آپ بھی محمد عالم ٹھکر صاحب کے صاحبزادے تھے۔ آپ مسکین طبیعت کے حامل تھے۔ آپ ایام جوانی میں بسلسلہ معاش گلگت چلے گئے۔ ازاں بعد راولپنڈی میں بجلی کا کام کیا کرتے تھے۔ آپ کی وفات جوانی میں ہی ہوگئی۔

آپ کی آپ کی اہلیہ کا نام منصورہ مشتاق ہے آپ منشی فیروزالدین صاحب کی دختر ہیں اور آپ کو لجنہ اماء اللہ ضلع کوٹلی کی صدر رہنے کا اعزاز بھی حاصل رہاہے۔ آپ کی اولاد کی تفصیل یوں ہے۔

1. تسلیم احمد کاشف (کوٹلی آزاد کشمیر)
2. رخشندہ مشتاق اہلیہ وسیم احمد صاحب (میرپور آزاد کشمیر)

4. نثار احمد ٹھکر صاحب

پیدائش وابتدائی ایام:

آپ محمد عالم ٹھکر صاحب کے سب سے چھوٹے صاحبزادے تھے۔ آپ کی پیدائش 15 جون 1942ء میں ہوئی۔ آپ کی عہد طفولیت ہی میں آپ کے والدین وفات پا گئے تھے۔ چھوٹی عمر میں ہی رزق روزی کے سلسلہ میں مستغرق ہو گئے۔

مکرم نثار احمد ٹھکر صاحب اپنے برادر اکبر محمد ریاض ٹھکر صاحب کے ساتھ

آپ بسلسلہ معاش بہاولپور تک گئے جہاں آپ کو سخت موسم اور اپنوں سے دوری اور معاشی مشکلات کی وجہ سے آپ کو کچھ عرصہ نفسیاتی عارضہ لاحق ہوا۔ پھر آپ وہاں سے واپس راولپنڈی آ گئے اور اپنی بڑی بہن محترمہ انشاء فاطمہ صاحبہ کے پاس رہنے لگے۔ راولپنڈی میں آپ قومی ایئر لائن پی آئی اے میں ملازمت کرتے تھے۔

سروس کے دوران آپ کو دو مختلف مواقع پر روپے سے بھرے بیگ ملے جو آپ نے مکمل دیانت داری کے ساتھ حکام بالا تک پہنچا دیئے۔ آپ سیٹلائیٹ ٹاؤن حلقہ کے سیکریٹری وقف نو رہے۔ آپ کے اوصاف میں آپ کا بے لوث ہونا اور ہر چھوٹے بڑے سے عزت اور محبت سے ملنا شامل تھا۔

وفات:

آپ کی وفات 15 رمضان المبارک بمطابق یکم دسمبر 2001ء ہوئی۔

آپ کی اہلیہ اور اولاد

آپ کی اہلیہ کا نام ناصرہ محمودہ ہے، آپ منشی فیروزالدین صاحب کی دختر ہیں۔ آپ کی اولاد کی تفصیل یوں ہے۔

1. عالیہ شاہد صاحبہ اہلیہ مکرم شاہد محمود صاحب، مبلغ سلسلہ (غانا)
2. فرخندہ کاشف صاحبہ اہلیہ کاشف محمود صاحب (راولپنڈی، پاکستان)
3. وجیہہ نثار صاحبہ (راولپنڈی، پاکستان)
4. وقاص احمد صاحب (راولپنڈی، پاکستان)
5. نورین نثار صاحبہ اہلیہ مدثر عمران بٹ صاحب (راولپنڈی، پاکستان)

(اولاد الحاج امیر عالم ٹھکر صاحب)

1. غازی محمد عمر صاحب

پیدائش و ابتدائی ایام:

آپ کی پیدائش 21 اگست سن 1921ء میں ہوئی۔ آپ سے قبل محترم الحاج امیر عالم صاحب کے ہاں دو بیٹے (محمد ظفر، فضل الٰہی) یکے بعد دیگرے تولد ہوئے جو کم سنّی میں ہی وفات پا گئے۔

غازی محمد عمر صاحب

برطانوی ہند کی آرمی میں بھرتی

آپ 1945ء میں ہندوستان (دولت مشترکہ) کی آرمی میں بھی بھرتی ہوئے۔ اور کچھ عرصہ آرمی میں رہنے کے بعد پھر واپس کوٹلی آ گئے۔

غازی کا لقب

1946ء میں کوٹلی کی شاہی مسجد ہندوؤں کے قبضہ میں چلی گئی اور مسلمانوں کو اس میں نماز سے روک دیا گیا۔ شروع میں احمدی بھی اسی مسجد میں نمازیں ادا کیا کرتے

تھے۔ جب یہ ہندوؤں کے قبضہ میں گئی تو آپ نے چند نوجوانوں کے ہمراہ اس مسجد کا قبضہ چھڑوایا۔ ان نوجوانوں میں آپ بھی شامل تھے۔ آپ نے اپنے ایام جوانی میں کو واگزار کروایا اس پر اہلیان کوٹلی نے ان کو غازی کا خطاب دیا۔

آٹے کی چکی، ازاں بعد برطانیہ روانگی:

آپ نے سن 1956ء یا 1957ء میں کوٹلی میں آٹے کی چکی لگائی۔ پھر معاشی حالات کو بہتر کرنے کے لئے اور رزق روزی کی تلاش میں سن 1960ء میں یوکے مقیم ہوئے۔ آپ گلاسگو، اسکاٹ لینڈ میں قیام پذیر ہوئے۔ آپ کو یہ سعادت حاصل ہوئی کہ اسکاٹ لینڈ میں جماعت کے قیام اور بنیاد ڈالنے والوں میں شامل ہوئے۔ میں سن 2012ء میں اسکاٹ لینڈ گیا، وہاں احمدیہ مسجد بیت الرحمٰن میں جانے کا

اتفاق ہوا تو وہاں مسجد میں آپ کی تصویر آویزاں دیکھی۔ جس کے نیچے یہ درج تھا کہ محترم محمد عمر صاحب اسکاٹ لینڈ کی جماعت کے بانی اراکین میں سے ہیں۔ یہ دیکھ کر مجھے بہت خوشگوار حیرت ہوئی اور قرآن شریف کی اس آیت کی طرف توجہ ہوئی جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے،

يَا بُنَيَّ إِنَّهَا إِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِي صَخْرَةٍ أَوْ فِي السَّمَاوَاتِ أَوْ فِي الْأَرْضِ يَأْتِ بِهَا اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ لَطِيفٌ خَبِيرٌ[28]

اے میرے بیٹے اگر تمہاری نیکی کسی سرسوں کے بیج کے برابر بھی ہوئی اور کسی بھاری پتھر کے نیچے (لوگوں کی آنکھوں سے اوجھل چھپی ہوئی) بھی ہوئی۔ یاوہ آسمانوں یازمین میں (گم گشتہ) بھی ہوئی تو اللہ اس (کی قدر دانی کرتے ہوئے) کولے آئے گا۔ یقیناً اللہ لطیف وخبیر ہے۔

محترم غازی محمد عمر صاحب نے ایک نیکی کی۔ اس پر بہت لمبا عرصہ گزرا مگر اللہ نے اس کو نہیں بھلایا بلکہ اس کی قدر دانی کی۔ آپ کو کیا معلوم تھا کہ آپ کے خاندان کا ایک لڑکا ستّر پچھتّر سال بعد اس جگہ آئے گا اور اس کو آپ کی کی ہوئی نیکی ایک دیوار پر تاریخ کے متبرک در کھولتی ہوئی نظر آئے گی!

غازی محمد عمر صاحب حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کے عقب میں کھڑے ہیں۔

[28] سورۃ لقمٰن آیت 17

آپ برطانیہ میں جماعت کے ساتھ وابستہ تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کے دورہ برطانیہ کے دوران خدمت میں پیش پیش رہے۔

آپ کی وفات آپ کے بیٹے مکرم میاں احسان الحق ٹھکر صاحب کی شادی کے ایام میں ہوئی۔ آپ کی وفات 8 جنوری 1974ء کو بمقام برطانیہ بعمر 53 سال ہوئی اور آپ کا جسد خاکی پاکستان لایا گیا اور احمدیہ مسجد کوٹلی کے ملحق قبرستان میں مدفون ہوئے۔

آپ کی اہلیہ اور اولاد

آپ کی اہلیہ کا نام زبیدہ بیگم تھا، آپ محمد عالم ٹھکر کی صاحبزادی تھیں۔ آپ کی اولاد کی تفصیل یوں ہے۔

1. میاں احسان الحق ٹھکر صاحب مرحوم
2. ذکیہ طاہرہ صاحب (جرمنی)
3. ریحانہ پروین صاحبہ (یوکے)
4. بشارت احمد ٹھکر صاحب (یوکے)
5. مبارک احمد ٹھکر صاحب مرحوم
6. فرحت ممتاز صاحبہ مرحومہ
7. فاروق اعظم صاحب (جرمنی)
8. طارق اعظم صاحب (یوکے)

زبیدہ بیگم

آپ محمد عالم ٹھکر صاحب کی صاحبزادی تھیں اور غازی محمد عمر کی اہلیہ تھیں۔ آپ کی پیدائش 1928ء یا 1929ء کی ہے۔ آپ صوم و صلوٰۃ کی بہت پابند تھیں اور بڑی عابدہ و زاہدہ خاتون تھیں۔ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے انتہائی درجہ عشق اور محبت کرتی تھیں۔ قرآن کریم کی تلاوت آپ کی روحانی غذا تھی اور احمدیت اور سلسلہ کے بارے میں بڑی غیرت رکھتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ علیین میں جگہ دے اور آپ کے درجات بلند کرے۔ آمین

آپ کی وفات 17 اکتوبر 1989ء بمطابق 16 ربیع الاول 1410ھ بروز منگل ہوئی۔

2. غازی محمد امین صاحب

پیدائش:

آپ محترم الحاج امیر عالم صاحب کے دوسرے بیٹے تھے۔ آپ کی ساری زندگی اپنے واجب الاحترام والد کے دست و بازو کے طور پر گزری۔ برادر اکبر کے بیرون ملک ہونے کی وجہ سے یہاں گھر میں آپ اپنے والد کے ساتھ مضبوط سہارا اور باقی چھوٹے بہن بھائیوں کے لئے ایک ہمدرد بزرگ کی حیثیت رکھتے تھے۔ آپ کی پیدائش یکم جنوری سن 1923ء کی ہے۔

آپ کا سفر بغداد:

اس سے پہلے یہ ذکر ہو چکا ہے کہ آپ کو اپنے والد محترم کے ساتھ حصول رزق کے لئے بغداد تک جانا پڑا۔ مجھے ان کی ہمشیرہ محترمہ امتہ الحفیظ صاحبہ نے بتایا کہ ان کو ان کے بڑے بھائیوں میں سے کسی نے بتایا، "ایک روز ابا جان نے اپنے بیٹے اور میرے بھائی غازی محمد امین صاحب سے فرمایا کہ "میں بغداد جانا چاہتا ہوں تا کہ کچھ مالی آسودگی بھی حاصل ہو اور زیارات بھی ہو جائیں، تو تم گھر میں رکو اور میں ان چھوٹے لڑکوں میں سے کسی کو ساتھ لے جاتا ہوں۔' اس پر بھائی امین نے عرض کی 'لالہ جی!(کشمیر میں مروّج طور پر بچے اپنے والد کو لالہ جی کہا کرتے ہیں) میں آپ کے ساتھ جاؤں گا۔ منظور اور ظفر پڑھائی میں تیز ہیں ان کو پڑھنے دیجیئے۔' سو بھائی امین ابا جان کی سلائی مشین لے کر ابا جان کے ساتھ بغداد روانہ ہوئے۔"[29]

---

[29] انٹرویو مؤرخہ 29 دسمبر 2023، بمقام واٹفورڈ۔ یوکے

آپ کی اس بے نظیر قربانی کا پھل کچھ ایسے لگا کہ بعد میں آپ کے یہی دونوں چھوٹے بھائی محترم محمد منظور احمد ایڈووکیٹ صاحب بعد میں آزاد کشمیر کے مایہ ناز وکیل بنے اور محترم ڈاکٹر محمد ظفر کلیم صاحب کوٹلی کے پہلے کوالیفائیڈ ڈاکٹر بنے! ایک بار مجھے آپ کے برادر اصغر ڈاکٹر محمد ظفر کلیم صاحب نے (اپنے گھر میں غازی محمد امین صاحب کی تصویر کی طرف اشارہ کر کے) بتایا، کہ 'میرے اس بھائی نے میرے لئے بہت کچھ کیا، میں سمجھتا ہوں کہ والد محترم کے بعد آپ نے ہمارا اپنے حقیقی بچوں کی طرح خیال رکھا، آج میں جو کچھ بھی ہوں اپنے اس بھائی کی قربانیوں کی وجہ سے ہوں۔' یہ بات کہتے ہوئی ڈاکٹر صاحب کی آنکھیں پُرنم اور آواز بھرّائی ہوئی تھی۔

غازی کا لقب

1946ء میں کوٹلی کی شاہی مسجد ہندوؤں کے قبضہ میں چلی گئی اور مسمانوں کو اس میں نماز سے روک دیا گیا۔ شروع میں احمدی بھی اسی مسجد میں نمازیں ادا کیا کرتے تھے۔ جب یہ ہندوؤں کے قبضہ میں گئی تو آپ نے چند نوجوانوں کے ہمراہ اس مسجد کا قبضہ چھڑوایا۔ ان نوجوانوں میں آپ بھی شامل تھے۔ آپ نے اپنے ایام جوانی میں کو واگزار کروایا اس پر اہلیان کوٹلی نے ان کو غازی کا خطاب دیا۔

"کشمیر ہاؤس" ایک مہمان سرائے:

آپ کا راولپنڈی میں بنّی محلہ میں واقع گھر 'کشمیر ہاؤس' کے نام سے جانا جاتا تھا۔ یہ ہر خاص و عام کے لئے کھلا تھا۔ کوٹلی والوں (خواہ وہ رشتہ دار ہے یا نہیں) کے لئے یہ ایک مہمان سرائے تھا۔ جہاں عزت، اہمیت اور وسیع دستر خوان ہر ایک کے لئے منتظر

رہتا۔ آپ کی اسی خوبی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آپ کی ہمشیرہ نے مجھے بتایا کہ " پنڈی گھر کی منڈھیر پر ذرا سا جو کوّا آ کر کائیں کائیں کرتا تو بھائی صاحب اٹھ کھڑے ہوتے اور کہتے 'انشاء! آج میرا کوئی بھائی کوٹلی سے آرہا ہے!' اس واقعہ میں آپ کی اپنے بہن بھائیوں سے محبت ظاہر ہوتی ہے۔ ثقافتی طور پر (اس کے درست ہونے سے قطع نظر) مشہور ہے کہ اگر کسی کے گھر کی منڈھیر پر کوّا بولے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس گھر میں کوئی مہمان آئے گا۔ آپ کی اس غیر معمولی خوبی کا ذکر محترم مولانا اسد اللہ قریشی صاحب کے ایک خط سے بھی ہوتا ہے جو کہ آپ نے محترم غازی محمد امین صاحب کو مؤرخہ 9 دسمبر 1969ء کو لکھا، آپ لکھتے ہیں،

"راولپنڈی میں ملاقات کے وقت آپ کی اور بیوہ حاجی صاحب مرحوم (کرم النساء صاحبہ) کی نوازشات کا بہت بہت شکریہ۔ اللہ تعالیٰ آپ کے خاندان کے مال و اولاد میں برکت دے۔ مشکلات کو دور کر دے اور دونو کو شفاء کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے اور اپنی خاص رحمتوں اور برکتوں سے نوازے آمین یاربّ العالمین۔"[30]

آپ نے حصول رزق کے لئے مختلف کام کئے اور لقمہ حلال پر اتنی محنت کی کہ اس کو سونا بنا کر اپنے بچوں کو کھلایا۔ آپ کے گھر میں آپ کی ہمشیرہ (محترمہ امتہ السلام صاحبہ) اور آپ کے چھوٹے بھائی (محمود احمد مختار صاحب) کی فیملی بھی رہتی تو آپ جو کچھ اپنے بچوں کے لئے لاتے وہی اپنی بہن کی اولاد اور بھائی کے بیوی بچوں کے لئے لاتے۔

[30] خط محررہ مولوی اسد اللہ کاشمیری صاحب مؤرخہ 9 دسمبر 1969ء از کوارٹر نمبر 608۔ مسجد احمدیہ۔ گلگت (یہ خط ثاقب ندیم صاحب کے پاس محفوظ ہے)

غازی محمد امین صاحب اپنے والد بزرگوار کے ساتھ بمقام جابہ

آپ کے دیگر اوصاف:

آپ کی صاحبزادی محترمہ ضیاء القمر صاحبہ نے مجھ سے بیان کیا کہ

"اباجی کا روز کا معمول تھا کہ فجر کی نماز پڑھنے کے بعد ہماری بیٹھک میں بیٹھ کر اونچی آواز سے تلاوت کیا کرتے تھے۔ تلاوت کے بعد اونچی آواز میں صلّ علیٰ پڑھتے۔ اس معمول میں ناغہ نہیں ہوتا تھا، اگر بالفرض کسی دن محلہ داروں کو آپ کی تلاوت اور صلّ علیٰ کی آواز نہ جاتی اس دن کئی لوگ ہم بچوں سے استفسار کرتے کہ 'تمہارے ابا کہیں گئے ہوئے ہیں، کیونکہ آج ان کی تلاوت اور صلّ علیٰ کی آواز نہیں آئی۔' اسی وجہ سے ہم بہن بھائیوں کو بھی اونچی آواز میں تلاوت قرآن کریم کی عادت پڑی۔"[31]

[31] انٹرویو مؤرخہ 4 مئی 2024، بمقام واٹفورڈ۔ یوکے

آپ کی دوسری صاحبزادی محترمہ بشریٰ احسان صاحبہ نے مجھے بتایا،

"آپ اپنے والدین کے انتہائی فرمانبردار بیٹے تھے۔ ایک دن ابا جان ہمارے گھر ایک خوبصورت سا ڈائینگ ٹیبل اور کرسیاں لائے۔ ہماری دادی جان کو بھی وہ پسند آیا اور انہوں نے ابا جان سے کہا، 'امین، منظور کو ملنے بڑے بڑے لوگ آتے ہیں ایسا ہی اس کو بھی لے دو' اس پر ابا جان نے وہی ڈائنگ ٹیبل کا سیٹ کوٹلی بھجوا دیا اور کہا کہ میں اپنے لئے اور لے آؤں گا۔ ایسے ہی ابا جان اپنے بہن بھائیوں سے بھی بے مثال محبت کرتے تھے، ہمارے چچا منظور کا اعلیٰ تعلیم کے لئے ارادہ بنا تو ابا جان نے آپ کے داخلہ کی فیس ادا کی۔ ایسے ہی جب چچا ظفر راجشاہی ہوا کرتے تھے تو مجھے یاد ہے کہ ابا جان بھائی جان مان (فضل الرحمن صاحب) کو پیسے دے کر کہتے کہ یہ منی آرڈر ظفر کو کر آؤ۔"[32]

محترم خواجہ عبد الغفار ڈار صاحب نے آپ سے متعلق ایک واقعہ اپنی کتاب داستان کشمیر میں لکھا، آپ فرماتے ہیں:۔

"غازی محمد امین صاحب راولپنڈی میں سیٹل ہو گئے تھے یہاں ہی فوت ہو گئے۔ کے ایچ خورشید کے زمانہ میں میرا ایک آپریشن ہوا، غازی امین میرا حال دریافت کرنے کے لئے مظفر آباد پہنچ گئے۔" (داستان کشمیر صفحہ 257)

آپ کا جماعت سے اخلاص ووفا

آپ کی بڑی صاحبزادی محترمہ ضیاء القمر صاحبہ بیان کرتی ہیں:۔

---

[32] انٹرویو مؤرخہ 4 مئی 2024، بمقام واٹفورڈ۔ یوکے

"جلسہ سالانہ ربوہ کے موقع پر آپ ٹرین کی تین بوگیاں بک کرواتے جن میں راولپنڈی میں مقیم خاندان، کوٹلی میں مقیم خاندان اور کوٹلی جماعت کے احباب و خواتین ربوہ جاتے۔ ہماری والدہ کھانے کے بڑے بڑے دیگچے پکا کر تیار کرتیں تاکہ سفر میں جلسہ پر جانے والے مسافروں کے لئے زاد راہ کے کام آسکیں۔ دوران سفر ہمارے والد اتنی بلند آواز میں نعرے لگاتے کہ لالیاں پہنچنے تک ان کی آواز بیٹھ جاتی۔ ایک بار آخری سالوں میں جلسہ میں شمولیت کی غرض سے ربوہ جاتے ہوئے بستر باندھ رہے تھے کہ آپ کو چُک پڑ گئی جس کی تکلیف آپ کو لمبا عرصہ رہی۔"[33]

آپ کی اہلیہ اور اولاد

آپ کی اہلیہ کا نام انشاء فاطمہ تھا، آپ محمد عالم ٹھکر صاحب کی صاحبزادی تھیں۔ آپ کی اولاد کی تفصیل یوں ہے۔

1. فضل الرحمٰن ٹھکر مرحوم
2. نعیمہ مرحومہ (ان کا انتقال بچپن ہی میں ہو گیا)
3. ضیاء القمر اہلیہ نذیر احمد کھوکھر (یوکے)
4. بشریٰ احسان اہلیہ میاں احسان الحق ٹھکر (یوکے)
5. عطاء الرحمٰن ٹھکر مرحوم
6. نیلم سلطانہ اہلیہ عبد الباسط ایڈووکیٹ مرحومہ
7. صادقہ اعظم اہلیہ طارق اعظم صاحب مرحومہ

[33] انٹرویو مؤرخہ 4 مئی 2024، بمقام واٹفورڈ۔ یوکے

8. حبیب الرحمٰن ٹھکر مرحوم
9. نیّر افشاں اہلیہ اسرار احمد ٹھکر (فرانس)

وفات: آپ کی وفات 13 نومبر 1975ء میں ہوئی اور تدفین مسجد احمدیہ کے ملحقہ قبرستان میں ہوئی۔

محترمہ انشاء فاطمہ صاحبہ

آپ محترم غازی محمد امین صاحب کی اہلیہ تھیں اور محمد عالم ٹھکر صاحب کی سب سے چھوٹی بیٹی تھیں۔ آپ رشتہ میں میری حقیقی نانی تھیں۔ آپ کی پیدائش اندازاً 1928ء کی ہے۔

آپ کے اوصاف:

جب آپ کو یاد کرتا ہوں تو ذہن میں پیار ہی پیار اجاگر ہوتا ہے جو آپ کو آپ کے نواسے نواسیوں سے تھا۔ آپ کی پوتیاں آپ کی وفات کے بعد پیدا ہوئیں۔ کہتے ہیں کہ اگر کسی خاوند کے پیچھے ایک محبت کرنے والی اور تعاون کرنے والی بیوی نہ ہو تو وہ مکمل طور پر کامیاب نہیں ہو سکتا۔ آپ کے خاوند محترم کی دریا دلی میں ایک خاطر خواہ حصہ آپ کی محترم بیوی کا بھی تھا۔ آپ کا دستر خوان باجود سفید پوشی کے وسیع تھا۔ "کشمیر ہاؤس" میں آپ مہمانوں کے لئے اپنا دل فرش راہ کئے رکھتیں۔ نہ صرف اپنے بچوں کو پالا پوسا بلکہ اپنے خاوند کے بھائیوں کے بچوں سے بھی ویسا ہی پیار کیا جیسا اپنے بچوں سے کیا۔ ایسے ہی اپنے بھائیوں کو بھی اپنے گھر میں رکھا اور ان کی مدارات میں کبھی کوئی کمی نہ آنے دی۔ آپ کو قرآن شریف سے خاص لگاؤ تھا۔ مجھے یاد ہے جب ہم چھٹیوں میں

پنڈی اپنے ننھیال جاتے تو صبح ناشتہ کے بعد اپنے ٹیپ ریکارڈ میں قرآن کریم کی تلاوت سنا کرتیں تھیں۔
اسی طرح میاں محمد بخش صاحب کے کلام کا کچھ حصہ آپ کو زبانی یاد تھا۔ زندگی میں آنے والی مشکلات کا ہمیشہ بڑے صبر اور حوصلہ سے سامنا کیا۔

آپ کا بلند صبر و حوصلہ:

مجھے یاد ہے جب کویت اور عراق کی جنگ ہوئی تو ہمارے "تارے ماموں" عطاء الرحمٰن صاحب کویت میں بسلسلہ رزق وروزی قیام پذیر تھے۔ شام کو ہر روز پی ٹی وی پر کویت و عراق میں مقیم (فوت شدہ اور زخمی) پاکستانیوں کی لسٹ جاری ہوتی اور ہماری نانی امی ٹی وی کے آگے بیٹھ جاتیں اور دل ہی دل میں اپنے بچہ کی سلامتی کی دعائیں کرتیں۔ غیظ و غضب آپ سے اتنا ہی دور تھا جتنا ایک انسان گرمیوں میں سورج کی تمازت سے دور بھاگتا ہے۔ ہر ایک کے لئے سراپا شفقت اور محبت تھیں۔

آپ کی سلیقہ شعاری:

آپ کا اپنے پڑوسیوں اور اہل محلہ کے ساتھ بھی بھائی بہنوں والا تعلق تھا۔ سب آپ کو ایک خاص احترام کی نگاہ سے دیکھتے۔ نہائت فراخ دل اور سلیقہ مند خاتون تھیں۔ سلائی کڑھائی جیسے ہنر میں بہت ماہر تھیں۔ جب بھی اللہ تعالیٰ آپ کو نواسا یا نواسی سے نوازتا تو اپنے ہاتھوں سے نومولود کے لئے سویٹر بنا کرتیں۔ جب ہماری چھوٹی خالہ نیّر افشاں کے ہاں عزیزم عرفان الحق صاحب (مربی سلسلہ) کی پیدائش ہوئی تو ان دنوں آپ فالج کی وجہ سے بیمار تھیں۔ میری خالہ نے آپ سے محبت بھرا شکوہ کیا کہ 'امی آپ نے سب

نواسے نواسیوں کو سویٹر بُن کر دیئے جب میر ابیٹا پید اہوا آپ نے اس کو نہیں بُن کر دیا! اس پر اس بیماری کی حالت میں آپ نے اپنے اس نواسے کے لئے سویٹر بنا۔

آپ باوجود سفید پوشی کے کم حیثیت لوگوں کا خاص خیال رکھتیں۔ اپنے چھوٹے بھائیوں کی شادیاں اپنے ہاتھوں کروائی۔ زندگی کی مشکلات اور پندرہ سالہ بیوگی کے عرصہ نے آپ کو بہت نرم دل کا مالک بنادیا تھا۔ رشتوں کو بکھیرنے کے بجائے خود نیچی جگہ ہو کر ان رشتوں کو بچا لیتیں۔

وفات:

آپ کی وفات مؤرخہ 25 دسمبر 1990ء بروز منگل ہوئی۔ اور مسجد احمدیہ کوٹلی میں ٹھکر خاندان کے آبائی قبرستان میں تدفین ہوئی۔

3. محمد منظور احمد صاحب

پیدائش:

آپ محترم الحاج امیر عالم صاحب کے قابل فرزند تھے۔ آپ کی پیدائش 1928ء کی ہے۔

تعلیم:

آپ کی بتدائی تعلیم کوٹلی میں ہوئی اور آپ نے میرپور سے میٹرک کیا۔ پھر آپ اپنے بڑے بھائی غازی محمد عمر صاحب کے ساتھ سن 1944ء اور 1945ء میں آرمی میں بھرتی ہوگئے۔ ان دنوں آپ کلکتہ میں تھے، میرے والد محترم خواجہ عبدالباسط صاحب نے مجھے بتایا کہ خواجہ منظور صاحب کی کتابوں میں سے (جو بعد میں خواجہ عبدالباسط صاحب کے زیر استعمال رہیں) میں سے ایک رسید نکلی جس کے مطابق آپ نے جامع مسجد کلکتہ کے تعمیر کے لئے اس زمانہ میں مبلغ یکصد روپیہ چندہ دیا تھا۔

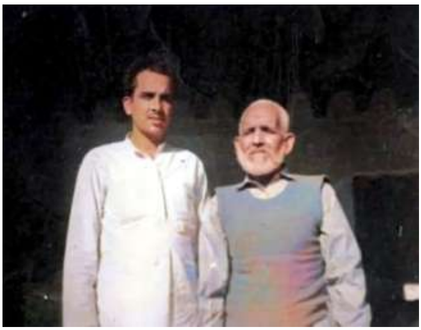

محترم محمد منظور احمد صاحب اپنے والد نامدار الحاج امیر عالم صاحب کے ساتھ

آپ نے ایف اے اور بی اے گارڈن کالج راولپنڈی سے کیا۔ اور ایل ایل بی پنجاب یونیورسٹی لاہور سے سن 1954ء میں کی۔ آپ آزاد کشمیر کے مایہ ناز وکیل تھے۔ آپ کو فوجداری مقدمات میں خاص مہارت تھی۔ آپ کا سہنسہ مقدمہ قتل ایک اہمیت کا حامل اور شہرہ آفاق کیس تھا۔

الیکشن میں حصہ:

آپ نے سن 1962ء میں بلدیاتی اداروں کے لئے نمائندگان کے الیکشن میں حصہ لیا۔ اسی طرح سٹیٹ کونسل کے الیکشن میں تحصیل کوٹلی کی ایلوکیشن میں الیکشن میں حصہ لیا۔ ان دنوں کے حالات مولوی اسد اللہ کاشمیری صاحب نے اپنی کتاب میں درج فرمائے ہیں، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان کو یہاں من و عن درج کر دیا جائے۔ مولانا فرماتے ہیں،

"کوٹلی کے متعصب طبقہ نے جبکہ بنیادی جمہوریتوں کے انتخابات قریب آرہے تھے اور انہیں یقین تھا کہ احمدی امیدوار محمد منظور احمد (ایڈووکیٹ) سے مقابلہ ہوگا تو اس نے چنیوٹ (پنجاب) سے مولوی منظور احمد چنیوٹی کو سیرت النبی ﷺ کا جلسہ رکھ کر بلایا۔ جس نے احمدیوں کے خلاف سخت بدزبانی اور اشتعال انگیزی کرتے ہوئے جلسہ میں یہ فتویٰ سنایا کہ احمدیوں کو ووٹ دینا حرام ہے۔ چنیوٹی نے جلسہ میں بار بار مقامی جماعت کو بلکہ مقامی مربی سلسلہ خاکسار راقم الحروف کا نام لے لے کر مباحثہ و مباہلہ کا چیلنج دیا۔ مقامی جماعت کے نمائندوں نے محمد منظور احمد صاحب (ایڈووکیٹ) کی سرکردگی میں فوراً جلسہ کے دوران ہی انہیں یہ تحریر حاضر ہو کر پہنچا دی کہ ہ مباحثہ و

مباہلہ دونوں کے لئے تیار ہیں۔ اس کے لئے وقت اور تاریخ اور دیگر شرائط ہم سے طے کی جائیں۔ اب مولوی منظور احمد چنیوٹی ذرا سنبھل کر مباحثہ و مباہلہ دونوں سے یہ کہہ کر گریز کیا کہ میں مباحثہ نہیں مباہلہ کروں گا اور مباہلہ بھی مقامی جماعت سے نہیں جماعت احمدیہ کے مرکزی خلیفہ ربوہ سے کروں گا۔ حالانکہ وہ مقامی جماعت کو بار بار مباہلہ و مباحثہ کا چیلنج دے چکے تھے کہ میں ان کے کسی بھی نمائندے سے مباہلہ و مباحثہ کرنے کو تیار ہوں جو بھی سامنے آجائے۔ اگرچہ ہم جانتے تھے کہ یہ سب انتخابی اسٹنٹ ہے۔ تاہم اتمام حجت کے لئے خاکسار نے مولوی منظور احمد چنیوٹی کو چنیوٹ کے پتہ پر جبکہ وہ کوٹلی سے جلدی جا چکے تھے ایک رجسٹری خط بھیجا جس میں لکھا گیا کہ اگر وہ سچے ہیں اور مقامی سیاسی کھلاڑیوں کے آلہ کار بن کر محض فرقہ وارانہ نفرت پھیلانا نہیں چاہتے تو قرآنی شرائط اور سنت نبوی ﷺ کے مطابق اس مباہلہ کی دعوت قبول کرلیں جو سب سے پہلے بانی سلسلہ احمدیہ نے اپنی کتاب "انجام آتھم" میں تمام علمائے ہند اور گدی نشینوں کو دی تھی وہ آج بھی شائع شدہ موجود ہے کیونکہ تاحال کسی عالم نے اس دعوت کو قبول نہیں کیا۔ خط میں یہ بھی درج کیا گیا کہ ایک ماہ کے اندر اس خط کا جواب دے دیں۔ اگر انہوں نے کوئی جواب نہ دیا تو ان کا مباحثہ و مباہلہ دونوں سے فرار سمجھا جائے گا۔ عذرات کو توڑنے کے لئے اس خط کی نقول رجسٹری کرکے کوٹلی کے ان معززین کو بھی بھیجی گئیں جنہوں نے مولوی چنیوٹی کو بلا کر جلسہ کرایا تھا۔ مگر نہ ایک ماہ کے اندر نہ ایک ماہ کے بعد مولوی چنیوٹی نے کوئی جواب دیا نہ اس کے مقامی بلانے والوں نے، کسی کی طرف سے جواب نہ ملنے پر خاکسار نے ایک اور پمفلٹ "مولوی منظور احمد چنیوٹی کا مباحثہ و مباہلہ سے فرار" کے نام سے کوٹلی سے شائع کیا اور لوگوں میں تقسیم کیا۔ ایک

پمفلٹ مولوی منظور احمد چنیوٹی کو بھی بذریعہ ڈاک بھیجا گیا مگر کسی کی طرف سے صدائے بر نخواست۔ اس مکمل خاموشی کے اختیار کر لینے سے صاف ظاہر ہو گیا کہ یہ جلسے محض انتخابی اسٹنٹ ہی تھے۔ صرف مذہب کے نام سے سادہ لوح عوام کے جذبات انگیخت کئے جا رہے تھے۔ جن کو عوام نے بعد میں احمدی امیدوار منظور احمد صاحب ایڈووکیٹ ابن حاجی امیر عالم صاحب کو کامیاب بنا کر ناکام کر دیا۔" (تاریخ احمدیت جموں و کشمیر از کاشمیری صاحب صفحہ 147و148)

جماعت احمدیہ کو غیر مسلم قرار دینے کی قرارداد اور اس کا جواب

ستّر کی دہائی میں جب میجر محمد ایوب نے جماعت کو غیر مسلم قرار دینے کی قرارداد پیش کی تو آپ نے اس کا جواب میں ایک پریس ریلیز کے طور پر جوابی کتابچہ جاری کیا۔

آپ کے اوصاف:

آپ کی بیٹی مکرمہ بشریٰ عظیم صاحبہ بیان کرتی ہیں:۔

"میرے ابا جان جماعت (محترم خواجہ منظور صاحب ضلع کوٹلی آزاد کشمیر کے امیر تھے) کے علاوہ خاندان کے بھی سرپرست تھے اور کوٹلی کے ہر غریب کے سرپرست تھے۔ آپ کا ہاتھ دینے والا ہاتھ تھا۔ انہوں نے ہمیں بھی یہی سکھایا کہ اپنا ہاتھ اوپر رکھو یعنی دینے والا ہاتھ بناؤ۔ پھر اللہ آپ کو کسی چیز کا محتاج نہیں کرے گا۔ کسی ضرورتمند کی ضرورت پردہ پوشی کے ساتھ پوری کرو۔ آپ ایک فرشتہ صفت انسان تھے۔ ابا جان نے رفاہ عامہ کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ ہمارے گھر کے باہر مٹی والی سڑک ہوا کرتی تھی جس پر آئے روز بچے گر جایا کرتے تھے اور بارش ہونے کی صورت میں کیچڑ کی وجہ سے بزرگوں کو نماز کے لئے جانے میں دقت ہوتی، تو آپ نے اس کو پکا کروایا۔ کوٹلی کے سکولوں میں پینے کے پانی کی سہولت نہیں تھی تو آپ نے افسران سے مل کر کوٹلی کے سکولوں میں پینے کا پانی مہیا کروایا۔ پھر ابا جان کو جب یہ معلوم ہوا کہ بچوں اور بچیوں کے بیٹھنے کے لئے کوئی خاص انتظام نہیں ہے تو آپ نے فرشی دریوں کے بڑے بڑے تھان منگوا کر سکولوں میں بھجوائے۔ اس کے علاوہ بھی کسی بھی فلاح کے کام میں آپ بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے اور ایک خاصی اماؤنٹ ان کو عطیہ کرتے۔ آپ کا کوٹلی میں ایک خاص مقام تھا آپ کو سکولوں اور کالجز میں مہمان خصوصی کی حیثیت سے بلایا جاتا تھا۔

ہم نے اپنے ابو کو ہمیشہ سچ بولنے والا، حق پر رہنے والا، دیانتدار اور مخلص انسان پایا۔ سچائی پر اس مضبوطی سے قائم تھے کہ اس کے سامنے کوئی خوف یا ڈر آپ میں پنپ

نہیں سکتا تھا۔ ہمیشہ کہا کرتے تھے کہ ہمیشہ اللہ سے ڈرو اور جو رات قبر میں ہے وہ باہر نہیں۔ جب کبھی بھی خوف کے مواقع آئے آپ ہمیشہ یہی جملہ بولا کرتے۔ مجھے یہ بھی یاد ہے کہ صبح جب ہم سوئے ہوا کرتے تھے تو ابو اور امی جان کی تلاوت قرآن مجید کی آواز ہمارے کانوں میں پڑا کرتی تھی۔ اس سے ہماری آنکھ کھلتی اور ہم نماز ادا کیا کرتے تھے اور مسجد جا کر قرآن مجید پڑھ کر آیا کرتے، پھر ناشتہ کر کے سکول جایا کرتے۔ یہ آپ کی تربیت ہی کا اثر ہے کہ ہم پانچ بہنیں اور دو بھائی پنجوقتہ نمازوں کے پابند ہیں۔ الحمد للہ۔ اللہ ہمیں آگے بھی نماز کا پابند اور جماعت سے پیار کرنے والا بنائے۔ اور یہ دین سے محبت ہماری اولادوں میں بھی جاری و ساری رہے۔ آمین"[34]

سن 1974ء کے فسادات اور جماعتی خدمات

آپ کی بیٹی مکرمہ بشریٰ عظیم صاحبہ بیان کرتی ہیں:۔

"جب ابا جان ضلع کوٹلی کے امیر مقرر ہوئے تو اس زمانہ میں سن 1974ء کے فسادات ہو رہے تھے، اور جماعت پر مشکل حالت طاری تھی۔ ایک روز ہم نے سنا کہ شام کو پانچ بجے غیر احمدیوں نے ہمارے گھروں کو آگ لگانے کا اعلان کیا ہوا تھا۔ انہوں نے گجرات، گوجرانوالہ اور پنجاب کے دیگر علاقوں سے اوباش ملاں بلائے ہوئے تھے اور کافی لوگ کوٹلی شہر میں اکٹھے ہوئے۔ اس وقت ہر احمدی ابو جان سے ہی مشورہ کرتا اور اس حالت میں محفوظ ہونے کے حوالہ سے بات چیت کرتا۔ جب آپ نے لوگوں میں خوف دیکھا تو آپ نے سب احمدیوں کو کہا کہ اگر آپ اپنے آپ کو گھروں میں محفوظ نہیں سمجھتے تو آپ

[34] صوتی پیغام مؤرخہ 17 اپریل 2024ء

سب میرے گھر آ جائیں اور مجھے اللہ کی ذات سے امید ہے کہ وہ ضرور فضل کرے گا آپ بس دعاؤں میں مشغول رہیں۔کافی احباب جماعت پھر ہمارے گھر آئے بھی۔ہم نے اپنی آنکھوں سے یہ واقعہ دیکھا کہ ہمارے ابو جان کی پھوپھیاں (جو کہ غیر احمدی تھیں اور ابو سے بہت پیار کرتیں تھیں)انہوں نے ابو کے پیروں میں اپنے دوپٹے پھینکے اور کہا کہ 'منظور، اس ضد کو چھوڑ دو اور تھوڑی دیر کے لئے کہہ دو کہ میں "مسلمان" ہوں۔اس طرح ان ملّاؤں کا غصہ کم ہو جائے گا اور آپ کی اور آپ کے بچوں کی جان بچ جائے گی۔اللہ تعالیٰ نے تمہیں منیر، کبیر (نرینہ اولاد) بڑی منّتوں اور مرادوں کے بعد دیئے ہیں، کیوں اپنی ضد پر اڑے ہوئے ہو۔'اس پر ابو جان نے ان سے کہا کہ 'آپ ان لوگوں کو جاکر کہہ دیں کہ اگر وہ منیر کبیر کی گردنوں پر چھری رکھ کر بھی مجھ سے کہیں گے کہ جماعت چھوڑ دو تو تب بھی میرا یہی جواب ہو گا کہ میں احمدی ہوں۔" ابو کی یہ بات بہت مشہور ہوئی۔ان دنوں ہمارے گھر میں نمازیں باجماعت ہوتیں اور سب دعاؤں میں مشغول رہتے۔ابو جان ان دنوں حضور (حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ) سے مسلسل رابطے میں رہے۔

جب اس روز وہ ملّاں اپنے جلوس کے ساتھ پانچ بجے ہمارے گھروں کی جانب بڑھے تو جب وہ نعرے لگاتے تو ہم بچوں کو ایسے محسوس ہوتا کہ جیسے ان کے نعروں کی گھن گرج سے زمین لرز رہی ہے۔ہم نے دیکھا کہ یکایک اس قدر مٹی اور ریت کا طوفان آیا اور مٹی اور ریت ان مخالفین کی آنکھوں میں پڑی اور ایسی بھگدڑ مچی کہ سب وہاں سے بھاگ

کھڑے ہوئے اور اس آندھی سے بچنے کے لئے گلیوں کی جانب بھاگے اور جلوس ختم ہو گیا۔

"ہمارے گھر ماشکی پینے والا پانی لایا کرتا تھا۔ دودھ والا آیا کرتا تھا، مخالفین نے اس کو سختی سے منع کیا کہ ان کے گھر پانی نہیں پہنچانا، اور نہ ہی دودھ بیچنا ہے۔ اگر تم نے ایسا کیا تو ہم سمجھیں گے کہ تم بھی مرزائی ہو ہم تمہیں بھی ان کے ساتھ مار دیں گے۔ ایسا ہی سودا سلف کے لئے تاجروں کو منع کیا گیا اعلانات کروائے گئے کہ ان سے ہر قسم کا تعلق ختم کر دو۔ اس پر عام لوگ اور تاجر برادری ڈر کے مارے ہمارے ساتھ قطع تعلقی کر چکی تھی۔ کچھ دن کے بعد میرے ابا جان کے خالہ زاد (غیر احمدی) بھائی اپنے کندھے پر پانی و دیگر سامان لاکر رات کے اندھیرے میں دے جایا کرتے۔ کافی ایسے لوگ بھی تھے جو مدد کر دیتے تھے اور اللہ ان کے ذریعے ہماری مدد کر رہا تھا اور ہمیں کسی چیز کی کمی نہ محسوس ہونے دی۔"[35]

دیگر جماعتی خدمات:

آپ اپنے والد گرامی کی وفات کے بعد کوٹلی آزاد کشمیر کے امیر بھی رہے۔ حکومت آزاد کشمیر کی جانب سے آپ کو 9 مرتبہ جسٹس بننے کی پیشکش ہوئی یہ پیشکشیں اس شرط کے ساتھ مشروط تھیں کہ آپ احمدیت چھوڑ دیں۔ آپ نے ان پیشکشوں کو 9 بار ٹھکرایا۔ 1974ء میں فسادات کے دوران جب احمدیوں کو مسلمانوں کے قبرستان میں

---

[35] صوتی پیغام مؤرخہ 17 اپریل 2024ء

دفن کئے جانے کے خلاف غوغاء بلند ہوا اور احمدیوں کی تدفین روکی گئی تو آپ نے اپنی دو کنال زمین احمدیہ قبرستان کے لئے عطیہ کی۔

وفات:

آپ کے داماد مکرم غلام مرتضی صاحب آف کینیڈا بیان کرتے ہیں،

"جب میں 2004ء میں ساؤتھ افریقہ میں تھا، تو وہاں مکرم عبدالرشید یحییٰ صاحب ہمارے امیر و مشنری انچارج تھے جو کہ بعد میں کینیڈا آ گئے اور یہاں جامعہ کے پرنسپل بھی رہے۔ آجکل ریٹائرڈ ہیں اور یو ایس اے میں رہتے ہیں۔ ایک دن ہم جوہانسبرگ میں بیٹھے ہوئے تھے تو وہاں گپ شپ ہوئی اور میں نے بتایا کہ میں آزاد کشمیر سے ہوں تو انہوں نے مجھے بتایا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ اسلام آباد میں اپنی کوٹھی میں تشریف فرما تھے۔ خواجہ (منظور) صاحب نیچے (دالان) میں بیٹھے ہوئے تھے۔ تو یہ بھی (عبدالرشید یحییٰ صاحب) وہاں بیٹھے ہوئے تھے تو تھوڑی دیر بعد حضور اوپر سیڑھیوں سے اترے اور خواجہ صاحب کو دیکھتے ہی حضور بولے، کہ 'خواجہ صاحب آپ اپنا میڈیکل چیک اپ کروائیں۔' جب حضور واپس تشریف لے گئے تو عبدالرشید یحییٰ صاحب نے خواجہ صاحب سے پوچھا، کہ کیا آپ نے حضور کو اپنی صحت سے متعلق کوئی خط لکھا تھا کہ حضور نے آپ کو یہ فرمایا؟ اس پر خواجہ صاحب نے کہا کہ 'نہیں میں نے تو صحت کے بارہ میں تو کوئی خط نہیں لکھا۔' شائد حضور نے ان کے چہرے پر کچھ دیکھا اور پڑھ لیا۔

اس کے بعد قریباً ایک ہفتہ بعد ہمیں اطلاع ملی کہ خواجہ منظور صاحب فوت ہو گئے ہیں۔"[36]

آپ کو دل کا عارضہ تھا اور ہارٹ اٹیک ہونے پر آپ کو کوٹلی سے منگلا لے جایا گیا، مگر آپ جانبر نہ ہو سکے۔ آپ 21 جون 1981ء بروز اتوار اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ اللہ آپ سے رحم و مغفرت کا سلوک کرے اور درجات بلند کرے۔ آمین

اہلیہ اور اولاد

آپ کی اہلیہ کا نام سعیدہ اختر تھا، آپ منشی فیروزالدین ٹھکر صاحب کی سب سے بڑی صاحبزادی تھیں۔ آپ کی اولاد کی تفصیل یوں ہے،

1. عارفہ سلطانہ (یوکے)
2. مبشر احمد مرحوم (کم سنّی میں وفات پائی)
3. قدسیہ رفیع (یوکے)
4. بشریٰ عظیم (کینیڈا)
5. تابندہ سلطانہ (کینیڈا)
6. امتہ الرحمن (یوکے)
7. محمد منیر احمد (یوکے)
8. محمد کبیر احمد (کوٹلی آزاد کشمیر)

[36] صوتی پیغام مؤرخہ 16 مئی 2024ء

سعیدہ اختر صاحبہ

آپ کی صاحبزادی بشریٰ عظیم صاحبہ بیان کرتی ہیں:۔

"ہماری والدہ صاحبہ (اللہ تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا کرے) میں یہ سمجھتی ہوں کہ میرے والد اور والدہ جیسا دنیا میں کوئی نہیں ہو گا، یا اگر ہوں تو بہت کم ہوں گے۔ ہماری امی کی خصوصیات یہ تھیں کہ جب ہم چھوٹے تھے، تو سودا سلف اور اشیائے خورونوش لے کر غریب گھروں کی پردہ پوشی سے مدد کیا کرتیں۔ اسی طرح خاندان میں بھی آپ لوگوں کی مدد کیا کرتیں، اگر خاندان میں کسی نے گھر لینا ہے تو اپنی جمع پونجی، پیسے قرض کے طور پر دیتیں تاکہ وہ اپنی وقتی ضرورت پوری کر لے اور اسے کھڑا کرتیں۔ ہماری امی کا اخلاق اعلیٰ تھا۔ صدقات و خیرات میں اوّل درجے پر تھیں۔ جماعتی چندوں میں، جب ابو جان کی وفات ہوئی تو ہمارے کرائے آیا کرتے تھے تو امی سب سے پہلے کرایوں میں چندہ نکالا کرتیں تھیں۔ ہم سب کے جہاں جہاں رشتے کئے وہ صرف اور صرف دعاؤں کے بل بوتے پر کئے۔ ہماری ایک باجی کی شادی ابو کی زندگی میں ہوئی۔ میری شادی تو خاص کر ایک ایسا موقع تھا، کہ امی نے کہا کہ میں آپ کو اللہ کے حوالے کرتی ہوں۔ ہمارے ابو کی وفات کم عمری میں ہوئی تو میری امی نے بڑی بہادری سے اور صبر سے اور دعاؤں سے پالا پوسا۔

امی جان کی یہ عادت تھی کہ نماز کی ادائیگی اور قرآن مجید کی تلاوت پر بہت پابندی کرواتیں تھیں۔ دوسری یہ عادت تھی کہ وہ دنیا کی باتیں اتنی نہیں کرنے دیتی تھیں۔ جیسے کسی کے بارہ میں بات کرنا، غیبت کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ ہمارے گھر میں ہو! وہ کہا کرتیں تھیں کہ جب بھی ٹائم ملے بس تسبیحات کرو، درود شریف پڑھو، اللہ

تعالیٰ کا ذکر کرو، اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔ اس بات کی اتنی پابندی کرواتیں کہ ہم ہر وقت اپنی زبان پر تسبیحات رکھتے، اب ہم اپنے بچوں کو بھی یہی نصیحت کرتے ہیں۔ ذکر الٰہی، جماعت کی اطاعت اور خلیفہ وقت سے پیار امی نے ہمارے اندر ڈالا اور ہمیشہ باور کروایا کہ یہی باتیں کامیابی کی علامت ہیں۔ ہماری نانی امی جان کے بچپن ہی میں فوت ہو گئیں تھیں پھر ان کو ان کی تائی اور تایا(منشی دانشمند خاں صاحب اور راجیہ بی بی صاحبہ) نے پالا۔امی کی زیادہ تر تربیت منشی دانشمند خاں صاحب نے کی اور پالا پوسا۔ اسی وجہ سے ہماری امی کے اندر دانشمندی آئی۔ بڑی دور تک ایک بات کو سوچنا، ہر بات کو عقلمندی سے کرنا، کئی دفعہ کئی بچیوں کے لڑائی جھگڑوں میں ان کی اور ان کے سسرالیوں کی صلح صفائی کروائی۔"[37]

وفات:

آپ کی وفات مؤرخہ 5 اپریل سن 2011ء میں ہوئی۔ بوقت وفات آپ کی عمر 80 برس تھی۔ آپ کی تدفین آپ کے آبائی قبرستان احمدیہ مسجد کوٹلی کے جوار میں ہوئی۔

---

[37] صوتی پیغام مؤرخہ 17 اپریل 2024ء

4. ڈاکٹر محمد ظفر کلیم صاحب

ڈاکٹر محمد ظفر کلیم صاحب الحاج ماسٹر امیر عالم صاحب کے ایک مایہ ناز سپوت تھے۔ آپ کوٹلی کے پہلے کوالیفائیڈ ڈاکٹر تھے۔

پیدائش وابتدائی تعلیم:

آپ کی پیدائش 11 اپریل 1930ء کو کوٹلی آزاد کشمیر میں ہوئی۔ آپ کی ابتدائی تعلیم کوٹلی اور جموں میں ہوئی۔ پھر واپس کوٹلی آکر آپ نے اپنے عنفوان شباب میں ایک میڈیکل سینٹر کھولا۔

آپ کے بڑے صاحبزادہ مکرم ارشد کمال صاحب لکھتے ہیں:۔

"آپ کے سب سے اچھے دوست راجہ عبد الواحد صاحب تھے، جو کوٹلی کے جنجوعہ خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ والد محترم نے زندگی بھر راجہ صاحب سے رابطہ برقرار رکھا۔ آپ کا ان سے اتنا قریبی اور احترام کا تعلق تھا کہ والد محترم اور والدہ صاحبہ 1990ء میں کیلیفورنیا (یوایس اے) راجہ صاحب سے ملنے کے لئے گئے۔"[38]

فرقان فورس میں خدمات:

آپ جماعت کی طرف سے قائم کردہ فرقان فورس میں شامل ہوئے۔ اس کا کچھ ذکر الحاج امیر عالم صاحب کے ذکر میں گزر چکا ہے۔

---

[38] خط مکتوب مؤرخہ 29 جنوری 2024ء

ڈاکٹر صاحب کی شادی اور پہلی بار برطانیہ روانگی:

آپ نے پہلی شادی سن 1954ء یا 1955ء میں محترمہ آمنہ بی بی صاحبہ بنت محمد دین ٹھکر صاحب سے ہوئی۔ شادی کے بعد ان کے ہاں پہلا بچہ پیدا ہوا جس کا نام "مبشر" رکھا گیا۔ یہ بچہ پیدائش کے بعد جلد ہی فوت ہو گیا۔

اس کے بعد آپ کے ہاں ایک اور بچہ پیدا ہوا، محترم الحاج امیر عالم صاحب نے اس بچہ کا نام ارشد کمال تجویز فرمایا، اس بچہ کی پیدائش کے حوالہ سے محترم الحاج امیر عالم صاحب اپنی ڈائری میں لکھتے ہیں:

رات 3 بجے عزیز محمد ظفر کے گھر خدا نے اپنے خاص فضل سے لڑکا عطا فرمایا ۔ الحمد للہ علیٰ ذلک۔ ارشد کمال"

مکرم ارشد کمال صاحب لکھتے ہیں:۔

"میری پیدائش سے قبل آپ نے 'پری میڈ' امتحانات مکمل کیے تھے، پھر آپ نے انگلینڈ جانے کا فیصلہ کیا، جہاں آپ کے بڑے بھائی غازی محمد عمر گلاسگو، اسکاٹ لینڈ میں قیام پذیر تھے۔ یہاں والد محترم صرف چند ہفتے کے لیے رہ سکے، جس دوران انہوں نے ایک

بس کنڈکٹر کی نوکری حاصل کی تھی۔۔۔والد محترم ایک اطاعت گزار اور وفادار بیٹے تھے۔ ان کے والدین نے ان کو کوٹلی اپنے بڑے بھائی غازی محمد امین صاحب کی مدد کرنے کے لیے واپس آنے کا حکم دیا۔ آپ نے تھوڑے عرصہ کے لئے میرے تایاجان کے ساتھ کام کیااور ان سے مزید تعلیم حاصل کرنے کی خواہش کی۔ انہوں نے کچھ طبی کالجوں میں درخواست دی اورآپ کا داخلہ راجشاہی میڈیکل کالج، مشرقی پاکستان میں ہوا۔"

آپ کے برطانیہ جانے کا احوال آپ کے بزرگ والد محترم کی ایک ڈائری سے ملتاہے، آپ لکھتے ہیں،

" 20 ستمبر 1957ء محمد ظفر صاحب بذریعہ ہوائی جہاز لنڈن روانہ ہوئے۔ کرایہ 1339 روپے۔"

مؤرخہ 14 اکتوبر 1957ء کو آپ نے اپنی ڈائری میں اپنے بیٹے محمد ظفر کلیم صاحب کا ایڈریس تحریر فرمایا،

M. Zafar Kaleem

36 Norbrough Lane, Sheffield U.K.

آپ کی میڈیکل کی تعلیم:

اس بارہ میں مولوی محمد دین شاہد صاحب تحریر فرماتے ہیں:۔

"(آپ) میرے کوٹلی کے ایام میں اس وقت ظفر میڈیکل ہال کے مالک تھے۔ F.Sc تھے اور ڈسپنسر تھے۔۔۔ایک دفعہ میں نے ان سے کہا کہ دیکھو ظفر یہاں پر کوئی M.B.B.S. ڈاکٹر آکر بیٹھ جائے تو تمہاری حیثیت جو اب ہے شائد ایسی نہ رہے۔اس لئے کوشش کرو کہ کسی نہ کسی طرح تمہیں ڈاکٹری میں داخلہ مل جائے۔چنانچہ ملتان، لاہور میں، سندھ میں اور اس طرح ڈھاکہ میں راج شاہی میں بڑی کوششیں کیں چٹھیاں لکھیں چنانچہ راج شاہی میں ان کو داخلہ مل گیا اور داخل ہو گئے۔" (الحاج امیر عالم صفحہ 33)

آپ کے بیٹے مکرم ارشد کمال صاحب لکھتے ہیں:۔

"آپ کا سفر راجشاہی 1960ء میں شروع ہوا۔ مجھے یاد ہے کہ آپ ایک بار مشرقی پاکستان سے واپسی پر ہر کسی کے لیے پھل اور تحفے لائے تھے اور میرے لیے رنگ برنگے کھلونے۔والد صاحب کے وہ ایام بہت مشکل تھے۔کوٹلی آزاد کشمیر سے راجشاہی تک ہزاروں میلوں کا سفر بہت سے حصوں میں تھا۔کوٹلی سے راولپنڈی ایک بس پھر راولپنڈی سے کراچی کے لیے ایک فلائٹ پھر کراچی سے ڈھاکہ کے لیے دوسری فلائٹ پھر ڈھاکہ سے راجشاہی کے لیے ایک ٹرین لیا کرتے تھے۔۔۔

وہاں کچھ کوٹلی سے تعلق رکھنے والے اور طلبہ بھی تھے۔والد محترم اپنے دوستوں میں "لالا" کے نام سے مشہور تھے کیونکہ وہ دوسرے طلباء سے تھوڑے سے زیادہ بڑے تھے۔ابا جان نے اپنے والدین کے حکم پر بہت سی قربانیاں دیں، کیونکہ انہیں اپنے والدین سے بڑا احترام کا تعلق تھا۔آپ نے 28 سال کی عمر میں میڈیکل کالج میں داخلہ

لیا اور 34 سال کی عمر میں ختم کیا۔ والد محترم کی تعلیم، سفر اور قیام گاہ مفت نہ تھے۔ انہوں نے اپنی تعلیم حاصل کرنے کے لیے بھاری قرضہ لیا۔"[39]

راجشاہی سے واپسی اور میڈیکل ہال کی بنیاد:

مکرم ارشد کمال صاحب لکھتے ہیں:۔

"والد محترم 1966ء میں راجشاہی سے واپس آئے اور جلد ہی اپنا کلینک شروع کیا۔ آپ نے مجھے ایک چاندی کے پارکر قلم دیا جس کا مجھے بہت شوق تھا۔ جب انہوں نے کوٹلی میں کام شروع کیا، تو آپ کی پُر کشش شخصیت نے قریب و دور سے بہت سے مریضوں کو آپ کا گرویدہ بنالیا۔ یہ مریض ان کے خاندان آپ کو ہمیشہ سراہتے۔"[40]

برطانیہ روانگی اور ملازمت:

مکرم ارشد کمال صاحب لکھتے ہیں:۔

"اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ پر قرضوں کا بھاری بوجھ تھا جو کہ واپس ادا کرنا ضروری تھے۔ اب تک آپ کے ہاں آصف پیدا ہو چکا تھا۔ اب آپ کی اپنی بیوی اور تین بچے تھے اور ان کے ساتھ ساتھ باقی خاندان کی کفالت کی بھی کچھ نہ کچھ ذمہ داری آپ پر تھی۔ اس سب کو دیکھتے ہوئے آپ نے ایک بڑا فیصلہ کیا۔ آپ نے فیصلہ کیا کہ برطانیہ میں کسی میڈیکل پوسٹ کے لئے درخواست دیں ۔ آپ کو یہ نوکری مل گئی۔ جولائی 1967 ء میں ابا جان نے برطانیہ کے لئے سفر کیا، اس سے آپ کی زندگی کے نیا باب

[39] خط مکتوب مؤرخہ 29 جنوری 2024ء

[40] خط مکتوب مؤرخہ 29 جنوری 2024ء

شروع ہوا۔ آپ کے ساتھ میرے تایازاد بھائی، مبارک اور بشارت صاحبان بھی برطانیہ گئے۔ اس وقت میرے تایا غازی عمر صاحب گلاسگو میں ہی رہتے تھے، تو میرے والد محترم اور میرے تایازاد بھی انہی کے ہاں رہائش پذیر ہو گئے۔ ابا جان نے برطانیہ میں مختلف اوقات میں گلاسگو، شیفیلڈ، مانچسٹر، بیسنگسٹوک، اور واٹفورڈ میں ملازمت اختیار کی۔ اس سے آپ نے اپنے قرض، بیوی بچوں اور باقی خاندان کی ضروریات کا خیال رکھا۔"[41]

آپ کے اوصاف:

- آپ نے کوٹلی میں 1979ء میں کلینک کھولا۔ اور پھر کبھی پاکستان اور کبھی یوکے میں رہنا شروع کیا۔ کوٹلی میں آپ کا کلینک کافی مصروف تھا۔ ضلع کوٹلی کے طول و عرض سے مریض آپ کے پاس آتے۔ آپ کے ہاتھ میں اللہ تعالیٰ نے شفا رکھی تھی۔ اور لوگوں میں مشہور تھا کہ آپ خصوصاً بچوں کی ادویہ کے معاملہ میں بہت ماہر ہیں۔ آپ جماعت کے معاند راٹھور خاندان کے خاندانی معالج تھے۔ اس سلسلہ میں آپ نے خدمت انسانیت کو اولیت دی اور یہ خیال نہیں کیا کہ جن لوگوں کا آپ علاج کر رہے ہیں وہ ہمارے سخت مخالف ہیں۔
- جن دنوں میں نائجیریا میں تھا، ان دنوں نائجیریا کہ ایک بزرگ دوست محترم الحاج عبد الفتاح اپوبیں صاحب مرحوم برطانیہ کے جلسہ سالانہ میں شمولیت کی غرض سے تشریف لے گئے ہوئے تھے۔ مجھے انہوں نے کال کی اور کہا "مربی صاحب، آپ

[41] خط مکتوب مؤرخہ 29 جنوری 2024ء

کے دادا نے آپ کے لئے کچھ بھیجا ہے" میں نے حیران ہو کر پوچھا کہ میرے دادا جان تو فوت ہو گئے ہوئے ہیں۔ آپ کو کوئی غلط فہمی ہوئی ہو گی۔ تو وہ فرمانے لگے، "کیا آپ ڈاکٹر ظفر کلیم کو جانتے ہیں؟" میں نے کہا ہاں وہ میرے دادا ہیں۔ تو کہنے لگے "میں جلسہ پر ایک کرسی پر بیٹھا ہوا تھا تو میرے ساتھ والی کرسی پر ایک بزرگ بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ میں کہاں سے تعلق رکھتا ہوں، میں نے جب بتایا کہ میں نائجیریا سے آیا ہوں تو بہت خوش ہوئے اور کہا میرا ایک پوتا وہاں مربی ہے۔ میں نے پوچھا ان کا کیا نام ہے، تو مجھے آپ کا نام بتایا۔ میں نے کہا میں تو بڑی اچھی طرح جانتا ہوں میرا بیٹا جامعہ احمدیہ میں ان کا شاگرد ہے۔ انہوں نے وہیں بیٹھے جیب سے ایک کاغذ نکالا اور رقعہ لکھا اور مجھے کچھ نقدی دی کہ وہ آپ کو دوں۔"

اس رقعہ میں انہوں نے مجھے لکھا، کہ مجھے یہ دوست نائجیریا کے ملے تو جلدی میں چند حروف لکھ رہا ہوں۔ اور اس وقت میری جیب میں 35 پاؤنڈز ہی تھے جو آپ کو بھیج رہا ہوں۔ مجھے دعاؤں میں یاد رکھیں۔ آخر پر انگریزی میں ایک لائن لکھی۔

"My son! I am proud of you."

- آپ کے بیٹے ڈاکٹر آصف کمال صاحب کہتے ہیں، کہ ابا جان کے اوصاف میں سے ایک اپنی اولاد کی مکمل راہنمائی کرنا تھی۔ آپ سلام میں پہل کرنے کا کہا کرتے۔ اور سب سے ایک سا سلوک کرنے کا کہتے۔ آپ خوراک میں نہایت باریکی میں جا

کر میں حلال اور حرام کا بہت خیال رکھتے۔ رشوت کے بہت خلاف تھے اور اکثر کہا کرتے کہ ہر کام اس کے جائز طریق سے ہی کیا جانا چاہیئے۔[42]

آپ کے بیٹے ارشد کمال صاحب لکھتے ہیں:۔

"ابا جان نے میرے بیٹے امیر کمال کے بارہ میں اس کے بچپن میں ایک خواب دیکھی کہ یہ بچہ بڑا ہو کر ڈاکٹر بنا ہے۔ اور وہ خواب اللہ تعالیٰ کے فضل سے پوری ہوئی اور عزیز ڈاکٹر بنا۔"[43]

آپ کے سفر عمرہ وحج:

آپ نے پہلی بار عمرہ کی سعادت سن 1999ء میں حاصل کی۔ اس سفر سے واپسی پر آپ قادیان دارالامان بھی گئے۔ اس کے بعد آپ نے 2006ء میں حج کی سعادت حاصل کی۔

وفات:

آپ کی وفات 28 نومبر 2009ء بروز ہفتہ ہوئی۔

آپ کی بیگمات اور اولاد: آپ نے دو شادیاں کیں۔ آپ کی پہلی زوجہ محترمہ کا نام آمنہ بی بی صاحبہ تھا۔ آپ کی دوسری زوجہ محترمہ سیدہ شاہستہ صاحبہ تھیں۔ پہلی زوجہ (محترمہ آمنہ بی بی) سے آپ کے 4 بیٹے ہوئے۔

1. ارشد کمال صاحب (یوکے)
2. راشد کمال صاحب (یوکے)

---

[42] تحریر مؤرخہ 8 فروری 2024ء

[43] خط مکتوب مؤرخہ 29 جنوری 2024ء

3. آصف ظفر صاحب (یوکے)

4. عادل ظفر صاحب (یوکے)

آپ کی دوسری زوجہ (محترمہ سیدہ شائستہ صاحبہ) سے آپ کا ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہوئی۔

5. مبشر احمد صاحب (یوکے)

6. شگفتہ ظفر صاحبہ (یوکے)

محترمہ آمنہ بی بی صاحبہ

آپ محترم ڈاکٹر محمد ظفر کلیم صاحب کی اہلیہ اولیٰ تھیں۔ آپ محترم محمد دین صاحب ٹھکر کی دختر تھیں۔ آپ کی پیدائش 11 ستمبر 1936ء کی ہے۔ آپنہایت ملنسار، غریب پرور اور ہر دلعزیز خاتون تھیں۔ آپ کو عمرہ اور حج بیت اللہ کی سعادت بھی میسر آئی۔ آپ موصیہ تھیں، آپ کا وصیت نمبر 66537 تھا۔ آپ کی وفات 25 مئی 2018 میں ہوئی اور واٹفورڈ کے احمدیہ قبرستان میں تدفین عمل میں لائی گئی۔

5. محترم محمود احمد مختار صاحب

ولادت:

ٹھکر خاندان کے اوّلین واقف زندگی و مربی سلسلہ محترم محمود احمد مختار صاحب تھے۔ آپ محترم الحاج امیر عالم صاحب کے بیٹے تھے۔ آپ کی ولادت ساون کی 21 تاریخ بمطابق 4 اگست 1933ء بروز جمعہ ہوئی۔ آپ اللہ کے فضل سے پیدائشی احمدی تھے۔

تعلیم:

آپ اپنے والد محترم کی امیدوں اور تمنّاؤں کا مرجع تھے۔ آپ کے بزرگ والد نے آپ کو بڑے شوق اور دعاؤں کے ساتھ اللہ کی راہ میں وقف کیا۔ آپ جامعۃ المبشرین میں داخل ہوئے اور دوران تعلیم 3 دسمبر 1950 میں اپنی زندگی اللہ تعالیٰ کی راہ میں وقف کی۔

- آپ کی تعلیم جامعہ میں داخلہ کے وقت فقط مڈل تھی۔ پھر آپ نے جامعہ سے "شاہد" اور "مولوی فاضل" کی ڈگری لی۔
- پھر آپ نے میٹرک کیا، ایف اے کیا اور پھر بی اے کیا، آپ کا بی اے کا نتیجہ پاکستان ٹائمز میں مؤرخہ 21 جولائی 1957ء کو آیا جس میں آپ نے کامیابی حاصل کی۔ بعد ازاں آپ نے ایم اے بھی کیا۔
- جامعۃ المبشرین کی تعلیم کے دوران آپ نے طبی کلاس کا امتحان دیا اور کامیاب ہوئے۔ یہ رزلٹ محترم پرنسپل صاحب جامعۃ المبشرین نے روزنامہ الفضل

11 اپریل سن 1957ء میں دیا۔ آپ کے ساتھ استاذی المکرم منیر احمد عارف صاحب[44] نے بھی امتحان دیا اور کامیاب رہے۔

شادی:

محترم الحاج امیر عالم صاحب کی ایک ڈائری سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے مؤرخہ 28 جنوری 1957ء بروز سوموار حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی اور اس میں محمود احمد مختار صاحب کی شادی کے حوالے سے راہنمائی حاصل کی۔ آپ اپنی ڈائری میں اسی سلسلہ میں لکھتے ہیں،

9 فروری 1957ء : "رات محمود احمد کی شادی کہ سلسلہ میں استخارہ کیا۔ نظارہ (ہوا) ایک پانی سے پار گزرا۔ پہلے گمان ہوا کہ پانی گہرا ڈونگا ہے۔ جب گزرا تو آسانی سے گزر گیا۔ آگے اونچی جگہ ایک دروازہ ہے۔ ایک نوجوان نے پکڑ کر چڑھا دیا۔ الحمد للہ علیٰ ذلک"

[44] محترم منیر احمد عارف صاحب مرحوم و مغفور نے مجھے جامعہ احمدیہ ربوہ میں علم فقہ قریباً دو سال پڑھایا۔ اللہ استاذی المکرم کے درجات بلند فرمائے۔ آمین

مؤرخہ 24 مارچ 1957ء آپ حضرت میاں بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ سے ملے اور اپنے بیٹے محمود احمد مختار صاحب کے رشتہ کے حوالہ سے بات کی۔اس سلسلہ میں حضرت مصلح موعود اور حضرت میاں بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنھما کے مشورے سے آپ نے 25 مارچ 1957ء کو محترم سیٹھ صدیق بانی صاحب سے چنیوٹ میں ملاقات کی۔مؤرخہ 2 اپریل 1957ء بروز منگل آپ کا نکاح حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے مبلغ ایک ہزار روپے حق مہر پر پڑھایا۔روزنامہ الفضل (12 مئی 1957ء) نے آپ کے نکاح کا اعلان کچھ ایسے شائع کیا۔

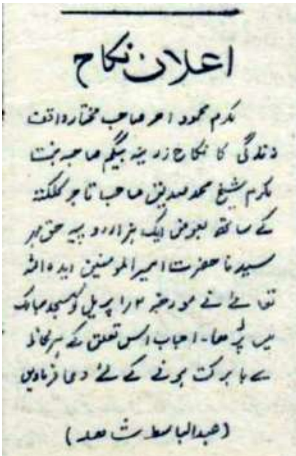

اعلان نکاح

مکرم محمود احمد صاحب مختار واقف زندگی کا نکاح زرینہ بیگم صاحبہ بنت مکرم شیخ محمد صدیق صاحب تاجر کلکتہ کے ساتھ بعوض ایک ہزار روپیہ حق مہر سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے مورخہ ۲ اپریل کو مسجد مبارک میں پڑھا۔ احباب اس تعلق کے ہر لحاظ سے بابرکت ہونے کے لئے دعا فرماویں

(عبدالباسط شاہد)

مؤرخہ 5 مئی 1957ء آپ نے ربوہ خط روانہ کیا کہ محمود احمد صاحب کی شادی جلسہ (سالانہ) کے موقع پر ہوگی۔

آپ کی بڑی صاحبزادی منصورہ کریم الدین صاحبہ نے میری درخواست پر اپنے والد بزرگوار کے بارہ میں کچھ باتیں لکھی ہیں جو میں یہاں من و عن درج کر دیتا ہوں۔ آپ فرماتی ہیں:۔

محمود احمد مختار صاحب اپنے بھائی ڈاکٹر محمد ظفر کلیم صاحب کے ساتھ

"اللہ تعالیٰ نے ابو جان کو انتہائی غیر معمولی اوصاف عطا کئے تھے ایک بے حد ذہین اور ملنسار شخصیت کے مالک تھے۔ اپنے دل میں احمدیت کے لئے حد درجہ غیرت رکھتے تھے ۔ ایک بہترین مقرر، مؤذن خوبصورت تلاوت کرنے والے قاری ، خوبصورت شخصیت اور بے حد موثر آواز کے مالک تھے۔ نیک طبیعت اور شریف النفس انسان تھے صرفِ نظر اور درگزر کرنے والے، قناعت پسند اور درویش صفت انسان تھے جو بھی ان سے ملتا تھا ان کی خوبصورت شخصیت اور اچھی عادات کی وجہ سے ان کا گرویدہ ہو جاتا تھا ۔ ایک خوش مزاج اور رحم دل شخصیت کے مالک تھے اور اپنے خاندان میں ہر دل عزیز تھے۔ انکی تلاوت اور اذان بہت مشہور تھی اور بہت خوبصورت نظم پڑھتے تھے۔ اپنے تعلیمی دور میں مقابلہ جات میں ہمیشہ نمایاں کامیابیاں حاصل کرتے تھے۔ بے حد ذہین، اعلیٰ کردار اور اقدار رکھنے والے انسان تھے۔ ان کی ایک بہت بڑی خوبی انکا انکسار، اور خوش گفتار ہونا تھی اور انکے مزاج میں خشونت ہرگز نہ تھی۔ بے

غرض اور بے حد قربانی کرنے والے تھے۔ دوستوں کے دوست اور ضرورت مندوں کی مدد کیا کرتے تھے۔

ساؤتھ ہال کی مسجد کے افتتاح کے موقع پر(1980)

اصول پسند اور جرات مندانہ طبیعت کے مالک تھے۔ مرتے دم تک ہر رنگ میں سلسلہ احمدیت کی خدمت کرتے رہے اور لندن میں آکر اپنی مختصر زندگی میں بھی لوکل اجلاس منعقد کیے اور سالانہ اجتماع ۱۹۸۱ میں "اسلام اور عیسائیت کا موازنہ" کے زیر عنوان بہت موثر تقریر بھی کی۔ اپنے غیر احمدی رشتہ داروں کے ساتھ بھی حسن سلوک رکھنے کے ساتھ ساتھ احمدیت کا نام ہمیشہ بلند رکھا۔ ایک واقعہ لندن کا ہے جب انکی ماموں زاد بہن (محترم غازی صدیق صاحب کی صاحبزادی) کا نکاح جو احمدی تھیں انکے دوسرے ماموں (محترم شریف احمد صاحب) کے بیٹے سے جو غیر احمدی تھے، ہو رہا تھا۔ سب اس میں شرکت کے لئے گئے۔ نکاح کے موقع پر نکاح پڑھانے کے لئے جو نکاح خواں بلائے گئے انہوں نے لڑکی کو کلمہ پڑھنے کے لئے کہا تا کہ وہ "مسلمان" ہو جائے اس پر ابو جان کی احمدیت کے لئے غیرت یہ برداشت نہ کر سکی انہوں نے اس بات پر شدید اعتراض

اٹھایا۔ احمدی عقیدے کے وضاحت کی تمام فیملی کے ساتھ نکاح میں شامل ہونے سے انکار کر دیا اور وہاں سے چلے آئے۔

۱۹۷۴ میں جب پاکستان میں احمدیوں کو کافر قرار دینے کا قانون بنا دیا گیا تو احمدیوں کو بہت نامساعد حالات کا سامنا کرنا پڑا۔ ابو جان ایک کامیاب بزنس مین تھے اور ان کا بے حد وسیع حلقہ احباب تھا۔ ان حالات کی وجہ سے جو دوست احباب ہم پیالہ و ہم نوالہ تھے ان میں سے بہت نے نظریں پھیر لیں ایسے بھی حالات دیکھنے کو ملے کہ غیر احمدی مولوی ان کی دکان میں جلوس لے کر آجاتے کیونکہ انہوں نے قرآن کریم کی خوب صورت آیت " الیس اللہ بکاف عبدہ" فریم کروا کر اپنی دکان میں آویزاں کر رکھی تھی۔ انہیں کافر کہتے اور گالی گلوچ کرتے لیکن انکے پایہ ثبات میں کبھی بھی لرزش نہ آئی اور انہوں نے احمدیت کے ایک سچے خادم کی طرح اور بہت دلیری سے تمام حالات کا مقابلہ کیا۔ جہاں وہ اپنی فیملی کے ساتھ رہتے تھے اس محلے میں صرف وہ اکیلے احمدی تھے اور ہر دن گھر جلائے جانے اور احمدیوں کو تکالیف پہنچانے کے خطرے کے پیش نظر وہ اپنے اہل وعیال کو ربوہ لے گئے۔۔ جہاں اس مشکل وقت میں دوستوں نے نظریں پھیر لیں وہیں چند مخلص دوستوں نے ساتھ بھی دیا۔ ایک بھلے مانس دوست نے پوری رات ڈرائیو کر کے انہیں اور انکے بچوں کو بحفاظت ربوہ پہنچایا۔ جس کے لئے آج بھی دل سے دعائیں نکلتی ہیں۔ احمدیوں کے خلاف ان حالات کو دیکھ کر وہ کافی حد تک دل برداشتہ ہوئے اور انہوں نے اپنے بچوں کو لندن بلانے کا فیصلہ کر لیا چنانچہ ۲ جنوری ۱۹۷۷ انکی فیملی لندن آکر آباد ہوئی یہاں بھی وہ جماعتی کام کرتے رہے۔

(1978) حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کے دورہ انگلستان کے موقع پر

صد افسوس کہ انہیں زیادہ عرصہ اپنے اہل و عیال کے ساتھ رہنا نہ ملا اور چھ سال کے مختصر عرصہ بعد ۴۹ سال کی مختصر عمر میں ۲۳ مئی ۱۹۸۲ کو لندن میں وہ اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔ اور وصیت کے مطابق کوٹلی آزاد کشمیر کی مسجد سے ملحق قبرستان میں اپنے والد محترم کے قرب میں ان کی تدفین ہوئی"[45]

آپ کی تلاوت قرآن کریم، اذان و فنّ تقریر:

آپ کی تلاوت ہر ایک کو دلکش محسوس ہوتی۔ آپ بہت اچھی تلاوت کے ساتھ ساتھ بہت خوش الحانی سے اذان دیا کرتے تھے۔

آپ کے بارہ میں محترم مولانا محمد الدین شاہد صاحب نے لکھاہے کہ،

"نہائت ہی نیک اور اچھا بولنے والے تھے۔ حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحب مرحوم کی صدارت میں بھی انہوں نے سیرت (آنحضرت ﷺ) پر تقریر کی۔ میرے ساتھ

[45] تحریر مرسلہ 22 اپریل 2024ء

بھی بڑی محبت رکھتے تھے۔ایک بار مجھے خط لکھا کہ میں چاہتا ہوں کہ انوار الانوار کا انگریزی میں ترجمہ کروں آپ مجھے کتاب بھجوادیں، بعد میں کچھ عرصہ بعد مجھے پتہ چلا کہ وہ فوت ہوگئے ہیں اور اپنے اس مشن کو پورا نہیں کرسکے۔" (الحاج امیر عالم صفحہ 34)

آپ کے چھوٹی بہن محترمہ امتہ الحفیظ صاحبہ نے مجھے بتایا کہ،

" ایک بار بھائی محمود نے مسجد نور راولپنڈی میں سیرت آنحضرت ﷺ پر ایک تقریر کی۔ آپ کے بڑے بھائی محترم غازی محمد امین صاحب بھی مسجد میں موجود تھے۔جب وہ واپس گھر آئے تو بھائی امین خوشی سے پھولے نہیں سمارہے تھے اور ساتھ ساتھ کہتے جاتے کہ آج محمود نے بہت خوبصورت تقریر کی، دل خوش ہوگیا۔ اتنی اچھی اور مؤثر تقریر تھی کہ مری روڈ پر لوگوں نے گاڑیاں روک کر سنی۔"[46]

وفات:

آپ کی وفات 23 مئی 1982ء بروز اتوار یوکے میں ہوئی اور تدفین کوٹلی آزاد کشمیر میں ہوئی۔

اہلیہ اور اولاد: آپ کی اہلیہ کا نام زرینہ اختر تھا جو سیٹھ محمد صدیق آف کلکتہ کی بیٹی تھیں۔ آپ کی اولاد کی تفصیل یوں ہے،

1. منصورہ کریم الدین (یوکے)
2. بشریٰ حفیظ (ہالینڈ)
3. بشیر محمود (یوکے)

[46] انٹرویو محترمہ امتہ الحفیظ صاحبہ مؤرخہ 13 اپریل 2024 بمقام واٹفورڈ۔لنڈن

4. شگفتہ احمد (جرمنی)
5. سیما راشد (یوکے)
6. نصیر محمود (یوکے)

زرینہ اختر محمود صاحبہ

آپ 15 مارچ 1933ء کو گرداسپور قادیان میں پیدا ہوئیں ۔ تقسیم ہندوستان کے بعد آپ کے خاندان نے ربوہ میں سکونت اختیار کی۔ آپ کے والد صاحب کا نام سیٹھ محمد صدیق (آف کلکتہ) اور والدہ صاحبہ کا نام غلام فاطمہ تھا۔زرینہ صاحبہ بیگم زبیدہ بانی زوجہ محمد صدیق بانی صاحب کی چھوٹی بہن تھیں۔آپ نے ربوہ سے ہی بی اے تک کی تعلیم حاصل کی۔آپ کی شادی سنہ ۱۹۵۸ میں محترم محمود احمد مختار صاحب کے ساتھ ہوئی جو جامعہ احمدیہ ربوہ سے مولوی فاضل اور پہلے گولڈ میڈ لسٹ تھے۔

مسز زرینہ صاحبہ سنہ ۱۹۷۷ میں بچوں کے ساتھ انگلستان آئیں اور اپنے شوہر کے ساتھ واٹفورڈ ہارٹفورڈ شائر میں سکونت اختیار کی۔ سنہ ۱۹۷۹ میں وہ واٹفورڈ لجنہ کی پہلی صدر منتخب ہوئیں اور اسوقت باقاعدہ طور پر لجنہ واٹفورڈ کا قیام عمل میں آیا۔ محترمہ مسز امتہ الحفیظ سلام صاحبہ کی سرکردگی میں نیشنل عاملہ واٹفورڈ لجنہ کے انتخاب میں شامل ہوئی۔ مسز زرینہ صاحبہ سنہ ۱۹۷۹ سے تادم حیات (جولائی سنہ ۱۹۹۰) لجنہ واٹفورڈ کی صدر رہیں۔انہوں نے بہت محنت اور لگن سے لجنہ کی تعلیم و تربیت کی۔ قرآن کریم کے صحیح تلفظ اور ترجمہ سکھانے کی طرف انہوں نے بہت توجہ دی اور اپنے گھر میں لجنہ کو قرآن کریم ترجمہ کے ساتھ پڑھاتی رہیں ۔ وہ تربیت کے مختلف پہلوؤں پر اپنی لجنہ

ممبرات اور بچیوں کو بڑے پیار سے سمجھاتی تھیں۔انکی شخصیت اور کردار قابل تعریف تھے اور انہوں نے اپنے عمل اور فعل سے ہمیشہ ایک اچھا نمونہ پیش کیا اور قابل تقلید کردار ادا کیا انکے قول و فعل میں تضاد نہ تھا اور انہوں نے ہر کام میں ہمیشہ خدا کی رضا کو مقدم رکھا۔ان کو احمدیت سے عشق کی حد تک لگاؤ تھا وہ ابتدائی عمر سے ہی موصیہ تھیں۔ایک پر وقار شخصیت کی مالک تھیں۔ چندوں کی ادائیگی میں پیش پیش رہتی تھیں اور ہر تحریک میں بڑھ کر حصہ لیتیں۔ماہ رمضان میں اعتکاف کی توفیق بھی پاتی رہیں۔ان کی علالت کے دنوں میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ ازراہ شفقت ان کی عیادت کے لیئے واٹفورڈ اسپتال تشریف لائے اورنہایت شفقت کا سلوک فرمایا۔ سلسلہ احمدیت اپنے خاندان اور اپنے عیال کے لئے اخلاص ووفا سے بھرپور اور فعال زندگی بسر کرتے ہوئے 16 جولائی سن 1990ء کو آپ اپنے مالک حقیقی سے جاملیں۔ آپ موصیہ تھیں۔ آپکا وصیت نمبر 11962 تھا۔ آپ کی تدفین بہشتی مقبرہ ربوہ میں ہوئی۔اللہ تعالی آپ کے درجات بلند کرے۔(آمین)

6. داؤد احمد ٹھکر صاحب

پیدائش وابتدائی تعلیم:

آپ محترم الحاج امیر عالم صاحب کے سب سے چھوٹے صاحبزادے تھے۔ آپ کی پیدائش 1940ء میں کوٹلی (آزاد کشمیر) میں ہوئی۔ 1947 میں تقسیم ہند کے وقت آپ پانچویں یا چھٹی کلاس میں پڑھتے تھے۔ 1950ء یا 1951ء تک راولپنڈی میں رہے۔ آپ نے راولپنڈی میں فیض الاسلام ہائی سکول میں تعلیم حاصل کی۔ پھر جب کوٹلی میں جنگ بندی ہوئی تو اس کے بعد آپ اپنے والدین کے ساتھ واپس کوٹلی آ گئے۔ 1956ء میں آپ نے میٹرک کی تعلیم مکمل کی۔

آپ کے اوصاف:

آپ نہایت مہمان نواز، سخی، دلیر اور باجرات آدمی تھے۔ آپ کا شمار آزاد کشمیر کی مشہور سماجی شخصیات میں ہوتا ہے۔ انجمن تاجران ضلع کوٹلی کے ایک لمبا عرصہ تک صدر

رہے۔ کوٹلی کی مختلف سماجی تحریکوں میں نمایاں طور پر شرکت کرتے رہے۔ آپ انجمن تحفظ حقوق عامہ ضلع کوٹلی کے تاحیات جنرل سیکرٹری رہے۔ بہت مدت تک کیمسٹ اینڈ ڈرگسٹ ایسوسی ایشن ضلع کوٹلی کے بلا مقابلہ صدر منتخب ہوتے رہے۔ آپ کی ایک صاحبزادی مکرمہ بشریٰ شکیل صاحبہ آپ کے اوصاف کے بارہ میں لکھتی ہیں:۔

داؤد احمد صاحب حضرت چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب کے ساتھ

"مجھے لگتا ہے کہ ابو جی سب سے زیادہ مجھ سے پیار کرتے تھے میرا خیال رکھتے تھے میری خواہشات میری آرزوئیں پوری کرنے میں ہر دم فعال رہتے تھے میری ہنسی میں ہنستے ، میرے آنسوؤں پہ تڑپ اُٹھتے میرے ابو جی بس میرے تھے لیکن جب ہم سب بہن بھائی ابو جی کو یاد کرتے ہیں تو ساتوں کا یہی دعویٰ ہوتا ہے کہ ابو جی اس سے سب سے زیادہ پیار محبت کرنے والے تھے اور کیوں نہ ہوتا جیسا کہ میرے ابو جی کا تو نام ہی داؤد ہے یعنی بہت زیادہ شدت سے محبت کرنے والا۔ میرے ابو جی ہر رشتے ہر تعلق میں بے مثال تھے آپ ایک اچھے باپ، شوہر، بھائی، چچا، ماموں، کزن، بہنوئی، دوست یار ہر رشتے کو نبھانے والے ہر تعلق کا مان رکھنے والے ہر ایک کو اس کی عمر، رشتے، مزاج اور تعلق کے مطابق عزت و احترام اور

شفقت دینے والے تھے، آج جب میں اپنے پیارے ابو جی کے بارے میں سوچنے بیٹھی تو مجھے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ میں ان کی پیاری شخصیت کے کس پہلو کو بیان کروں تو میرے دل نے کہا کہ ابو کی کی محبت کو لکھوں اور جب محبت لکھنے بیٹھی ہوں تو محبت کی سب تفسیریں کم پڑ گئیں ہیں۔

ابو جی نے جس سے بھی تعلق رکھا انتہائی خلوص کے ساتھ نبھایا، رشتے داروں عزیزوں کہ تو خیر بات ہی کیا غیروں سے بھی معاملات احسن طریقے سے کئے، نرم دل حساس طبیعت کے مالک ہونے کی وجہ سے سب کے دُکھ درد کے ساتھ اور ہمدرد تھے، یہ ہو نہیں سکتا کہ کسی نے اپنا کوئی مسئلہ کوئی ضرورت ابو جی کے سامنے رکھی اور ابو جی نے اس سے صرف نظر کیا ہو، بعض اوقات خود مشکل میں آجاتے لیکن کسی غم خوار کو مشکل میں نہ ڈالتے، اللہ نے روزی بھی اس پیشے کے ساتھ وابستہ کی جس میں خدمت انسانیت پوشیدہ ہے۔میرے ابو جی بہت معاملہ فہم اور ایک دم بات کی تہہ تک پہنچ جانے والے تھے، بڑے بڑے مسائل کو آسانی سے سمجھ کر ایسا حل پیش کرتے کہ سب راضی ہو جاتے، ابو جی بہترین منصف، بہترین منتظم تھے۔ذکر پھر محبت کا ہو جائے، میرے پیارے ابو جی سے سب عقیدت کی حد تک محبت کرتے تھے سسرالی رشتے دار کیا اور اپنے خونی رشتے دار، کیا دوست احباب کیا ان کے بچے اور بچوں کے بچے سب ابو جی کو محبت عزت احترام

سے پیش آتے اور اپنا بڑا سمجھتے تھے۔ حُسن انتظام کی خوبی سے مالا مال تھے۔ شادی بیاہ کے معاملات کو بہت ہی احسن طریقے سے حل کرتے اور بہت آسانی سے نبرد آزما ہوتے۔"[47]

آپ کی بڑی صاحبزادی سمیرا داؤد صاحبہ آپ کے اوصاف کے بارہ میں لکھتی ہیں۔

" میرا اور ابو جی کا رشتہ باپ بیٹی سے زیادہ دوست اور ہمجولی کا تھا، میں ابو جی کی تیسری اولاد اور پہلی بیٹی تھی اور پہلی بیٹی کی اہمیت و شفقت کا احساس ساری عمر انہوں دیا مجھے یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ ابو جی میرے ساتھ بچپن سے ہی خصوصی سلوک اس لئے بھی کرتے تھے کہ میں دو حادثات میں کافی بیمار رہی، جس کی وجہ اے ابو جی میری عیادت اور دیکھ بھال میں اپنی شفقت اور محبت کے جذبات سے مغلوب ہمہ تن مصروف رہے۔ میرے ابو جی نے ہمیشہ اپنی زبان کا اپنی بات کا پاس رکھا ایک دفعہ جو بات کہہ دی اس پر ہمیشہ قائم رہے، چاہے اپنا کتنا ہی نقصان کیوں نہ ہو جائے۔ سخاوت اور مہمان نوازی دو ایسے اوصاف ہیں کہ میں جب سوچنے بیٹھوں تو یہ ہی دو پہلو ابو جی کی شخصیت کے ہر خوبی پہ حاوی نظر آتے ہیں کوئی دن ایسا نہ جاتا تھا جب ہمارے گھر چار چھ مہمان تینوں وقت کھانے پہ نہ ہوں، جماعت کے مرکز سے آنے والے مہمان سب سے پہلے ہمارے ہاں تشریف لاتے، مربیان سلسلہ کی خدمت اور مہمانان کی تواضع سے بہت خوش ہوتے۔

[47] تحریر محترمہ بشریٰ شکیل صاحبہ محررہ 12 مئی 2024ء

کاروباری آدمی اور کامیاب بزنس مین ہونے کی وجہ سے سارا دن سٹور پہ آنے جانے والوں کا تانتا بندھا رہتا اور سارا دن ہی چائے کے دور چلتے رہتے، کبھی کوئی شخص جس نے ابو جی سے سوال کیا ہو اور خالی ہاتھ لوٹا ہو میرے مشاہدے میں تو نہیں آیا، اپنے پرائے عزیز رشتے دار اجنبی سب اس چشمے سے سیر اب ہوتے، ابو جی صلہ رحمی کو حتی المقدور لازم رکھتے، اپنے قریبی اور دور کے رشتے داروں، سسرال والوں اور پھر بچوں کی سسرالی قرابت داریوں کا حد سے زیادہ خیال اور تواضع بہت خوش اسلوبی سے کرتے۔ میرے ابو جی کی کون سی خوبی کون سی صفت ہے جس کو میں اس وقت یاد نہیں کر رہی اور میری آنکھوں سے آنسو بہتے چلے جارہے ہیں میرا باپ شفقت کا ایک سمندر تھا۔ میں ادب کی ادنی سی طالبہ ہوں اور پڑھنا لکھنا میرا ہمیشہ سے مشغلہ رہا ہے ابو جی کو میرے اس شوق کا پتا تھا۔ آپ میری نہ صرف حوصلہ افزائی کرتے بلکہ مجھے خود بہترین کتابیں لا کر دیتے۔ جہاں جاتے میرے لئے مختلف کتابیں خرید کر مجھے تحفہ دیتے میری الماریاں ان تحفوں سے بھری ہوئی تھیں یہ ایک بیٹی کو اس کے باپ کی طرف سے بہترین تحفہ تھیں۔ اپنی ادنیٰ سے ادنیٰ خدمت اور خیال رکھنے والے کی قدر اور محبت ایک اور اعلیٰ صفت ہے۔ ہمارے گھر کے ملازمین میرے ابو جی کے بچوں کی مانند تھے ان کا ہر طرح سے خیال رکھنا، ان کی دلجوئی، ان کی خوشی غمی میں شریک ہونا، جو خود کھایا وہی ان کو کھلایا، خصوصی مواقع پہ ان کے لئے لباس، ان سب کے اہل خانہ کا علاج معالجہ اور دلداری میرے ابو جی

اس خوش اسلوبی اور محبت سے کرتے تھے کہ ان کے تمام ملازمین پھر کہیں اور جانے کا نام ہی نہیں لیتے تھے۔

ابو جی ایک مہربان دوست اور خوش مزاج ساتھی تھے، آپ کا حلقۂ احباب بے حد وسیع تھا۔ بہت زندہ دل اور بذلہ سنج، آپ کی ہر چھوٹے بڑے کے ساتھ دوستی کا انداز اور معیار مختلف تھا۔ ہر کسی سے اس کے مزاج، عمر اور حالات کے مطابق معاملات طے کرتے جس محفل میں جاتے جان محفل بن جاتے۔ دوستوں پہ جان نچھاور کرنے والے مدد کے لئے دامے، درمے، سخنے تیار رہتے۔ مجھے یاد نہیں کہ کبھی بھی کسی نے کوئی مدد مانگی اور ابو جی نے اپنی مقدرت سے بڑھ کر مدد نہ کی ہو۔ آپ نے دوستیاں مرتے دم تک نبھائیں اور اولاد در اولاد اپنے تعلقات کو قائم رکھا۔ اور ان تعلقات میں مذہب اور قوم کی تخصیص کے بغیر اخلاص و وفا دکھائی۔ ابو جی کی وفات کے بعد بھی لوگ ان کے شفقت و مہربانی اور اخلاق کو یاد کرتے اور تعریف کرتے ہیں جیسے ایک مہربان باپ کو یاد کرنے کا حق ہے۔

ہم بچوں کے سہیلیوں سے بھی بدرجۂ اتم محبت شفقت کا سلوک کرتے ہم بہنوں کی سہیلیوں کے لئے جب جب وہ ہمارے گھر آتیں بہترین اشیاء خورونوش فوراً مہیا کرتے ان کے والدین کی خیریت معلوم کرتے اور ہماری سہیلیاں بھی ابو جی سے ایسے ہی محبت کرتیں۔

ابو جی سیر و سیاحت کے دلدادہ اور بہت شوقین تھے دنیا کے کئی ممالک کی سیر کی ہوئی تھی نئی نئی جگہ دیکھنا اور نئے لوگوں سے ملنا بہت پسند تھا تھکتے نہیں تھے۔ہمیشہ محو حرکت رہتے جس ملک بھی جاتے وہاں کے تاریخی مقامات دیکھتے مقامی لوگوں سے ملتے اور سووینئرز ضرور ہمارے لئے لاتے۔ ہمارے گھر ہالینڈ، ترکی، جرمنی، ناروے، مقبوضہ کشمیر، ایران اور فرانس کے مختلف سوینئرز موجود تھے۔

ابو جی کو ادب و شاعری سے بہت شغف تھا۔کتابیں پڑھنا اچھا لگتا تھا سلسلہ کی بہت کتابیں ہمارے ہاں تھیں۔ ہم میں سے بھائی جان قیصر اور مجھے پڑھنے کا شوق ابو جی سے ہی ملا ہے۔ ہمارے گھر روزنامے ، ہفت روزہ جرائد اور ماہانہ رسائل باقاعدگی سے آتے تھے۔ مطالعے کی بہت حوصلہ افزائی کرتے، کئی بار میرے کہنے پر راولپنڈی اور لاہور کے اردو بازار سے کتابیں خرید کر لاتے ، ایک دفعہ میں نے ابو جی کو کتابوں جن میں سوانح عمری اور سفرنامے شامل تھے کی لسٹ دی ابو جی بارہ ہزار روپے کی کتابیں میرے لئے لاہور سے لائے اور اس وقت بارہ ہزار روپے ایک بڑی رقم تھی جو میری کتابوں پہ خرچ کی۔ خلافت ، جماعت اور سلسلہ احمدیت سے محبت وہ جوئے شیر جس سے ہمارے ابو جی نے ہمیں لبالب سیر اب کر دیا۔ ہمیشہ سے ہی گھر میں مذہبی ماحول اور جماعت سے محبت خلیفہ وقت کی اطاعت و محبت کا دور دیکھا، ہر بات میں حضور کو خط لکھنے کی ہدایت کرتے۔ ربوہ جلسہ سالانہ پر ہر سال فیملی کے ساتھ شرکت کرتے اور جب خلافت کی ہجرت ہو گئی

تو یوکے جلسہ پہ ہمیشہ جانے کی کوشش کرتے اور خلیفہ وقت سے ملاقات کے مشتاق رہتے۔ خاندان مسیح موعود علیہ السلام کے افراد سے بہت محبت کرتے اور اگر مرکز سے خاندان کا کوئی فرد کوٹلی دورے پر آتا تو مہمان نوازی کی انتہاء کر دیتے۔ حضرت خلیفۃ المسیح رابع رحمہُ اللہ جب وقف جدید کے ناظم مقرر ہوئے تو آپ تو آزاد کشمیر کے دورے پر تشریف لائے۔ ابو جی نے ان کی خدمت اور مہمانداری میں ایسی سرگرمی دکھائی کہ حضور نے ہمیشہ یاد رکھی اور جب بھی ابو جی کی حضور سے ملاقات ہوتی حضور خاص طور پہ ان دنوں کو یاد فرماتے ہوئے ابو جی پر بہت محبت اور شفقت کا سلوک فرماتے اور ہمیشہ یاد رکھتے۔

ہمیشہ ہم بچوں کو جماعت اور خلافت سے منسلک رہنے اور ہر حال میں اطاعت اور جانثاری کا سبق گھول کر پلا دیا۔ اللہ تعالی ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ یہ سبق ہم اپنی آئندہ نسلوں کو کماحقہٗ منتقل کر سکیں۔"[48]

آپ کو متعدد جماعتی عہدوں پر کام کرنے کی توفیق ملی۔ مسجد کی تعمیر نو کمیٹی میں تھے۔ دل کے عارضہ میں مبتلا ہونے کے باوجود مسجد کے کاموں میں لگے رہے۔

شادی واولاد:

آپ کی پہلی شادی محترمہ محیبہ سلطانہ داؤد صاحبہ کے ساتھ 1965ء میں ہوئی۔ محترمہ محیبہ سلطانہ داؤد صاحبہ مکرم حاکم دین صاحب آف جموں کی صاحبزادی تھیں جو تقسیم ہند

---

[48] تحریر مؤرخہ 2 ستمبر 2024ء

کے موقع پر جموں کے قتل عام میں شہید ہوئے۔ اپنی اہلیہ اولیٰ کی شدید بیماری کے باعث آپ نے دوسری شادی کی۔ آپ کی دوسری شادی راجہ دوست محمد صاحب آف چونترہ کی صاحبزادی محترمہ طاہرہ داؤد صاحبہ کے ساتھ 1972ء میں ہوئی۔[49]

پہلی زوجہ سے آپ کی اولاد:

1. امیر قیصر داؤد ایڈووکیٹ (یوکے)
2. امیر عامر داؤد (یوکے)

دوسری زوجہ سے آپ کی اولاد:

1. سمیرا داؤد اہلیہ معروف احمد کھوکھر صاحب (کینیڈا)
2. ثمرہ منیر اہلیہ خواجہ محمد منیر احمد ٹھکر صاحب (پاکستان)
3. بشریٰ شکیل اہلیہ شکیل احمد راٹھور صاحب (یوکے)
4. امیر طارق داؤد (یوکے)
5. امیر وجاہت داؤد (کینیڈا)

وفات: آپ کی وفات 23 مارچ سن 2008ء بروز اتوار ہوئی اور آپ احمدیہ مسجد کوٹلی کے ملحقہ قبرستان میں مدفون ہوئے۔ آپ کی تدفین کے موقع پر ضلع کوٹلی کے

[49] محترم دوست محمد صاحب آف چونترہ کی دو ہمشیر گان لیفٹیننٹ جنرل عبد العلی ملک (ہلال جرات، ستارہ قائد اعظم) فاتح محاذ چونڈہ اور ان کے برادر لیفٹیننٹ اختر حسین ملک فاتح محاذ رن آف کچھ کے ساتھ بیاہی ہوئی تھیں۔

سینکڑوں احمدیوں کے علاوہ علاقے کے غیر احمدی معززین نے بڑی تعداد میں شرکت کی۔ اللہ تعالیٰ ان کی خوبیاں ان کی اولاد در اولاد میں جاری رکھے اور مرحوم کے درجات بلند کرے۔ آمین

محیبہ سلطانہ داؤد صاحبہ

آپ کی پیدائش سن 1946ء میں ہوئی۔ آپ پیدائشی احمدی تھیں۔ آپ کی عمر ابھی صرف ایک سال کی شیر خوار بچی تھیں کہ آپ کے والدین جموں کے مقام پر 11 نومبر 1947ء میں شہید ہوگئے۔ والدین کی شہادت کے بعد آپ کی پرورش آپ کی خالہ محترمہ سلیمہ بیگم صاحبہ (آف سیالکوٹ) اور میجر محمود صاحب مرحوم (آف راولپنڈی) نے کی۔ آپ کی شادی مکرم داؤد احمد صاحب ابن الحاج امیر عالم صاحب کے ساتھ 1965ء میں ہوئی۔ آپنہایت ملنسار، مہمان نواز، خوش اخلاق اور دعا گو خاتون تھیں۔ قرآن کریم سے غیر معمولی عقیدت تھی۔

آپ نے ایک طویل عرصہ بیماری میںنہایت صبر اور خدا تعالیٰ کی رضا پر راضی ہوتے ہوئے بسر کیا۔ آپ کی وفات 22مارچ 1999ء بروز جج اکبر ہوئی۔

(دائیں سے بائیں) محمد اسحٰق ٹھکر صاحب، محمد صدیق راٹھور صاحب، میاں احسان الحق صاحب، ڈاکٹر محمد ظفر کلیم صاحب، خواجہ ظہور احمد صاحب، محمد منظور احمد ایڈووکیٹ صاحب، غازی محمد امین صاحب، داؤد احمد ٹھکر صاحب (یہ تصویر اندازاً 1972ء کی ہے)

(اولاد منشی فیروز الدین ٹھکر صاحب)

1. محمد ولی الدین ٹھکر صاحب

پیدائش:

محمد ولی الدین ٹھکر صاحب محترم منشی فیروزالدین ٹھکر صاحب کی زوجہ اولیٰ اقبال بیگم صاحبہ کے بطن سے یکم جولائی سن 1942ء بروز بدھ پیدا ہوئے۔ آپ کی ابتدائی تعلیم کوٹلی آزاد کشمیر میں ہی ہوئی۔

آپ کی ابتدائی ایام میں آپ کی بیٹی امتہ القدیر صاحبہ لکھتی ہیں:۔

"انہیں کئی بزرگوں نے پرورش دی، مگر زیادہ تر ان کی تائی جان (راجیہ بی بی صاحبہ) اور پھر ہماری دوسری دادی بے جی نے پرورش دی۔ اس بات کا پتہ ہمیں اپنی ابتدائی نوجوانی کے دوران تک نہیں چلا کہ وہ ہماری دوسری دادی (یعنی منشی فیروزالدین صاحب کی زوجہ ثانیہ) ہیں، کیونکہ انہوں نے کبھی اختلاف نہیں کیا۔ ابو جان کی اپنی والدہ کی شدید بیماری کے باعث ان کو چچا صادق کی والدہ بے جی فضل (جو کہ ابو کی رشتہ میں خالہ لگتی تھیں) نے دودھ پلایا۔ اس لئے، ہمارا ان کے ساتھ مضبوط تعلق تھا۔ ابو اپنی ماں کو کھونے

کا دکھ اپنے آخری لمحوں تک نہیں بھولے اور اکثر اس کے بارے میں بات کرتے رہتے۔"[50]

کوٹلی سے برطانیہ روانگی:

آپ 1961 میں، صرف 19 سال کی عمر میں، تلاش معاش کے سلسلہ میں پاکستان سے یوکے تشریف لائے۔ اور شروع سے ہی آپ اپنے والدین کی ہدایات کے مطابق اپنے گھر، اپنے خاندان کے لئے اپنے فرائض ادا کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

آپ کی صاحبزادی امتہ القدیر صاحبہ اس سلسلہ میں لکھتی ہیں،

"میں یقیناً کہہ سکتی ہوں کہ میرے والد نے اپنے کئے ہوئے وعدے اپنی آخری سانس تک وفا کئے۔ اپنے پیاروں کی طرف سے جتنی بھی پریشانیاں اور تکالیف آئیں، پھر بھی آپ ان کی امیدوں اور توقعات پر پورا اترے اور ان کی اہمیت کو آپ کی زندگی میں ہمیشہ اولیت حاصل رہی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کا اجر عظیم عطا فرمائے۔ مجھے یہ کہتے ہوئے افسوس ہوتا ہے کہ مجھے آپ کی قربانیوں کا اندازا آپ کے جانے کے بعد ہوا!""[51]

آپ کے اوصاف:

آپ کی دوسری صاحبزادی امتہ المتین صاحبہ لکھتی ہیں،

"ہمارے والد ایسی نسل سے تھے جو اپنی محبت کو کھلے طور پر ظاہر نہیں کرتی تھی، کیونکہ یہ ان کی تربیت تھی۔

[50] تحریر محررہ 2 مئی 2024ء

[51] تحریر محررہ 2 مئی 2024ء

شاید یہی وجہ تھی کہ وہ دنیا کا سامنا کرتے ہوئے بجائے کمزوری اور جذباتیت دکھانے کے، ہمیشہ مضبوط رہنے اور دکھ درد میں ہمیشہ بہادری دکھانے کو ترجیح دیتے۔ یہی وجہ

تھی کہ وہ ایک ایسے ملک میں، جہاں ان کا کوئی نہیں تھا، جہاں ایک مختلف زبان تھی، اپنے والدین اور بھائیوں کے بغیر، تن تنہا برداشت کیا۔ وہ بڑے بھائی تھے، اور قوی اور بلند ارادہ۔ یہی وہ طریقہ تھا جس سے آپ نے دنیا کا سامنا کیا۔ والد محترم نے اپنی زندگی اُسی طرح گزاری جیسے اُن کو سکھایا گیا تھا۔ آپ کے ہم عصر آپ کے ہم جولی اس وقت اپنی زندگی کے ایام کا لطف لے رہے تھے اور میرے ابو اپنی ذمہ داریوں کے بوجھ تلے ایک مشکل زندگی گزار رہے تھے۔ وہ اپنے خاندان کی بہبود کے لئے پیسے بچاتے تا کہ ان کے دلوں میں کچھ جگہ بنا سکیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے تمام قربانیوں کے بدلے میں انہیں جنت الفردوس عطا فرمائے۔ (آمین)"[52]

"وہ ایک اصول پسند، ہمدرد، اپنی خاندانی روایات کے حامل انسان تھے۔ اپنی نوجوانی کے ایام میں، میں ہمیشہ سوچتی تھی کہ میرے ابو دوسرے بچوں کے والدوں کی طرح کیوں نہیں ہیں؟ مجھے لگتا کہ وہ ایک سخت گیر انسان ہیں۔ لیکن اب مجھے یہ معلوم ہوتا ہے

[52] تحریر محررہ 2 مئی 2024ء

کہ یہ ہماری ثقافتی روایات کو قائم رکھنے کا ایک طریقہ تھا۔ مجھے یاد ہے کہ جب پاکستان سے کسی کی شادی کی ویڈیو آتی تو وہ ہم گھنٹوں ابو کے ساتھ بیٹھ کر دیکھتے۔ ساتھ ساتھ ابو ہمیں رشتہ داروں کا تعارف کرواتے تاکہ ہمیں ناموں کے ساتھ چہروں سے بھی شناسائی حاصل کر سکیں۔ کبھی کبھار جب پاکستان سے کوئی خطوط آتے تو وہ پڑھتے وقت مختلف خاندانی کہانیاں سناتے تاکہ ہم اپنی بے جی، پھوپھیوں، چچاؤں اور دیگر رشتہ داروں کے ساتھ رشتہ اور تعلق قائم کر سکیں۔"

"میرے والد محترم ایک بے نفس اور بے لوث انسان تھے، جو ہر وقت کسی کی بھی مدد کو تیار رہتے۔ چاہے وہ بس اسٹاپ پر کوئی محتاج بوڑھی عورت ہو یا بارش میں چلتا ہوا کوئی اجنبی جس کو لفٹ کی احتیاج ہو۔ انہیں پاکستان سے آنے والے مہمانوں کو لندن کی سیر کروانا بہت پسند تھا تاکہ مہمان وہ واپس جا کر ایک مضبوط رابطہ برقرار رکھ سکیں۔"

آپ کی جماعتی خدمات:

" والد محترم ہمیشہ جماعت احمدیہ اور اپنے خاندان کی خدمت کے لیے ہمہ وقت تیار رہتے۔ آپ گلاسگو جماعت کے پہلے صدر تھے اور واٹفورڈ میں بھی جماعت میں مختلف اہم کردار ادا کرتے رہے۔ میرے پاس آپ کے یادگار لمحوں میں آپ کا ہم بہن بھائیوں کو ہمیں جمعہ اور نماز تراویح پڑھانے مسجد فضل لے جانا یاد ہے۔ یا اسلام آباد میں منعقدہ تعلیمی کلاسوں میں ہمیشہ ہمیں ساتھ لے جاتے تاکہ ہمارا جماعت اور خلافت کے ساتھ مضبوط تعلق قائم رہے۔ عید اور پکنک کے لئے اسلام آباد لے جاتے اور جلسوں وغیرہ میں شرکت کروانے کے لئے باقاعدگی سے لے کر جاتے۔ آپ ہمیں کرسمس پر

لندن کی روشنیاں دیکھانے لے جاتے۔ الغرض آپ ہمارے جذبات کا از حد خیال رکھتے اور آپ نے ہماری زندگیوں میں کسی بھی قسم کی کمی نہ چوڑی۔"

"والد محترم کبھی کبھار رات کی بچی ہوئی روٹی کے ٹکڑے لیتے اور انہیں چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں کاٹ کر بچے ہوئے سالن کے ساتھ ملا کر "پیزا" بناتے، جو بہت مزیدار ہوتا۔ ہمیں ان کے لئے تحائف خریدنا اچھا لگتا۔ ابو کو (Fathers' Day) اور عید پر تحفے لینا بہت پسند تھا۔ اس ذریعہ سے ہم ان کو باور کرواتے کہ ہم ان سے کتنی محبت کرتے ہیں۔ میں اپنی پہلی نوکری کے ساتھ انہیں اور امی کو یورو سٹار کے ٹکٹ خرید کر دیئے۔ والد محترم ہر چیز کو پورے پلان کے ساتھ کرتے۔ آپ ہر چھوٹی سے چھوٹی بات میں بھی بھائی جان بشارت جو ان کے مشیر تھے، مشورہ کرتے۔"

محترمہ امتہ المتین صاحبہ لکھتی ہیں۔

" والد میرے لیے میرے باہمت اور شجاع ہیرو تھے۔ وہ میرے لیے میری زندگی میں چراغ امید تھے۔ وہ ایک باوفا انسان تھے، خاص طور پر جماعت ، خاندان اوراپنے دوستوں کے لیے بہت قربانی کرنے والے تھے۔ وہ عاجز اور اصول پسند تھے۔ بہت محنتی اور کام کرنے والے تھے۔ آپ نے بہت سی قربانیاں دیں، جن کی اس وقت (ہمارے بچپن میں) ہمیں اتنی قدر نہ ہوتی تھی، مگر جب ہم بڑے ہوئے تو اب جا کر ان کی ان قربانیوں، اخلاص اور وفا ہمارے لئے مشعل راہ بن گئی۔ آپ محبت کرنے والے تھے مگر آپ کی محبت روایتی طریقوں سے ہٹ کر تھی۔ وہ گھریلو کام کاج میں ہاتھ بٹاتے، یہ سب آپ کی محبت کی علامت تھی۔ اس محبت کا اظہار الفاظ نہ کر پاتے مگر عمل سے اس کا ثبوت

دیتے۔ میری دعا ہے کہ وہ جانتے ہوں کہ ہم ان سے کتنی محبت کرتے تھے۔ اللہ ان کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے، اور انہیں ان کے پیاروں سے ملاقات نصیب ہو۔"[53]

آپ جب شمالی برطانیہ سے واٹفورڈ منتقل ہوئے تو یہاں بھی جماعت کی خدمت میں پیش پیش رہے۔ آپ جماعت واٹفورڈ کے پہلے صدر جماعت بنے۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ زعیم انصاراللہ بھی رہے۔

وفات:

آپ کی وفات 26 شوال 1418ھ بمطابق 24 فروری 1997ء بروز سوموار بمقام واٹفورڈ ہوئی۔ آپ کی میت پاکستان لے جائی گئی وہاں جنازہ کے بعد آپ کو اپنے والد محترم کے عقب میں احمدیہ مسجد سے ملحق قبرستان میں دفنایا گیا۔

اہلیہ اور اولاد:

آپ کی اہلیہ محترمہ امتہ الحفیظ صاحبہ ہیں۔ جو کہ محترم الحاج امیر عالم صاحب کی سب سے چھوٹی دختر ہیں۔

1. محمد رفیع الدین ٹھکر (یوکے)
2. امتہ المتین ندیم اہلیہ ثاقب ندیم (یوکے)
3. امتہ القدیر اہلیہ انوار الحق ٹھکر (یوکے)
4. بشیر الدین ٹھکر (یوکے)

---

[53] تحریر مؤرخہ 2 مئی 2024ء

(اولاد محمد دین ٹھکر صاحب)

1. خواجہ ظہور احمد ٹھکر صاحب

آپ محمد دین ٹھکر صاحب کے سب سے بڑے صاحبزادے تھے۔ آپ کی پیدائش یکم جنوری 1932ء کی ہے۔ آپنہایت ہنس مکھ، صاف گو، کھرے اور مہمان نواز انسان تھے اور عرصہ تک جماعت کوٹلی کے سیکرٹری ضیافت بھی رہے۔ آپ کی وفات 11 نومبر 2003ء بروز منگل ہوئی۔

آپ کی اہلیہ واولاد:

آپ کی شادی محترم منشی فیروزالدین صاحب کی دختر بشریٰ ظہور صاحبہ کے ساتھ ہوئی اور آپ کی اولاد کی تفصیل یہ ہے،

1. طاہرہ الماس مرحومہ اہلیہ داؤد احمد نون صاحب۔ چونترہ ضلع راولپنڈی۔ پاکستان
2. طلعت ایوب۔ اہلیہ چوہدری محمد ایوب صاحب فرانس
3. طاہر احمد۔ ہالینڈ
4. طارق احمد۔ فرانس

5. صالحہ فخری اہلیہ چوہدری شفیق احمد ایڈووکیٹ کوٹلی آزاد کشمیر
6. رابعہ بصری۔ فرانس

بشریٰ اختر صاحبہ

آپ منشی فیروزالدین صاحب کی صاحبزادی تھیں اور خواجہ ظہور احمد صاحب کی زوجہ تھیں۔ آپ کی ولادت 1936ء کی ہے۔ آپ کی وفات 86 سال کی عمر میں 23 مئی 2022ء کو فرانس میں ہوئی۔ آپ اللہ کے فضل سے موصیہ تھیں۔ آپ کا جنازہ پاکستان لایا گیا اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں تدفین ہوئی۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کے ساتھ رحم و مغفرت کا سلوک فرمائے۔ آمین

2. ناصر احمد مسعود صاحب

ناصر احمد مسعود صاحب کی پیدائش سن 1941ء میں کوٹلی آزاد کشمیر میں ہوئی۔ آپ اپنے بہن بھائیوں میں سب سے چھوٹے تھے۔ آپ کے والد محترم کی شہادت 1947ء میں ہوئی جب آپ صرف 6 سال کے تھے۔ آپ اپنی ایک خودنوشت میں لکھتے ہیں،

"زندگی کے سفر میں انسان مختلف لوگوں سے ملتا ہے۔ اس میں ماں باپ، بہن بھائی، والدین رشتہ دار شامل سفر ہوتے اور بچھڑتے ہیں۔ کئی ہم سفر اپنی سہانی یادیں چھوڑ جاتے ہیں اور کئی کڑواہٹیں۔ مگر جوں توں یہ سفر زندگی کی آخری منزل تل پہنچ ہی جاتا ہے۔ میری زندگی کے سفر میں ابتداء ہی سے میرے والد محترم جدا ہو گئے۔ وہ پیارا وجود میری مختصر اور چھوٹی سی عمر میں مجھے موہوم سی یاد دے کر چلا گیا۔ مگر جو سکھ اور زندگی کا آرام اور آسائش وہ ہمیں دے سکا، دے گیا۔ اللہ تعالیٰ ہی اسے نیک اعمال کا وافر اجر ان کی مغفرت کے لئے قبول فرمائے۔ آمین۔ میری پیاری ماں میری زندگی کے ساتھ سایہ کی طرح رہیں۔ اور کبھی اگر ماں بیٹا جدا بھی ہوئے تو ان کا محبت بھرا سایہ ان کی شبانہ روز دعائیں، محبت میں ڈوبے پیارے پیارے کلمات میرے ساتھ رہے۔ اور کبھی اگر سفر کی تھکن اور پُر آشوب راہیں میرے پاؤں میں لغزش لائیں تو ماں کا پیارا وجود سامنے آکر "نہ بچہ نہ" ہمت بندھاتا چلا گیا۔ وہ وجود کیا تھا؟ ایک نور ایک ماں جو نیم شبی دعاؤں سے خدا تعالیٰ سے ہمارے سکھ مانگ کے لاتا رہا۔۔ اپنی والدہ، اپنی پیاری سی "بے جی" جو میری زندگی کا رنگین ہم سفر تھیں، 28 اگست کو 1989ء کو مجھے اس دنیا میں اکیلے چھوڑ کر چلی گئیں۔

مگر ان کی جمع پونجی دعاؤں کی صورت میں میری زندگی کو "امر" بنا رہی ہے۔"[54]

آپ کا جرمنی تشریف لے جانا:

آپ کی دوسری اہلیہ محترمہ امتہ الحفیظ صاحبہ از قادیان لکھتی ہیں:۔

"1974ء کے فسادات میں تجارت ختم ہونے پر حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کی

ہدایت پر آپ جرمنی ہجرت کر گئے۔ جہاں آپ کو حضور کی دعاؤں سے معجزانہ طور پر سرکاری نوکری مل گئی۔"[55]

آپ کی جماعتی خدمات:

آپ کی دوسری اہلیہ محترمہ امتہ الحفیظ صاحبہ از قادیان لکھتی ہیں:۔

" آپ کو کچھ عرصہ (2004ء) تک گروس گراؤ جرمنی کے ریجنل امیر کے طور پر خدمت کی بھی توفیق ملی۔ آپ بتایا کرتے تھے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ میٹرک کے بعد وقف عارضی کے لئے ہماری جماعت کوٹلی آزاد کشمیر تشریف لائے تھے۔◆ تب ہم نے حضور انور کو دعوت پر مدعو کرنا چاہا تو حضور انور نے فرمایا، 'وقف

---

[54] ڈائری کا یہ ایک ورق ناصر احمد مسعود صاحب کی دوسری بیگم محترمہ امتہ الحفیظ صاحبہ از قادیان سے حاصل کیا گیا۔

[55] روزنامہ الفضل آنلائن لندن۔22اپریل2022ء

◆ خاکسار راقم الحروف کی ملاقات حضور انور ایدہ اللہ کے ساتھ سن 2008ء میں ابوجہ نائیجیریا میں ہوئی۔ حضور نے اپنی وقف عارضی کے متعلق تفصیل بیان فرمائی اور فرمایا، 'میں 1965ء میں کوٹلی وقف عارضی پر گیا تھا۔ دوپہر کو میں ایک جگہ

عارضی ختم ہونے تک میں اپنا کھانا خود پکاؤں گا۔' خلافت پر متمکن ہونے اس واقعہ کا ذکر کرنے پر حضور انور نے فرمایا،'ہاں مجھے یاد ہے'۔"[56]

آپ کے دیگر اوصاف کے بارہ میں لکھتی ہیں،

"ناصر مسعود صاحب پنجوقتہ نماز مسجد میں جاکر ادا کرنے کے عادی تھے۔ تہجد کے پابند اور قرآن کریم کی باقاعدہ تلاوت کرتے تھے۔ چندہ جات میں بہت باقاعدہ اور خوش دلی سے ادا کرتے تھے۔ آنحضرت ﷺ، حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور تمام خلفائے کرام سے دلی محبت رکھتے تھے اور اپنے نام کے ساتھ ساتھ ان سب کے نام کے چندے ادا کیا کرتے تھے۔بہت محنتی انسان تھے۔جماعت کے عہدے دار کہیں بھی نظر آجائے تو احتراماً کھڑے ہو جاتے اور کہتے یہ خلیفہ وقت کے نمائندے ہیں۔ اللہ تعالیٰ پر کامل توکل تھا۔ مرحوم کا دینی علم بہت وسیع تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب اور احادیث کی کتب کا مطالعہ کرتے رہتے۔ آپ نے گھر میں بھی ایک لائبریری بنائی ہوئی تھی۔بیواؤں مسکینوں کی مدد کیا

جہاں ایک چشمہ (حضور کا اشارہ منڈی ناڑہ والے چشمہ کی طرف تھا) تھا پانی کا بڑا سا دہانا تھا وہاں چلا جاتا تھا۔ کیا اب بھی وہاں وہ چشمہ جاری ہے؟' میں نے عرض کی، جی حضور! اس پر حضور نے حیرت کا اظہار فرمایا۔

[56] روزنامہ الفضل آنلائن لندن۔22اپریل2022ء

کرتے تھے۔ خلیفہ وقت سے دلی محبت تھی۔ مرحوم بہت سے اوصاف حمیدہ کے مالک تھے۔اصول پسند، محبت کرنے والے مہمان نواز تھے۔"[57]

سفر عمرہ:

آپ اپنی خودنوشت ڈائری میں لکھتے ہیں۔

"مجھے اللہ تعالیٰ نے تین بار عمرہ کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ آخری عمرہ 2006ء میں کیا،"[58]

اولاد:

آپ کی پہلی شادی محترمہ ذکیہ طاہرہ صاحبہ بنت غازی محمد عمر صاحب ہوئی جن میں سے آپ کی دو بیٹیاں اور تین بیٹے ہوئے۔

1. فاتح احمد مسعود (راولپنڈی۔ پاکستان)
2. منیبہ عابد صاحبہ (یوکے)
3. مسعودہ نیر صاحبہ (یوکے)
4. مسعود احمد ناصر (جرمنی)
5. احمد سعید (جرمنی)

---

[57] روزنامہ الفضل آنلائن لندن۔22اپریل2022ء

[58] خودنوشت بصورت ڈائری

آپ 2006ء میں جرمنی سے قادیان ہجرت کر گئے کچھ عرصہ بعد وہاں آپ نے دوسری شادی محترمہ امتہ الحفیظ صاحبہ بنت محمد ابراہیم خان مرحوم کے ساتھ کی۔ آپ کی دوسری شادی سے آپ کے ہاں ایک بیٹی پیدا ہوئی۔

1. عائشہ نصرت جہاں (قادیان۔انڈیا)

وفات:

آپ کی وفات 3 جنوری 2022ء میں قادیان میں ہوئی۔ آپ اللہ کے فضل سے موصی تھے جنازہ کے بعد آپ کی تدفین بہشتی مقبرہ قادیان میں کی گئی۔

فصل سوّم

جماعت احمدیہ میں ٹھکر خاندان کی تیسری نسل

(اولاد غازی محمد عمر صاحب)

میاں احسان الحق ٹھکر صاحب

آپ کی پیدائش 2 فروری 1947ء میں ہوئی۔ آپ اپنے بہن بھائیوں میں سب سے بڑے تھے، بلکہ آپ ٹھکر خاندان کی اس نسل کے سب سے پہلے بچے تھے۔ مجھے میری

دادی امی نے ایک بار بتایا کہ جب آپ پیدا ہوئے تو آپ کے دادا الحاج امیر عالم صاحب نے آپ کی پیدائش کے موقع پر کوٹلی میں چینی بانٹی۔ آپ کی تعلیم ایف۔اے تھی۔ آپ نے ڈسپنسر کا کورس کیا اور اسی پیشہ کو آپ نے اپنی آئندہ زندگی میں اپنایا۔

آپ کی صاحبزادی امتہ القیوم صاحبہ آپ کے اوصاف کے بارہ میں لکھتی ہیں:۔

"بچوں کی تربیت میں ماں اور باپ دونوں کی اہمیت کو کسی ترازو میں تولا نہیں جا سکتا۔ آج مجھے موقع ملا کہ میں اپنے والد کے بارہ میں کچھ لکھوں تو سمجھ نہیں آ رہا کہ کہاں سے شروع کروں۔ وہ ایک ذمہ دار بیٹے، بہترین شوہر، شفیق باپ، محبت کرنے والے بھائی اور

درد مند انسان تھے۔ چھوٹی عمر میں ہی ذمہ داریوں کا بوجھ آپ کے کندھے پر آ گیا تھا۔ کیونکہ آپ کے والد یعنی میرے دادا حصول روزگار کے لئے ملک سے باہر چلے گئے۔ ماں اور چھوٹے بہن بھائیوں کی ذمہ داری آپ پر آ گئی۔ اسی وجہ سے آپ زیادہ تعلیم نہ حاصل کر سکے مگر جو سیکھا، بہترین سیکھا۔ چھوٹی عمر میں ہی چچا کے میڈیکل سٹور پر ان کے ساتھ بیٹھنا شروع کر دیا۔ پھر کچھ عرصہ بعد اپنی ایک کرایہ پر دکان لیکر اس کو میڈیکل سٹور کی شکل دے دی۔ اس کے ساتھ ساتھ چھوٹے بھائیوں کو بھی ملک سے باہر بھیج دیا۔ گھر میں ان کی روٹین یہ تھی کہ صبح فجر کے وقت اٹھ جاتے نماز پڑھتے ہم سب کو نماز کے لئے جگاتے اگر کوئی نہ جاگتا تو ویسے بھی (سورۃ رحمٰن کی تلاوت اونچی آواز میں ریڈیو پر لگا دیتے) جاگ جاتا۔ یا کبھی سورۃ یٰسین لگا دیتے۔"[59]

احسان میڈیکل سٹور ایک مرکز خدمت:

تایا ابو (میاں احسان الحق ٹھکر صاحب) کی دکان اس وقت ایک بہت بڑا تو نہیں مگر ایک مشہور میڈیکل سٹور تھا اس کی شہرت تایا ابو کی ملنساری، خدمت اور ہر دلعزیز ہونا تھا۔ مجھے یاد ہے پرائمری سکول میں مجھے ایک بار ماسٹر امام الدین صاحب نے کہا، "احسان کو کہنا کہ کھانسی کا شربت بھیجے، سخت کھانسی لگی ہوئی ہے" تایا ابو کی دکان میرے سکول اور گھر کے درمیان تھی تو گھر جانے سے پہلے میں نے تایا ابو کو ماسٹر صاحب کا پیغام دیا۔ تایا ابو نے کہا، کہ کل سکول جانے سے پہلے دوا لے جانا۔

[59] خط محررہ 4 مئی 2024ء

اگلے روز میں نے دوالی اور ماسٹر صاحب کو دے دی میرے خیال میں تھا کہ ماسٹر صاحب ابھی قیمت کا پوچھیں گے تو میں نے تو تایا ابو سے قیمت کا پوچھا ہی نہیں۔ اس دوا کی قیمت نہ ہی ماسٹر صاحب نے پوچھی اور نہ ہی تایا ابو نے بتائی۔ یہ ایک چھوٹا سا واقعہ ہے جس سے آپ کی خدمت انسانیت اور لوگوں کی ہمدردی نظر آتی ہے۔

آپ کی صاحبزادی امتہ القیوم صاحبہ لکھتی ہیں:۔

" میڈیکل سٹور ہونے کی وجہ سے آپ اپنے محلہ داروں میں دوائی یا ٹیکہ وغیرہ بغیر پیسے لئے دے دیتے۔ اس وجہ سے آپ لوگوں میں ڈاکٹر احسان کے نام سے مشہور ہو گئے۔"[60]

جماعتی خدمات:

آپ نے جماعت کی خدمت بھی بہت کم عمری میں شروع کر دی۔ آپ خدام الاحمدیہ مجلس کوٹلی کے قائد مجلس بھی رہے۔ پھر آپ قائد ضلع کوٹلی بنے اور بہت کامیاب قائد ضلع تھے۔

1974ء میں جب جماعت کا بائیکاٹ کیا گیا، تو آپ کے میڈیکل سٹور پر بھی بائیکاٹ کا بورڈ لگایا گیا۔

---

[60] خط محررہ 4 مئی 2024ء

مگر اس کے باوجود بھی لوگوں نے آپ کی ہمدردی خلق اور اعلیٰ اوصاف کے مالک ہونے کی وجہ سے خرید و فروخت نہ چھوڑی۔

پھر جب مجلس انصاراللہ میں شامل ہوئے تو آپ پھر زعیم انصاراللہ بھی رہے۔ آپ ایک لمبے عرصہ تک سیکریٹری اصلاح و ارشاد بھی رہے۔

مکرم میاں احسان الحق صاحب محترم محمود احمد بنگالی صاحب کے ہمراہ

آپ جلسہ سالانہ ربوہ اور اجتماع خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے موقع پر جو خدام و اطفال پیسوں کی کمی وجہ سے نہ سکتے تھے ان کی مالی امداد کرتے اور ان کو ساتھ لے کر جاتے۔

آپ نے میڈیکل سٹور کے ساتھ ساتھ کوٹلی کے پہلے ٹینٹ سروس شروع کی۔ جماعتی پروگرامز میں اور کم حیثیت لوگوں کی شادی بیاہ پر مفت خدمات دیتے۔ میں نے اپنے بچپن میں دیکھا آپ کوٹلی کی جماعت کے چند ایک سرکردہ لوگوں میں شامل تھے۔ مجھے یاد ہے کہ محترم ڈاکٹر محمد بشیر صاحب (سابق امیر جماعت ہائے احمدیہ ضلع کوٹلی آزاد کشمیر) جب بھی جمعہ کے بعد کسی کمیٹی کا اعلان کرتے اس میں ایک نام "میاں احسان الحق" بھی ہوتا تھا۔

جب پاکستان میں اضلاع کے متبادل جلسہ سالانہ کا آغاز ہوا تو آپ کئی مرتبہ جلسہ سالانہ کے ناظم اعلیٰ رہے۔ میں نے خود دیکھا کہ آپ جلسہ کے موقع پر بارش اور سخت سردی

میں گھنٹوں کھڑے ہو کر لنگر کے لئے دیگوں کے پکنے کی نگرانی کرتے۔ آپ کی آخری بیماری کا آغاز بھی جلسہ پر انتھک کام کرنے کے بعد ہی ہوا۔

آپ کی مہمان نوازی اور جماعتی خدمت کے بارہ میں آپ کی بیگم (اور میری خالہ) محترمہ بشریٰ احسان صاحبہ نے مجھے بتایا کہ

"مہمان نوازی میں آپ کا کوئی ثانی نہیں تھا۔ جو بھی گھر آتا آپ کی کوشش ہوتی کہ اس کی بہترین مہمان نوازی کی جائے۔ آپ کچھ عرصہ کوٹلی (ضلع) کے قائد بھی رہے۔ ربوہ سے جو بھی مہمان دورے پر کوٹلی آتا اس کی رہائش کا انتظام کرتے، کھانا گھر میں بنواتے اور گھر بلا کر ان کی عزت افزائی کرتے۔"[61]

آپ کی وفات 8 جنوری 1997ء میں ہوئی۔

آپ کی وفات پر ہماری برادری ہی کے ایک غیر احمدی دوست محترم خالد کشمیری صاحب نے ایک نظم لکھی، وہ یہاں درج کی جاتی ہے۔

گھر کے لئے وہ تھا، ایک سائبان

شرافت کا مجسمہ تھا ڈاکٹر احسان

خاموش طبع اور تھا ذہین وفطین

تھا مقصد حیات، بس خدمت انسان

اس نے ابھی سجانا تھا، یہ گلشن حیات

---

[61] انٹرویو مؤرخہ 4 مئی 2024ء بمقام واٹفورڈ لنڈن

افسوس کہ مر گیا جلد ہی جوان

وہ تو چلا گیا ہے راہ زیست سے

محروم لیکن ہو گیا ہے اس کا خیابان

آئے جہاں میں لاکھوں اور یہاں سے گزر گئے

کر لو کوئی آخرت کا یار و سامان

اہلیہ:

آپ کی شادی آپ کی چچا زاد محترمہ بشریٰ احسان صاحبہ بنت غازی محمد امین صاحب مرحوم ہوئی۔ شادی کے ایام ہی میں آپ کے والد گرامی اس دنیا سے رخصت ہوئے۔

اولاد:

1. عطیۃ النور مرحومہ اہلیہ راجہ طاہر غنی صاحب
2. انوار الحق ٹھکر (یوکے)
3. امتہ القیوم اہلیہ ندیم احمد کھوکھر (یوکے)
4. نورالحق ٹھکر (یوکے)

محترم میاں احسان الحق صاحب اپنی شادی خانہ آبادی کے روز،
آپ کے ساتھ محترم خواجہ عبدالباسط ایڈووکیٹ صاحب کھڑے ہیں

راقم الحروف، عبدالعظیم احمد، میاں احسان الحق صاحب، انوارالحق ٹھکر
(عقب میں) حبیب الرحمٰن ٹھکر صاحب، نورالحق ٹھکر صاحب

مبارک احمد ٹھکر صاحب

پیدائش و ابتدائی ایام:

آپ محترم غازی محمد عمر صاحب اور زبیدہ بیگم صاحبہ کے ہاں 5 ستمبر 1953 ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کم عمری میں ہی اپنے بھائی بشارت احمد صاحب کے ساتھ اپنے والد گرامی کے پاس یوکے آ گئے، یہاں کچھ عرصہ تعلیم جاری رکھ کر مختلف جگہوں پر ملازمت اختیار کی۔

آپ کے بیٹے سلطان احمد صاحب اپنے والد کو کچھ ان الفاظ میں یاد کرتے ہیں،

"آپ کی یادوں میں سب سے اوّل بات میرے لئے یہ ہے کہ آپ ہمیشہ اپنے بچوں کو حوصلہ دیتا ہے۔ جن میں میں اور میری بہنیں شامل ہیں۔ آپ کو لیورپول فٹبال کلب سے بہت انسیت تھی۔ وہ ہمیشہ گھر میں میرے ساتھ اور اپنے دوستوں کے ساتھ کھیلوں کے بارے میں بات کیا کرتے تھے۔ مجھے کھیلوں سے محبت اپنے والد کے ورثہ میں ملی۔ انہوں نے ہمیں بہت محنت سے پالا پوسا۔ ہمیشہ کمزور اور لاچار لوگوں کی مدد کرنا

آپ کا بڑا خاص ساتھا۔ آپ کی طبیعت بہت صابر تھی میں نے آپ کو کوئی شکوہ شکایت کرتے نہیں دیکھا۔"[62]

آپ کی بیٹی رضوانہ حق صاحبہ اپنے والد محترم کے بارہ میں لکھتی ہیں:۔

مبارک احمد صاحب اپنے والد محترم کے ہمراہ

"میرے والد برطانیہ میں اپنے بڑے بھائی کے ساتھ 10 سال کی عمر میں آئے تھے۔ پانچ بچوں کے والد کی حیثیت سے، انہوں نے سب سے چھوٹی بیٹی کو باقی سب سے زیادہ لاڈ پیار دیا کیونکہ وہ سب سے چھوٹی تھی۔ وہ ایک ایماندار، حیرت انگیز، قابل اعتماد، اور عاجز شخص تھے جو ہر کسی کو اپنا وقت دیتے تھے۔ وہ بے مثال تھے۔ عید کے روز وہ سب سے پہلے ہمیں عید مبارک کہتے تھے اور ہمیں عیدی دیتے تھے، آپ کی یہ عادت ہماری شادیوں کے بعد بھی جاری رہی۔ وہ روزانہ کام سے جلدی فارغ ہو کر ہمیں اسکول یا کام سے لینے آتے تھے، اس میں ان سے کبھی چوک نہ ہوتی۔ انہیں اپنے پوتے پوتیوں سے بے حد محبت تھی، آپ کی زندگی میں صرف عرفان اور اعزاز (آپ کے نواسے) ہی پیدا ہوئے تھے۔ وہ اپنے تمام نواسے نواسیوں کو بڑا ہوتا نہیں دیکھ سکے۔ والد محترم نے بطور ٹیکسی ڈرائیور کام کیا۔ ہر ہفتے کے آخر میں وہ ہمیں گھومنے کے لیے لے جاتے تھے، جیسے

---

[62] پیغام محررہ 21 مئی 2024ء

کہ لیگلو لینڈ یا جب پہلی بار ملینیم ڈوم کھلا تو ہم سب وہاں گئے تھے۔ ابو کی وفات کو 17 سال کا عرصہ گزر گیا مگر مجھے لگتا ہے کہ جیسے یہ کل کی بات ہو۔"[63]

اہلیہ اور اولاد:

آپ کی اہلیہ محترمہ طاہرہ مبارک صاحبہ ہیں، آپ محمد ریاض ٹھکر صاحب اور امتہ السلام صاحبہ کی سب سے بڑی بیٹی ہیں۔ آپ کے ہاں ایک بیٹا اور چار بیٹیاں پیدا ہوئیں جن کی تفصیل یہ ہے،

1. سلطان احمد (یوکے)
2. صباحت حق اہلیہ انوار الحق ٹھکر (یوکے)
3. رضوانہ حق اہلیہ نور الحق ٹھکر (یوکے)
4. رشدیٰ احمد (یوکے)
5. عائشہ احمد (یوکے)

وفات:

آپ کی وفات 25 جون 2006ء بروز اتوار بمقام واٹفورڈ یوکے ہوئی ۔ آپ کا جنازہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے 28 جون 2006ء بروز بدھ پڑھایا۔ آپ کی تدفین کوٹلی آزاد کشمیر میں مسجد احمدیہ کوٹلی سے ملحق ٹھکر خاندان کے آبائی قبرستان میں اپنے والدین کے قدموں میں ہوئی۔

[63] پیغام محررہ 25 مئی 2024ء

فرحت سلطانہ خان صاحبہ

پیدائش وابتدائی ایام:

آپ محترم غازی محمد عمر صاحب اور زبیدہ بیگم صاحبہ کی صاحبزادی تھیں۔ اور سردار ممتاز احمد خان صاحب کی زوجہ تھیں۔ آپ کی پیدائش 10 فروری 1958 ء کی ہے۔

آپ کے اوصاف:

آپ ہر لعزیز خاتون تھیں اور نہایت سادہ طبیعت کی مالک تھیں۔ آپ کے خاوند محترم پلندری کے معروف احمدی خانوادے سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ اپنوں اور غیروں سے ہمدردی رکھنے والی خاتون تھیں۔ بچوں سے اتنی شفقت سے پیش آتیں کہ بچے ان کو اپنا دوست سمجھتے۔ بہت پیار کرنے والی اور اپنے بچوں کے لئے ٹھنڈا سایہ تھیں۔ اللہ تعالیٰ آپ سے رحم ومغفرت کا سلوک کرے اور درجات بلند کرے۔ آمین

اولاد:

آپ کی شادی پلندری کے ایک معزز اور مخلص خاندان میں محترم سردار ممتاز خان صاحب کے ساتھ ہوئی۔ آپ کا ایک بیٹا اور تین بیٹیاں ہیں:۔

1. شعیب احمد (کینیڈا)
2. سدرہ راشد اہلیہ سردار راشد نعیم (کینیڈا)
3. درّثمین کامران اہلیہ سردار کامران امتیاز (کینیڈا)

4. نعیمہ فرحان اہلیہ فرحان مظہر (کینیڈا)

وفات:

آپ کی وفات 12 جنوری 2023ء بروز بمقام کینیڈا ہوئی اور آپ کی تدفین کینیڈا میں احمدیہ قبرستان میں ہوئی۔

(اولاد غازی محمد امین صاحب)

فضل الرحمن ٹھکر صاحب

پیدائش و ایام جوانی:

آپ محترم غازی محمد امین صاحب اور انشاء فاطمہ صاحبہ کے ہاں 1948ء میں پیدا ہوئے۔ آپ میرے حقیقی ماموں تھے۔ ہم، آپ کے بھانجے بھانجیاں آپ کو 'چندا ماموں' کہا کرتے تھے۔ آپ کے ایام جوانی میں ہی آپ کے والد محترم کا سایہ آپ کے سر سے اٹھ گیا، پھر آپ پر اپنی محترم والدہ اور اپنے چھوٹے بہن بھائیوں کی ذمہ داری آپڑی۔ آپ اپنے بہن بھائیوں کے لئے صرف بڑے بھائی ہی نہیں تھے بلکہ باپ کی طرح شفقت کرنے والا وجود تھے۔ نہایت صاف باطن کے ساتھ اور محبت کرنے والے تھے۔

فضل الرحمن صاحب، امیر قیصر داؤد صاحب اور ثاقب ندیم صاحب

آپ کے ناروے اور انگلستان کی طرف سفر:

آپ حصول رزق کے لئے سن ستّر کی دہائی میں ناروے تشریف لے گئے اس کے بعد انگلستان بھی کچھ عرصہ رہے، پھر واپس پاکستان آگئے اور رزق حلال کے حصول کی خاطر مختلف کام کئے۔

آپ کے اوصاف:

آپ جماعت کے ساتھ بہت اخلاص و وفا کا تعلق رکھتے تھے۔ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے خلفاء کے ساتھ بہت عقیدت رکھتے تھے۔ میں نے آپ کو کئی بار نماز میں آہ و زاری کرتے دیکھا۔ بہت الحاح سے دعائیں کرتے تھے۔ حتیٰ المقدور قربانی کرتے۔ جن دنوں میں راولپنڈی میں جماعت کی مخالفت عروج پر تھی ان دنوں آپ کئی کئی روز تک مسجد بیت النور میں حفاظتی ڈیوٹیز دیا کرتے تھے۔

ہر بڑے کی عزت اور ہر چھوٹے سے محبت و پیار کا تعلق رکھتے تھے۔ آپ نوّے کی دہائی میں انگلستان مقیم ہوئے اور پھر تادم وفات وہیں رہے۔ آپ نے اپنی وفات سے چند روز پہلے اپنا سارا چندا ادا کیا۔

وفات و تدفین:

آپ کی وفات لوٹن، انگلستان میں ہوئی اور آپ کا جنازہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 23 مارچ 2005ء کو ادا کی۔ آپ کی میت پاکستان لے جائی گئی۔ آپ کی تدفین احمدیہ مسجد کے ساتھ ملحق ٹھکر خاندان کے آبائی قبرستان میں عمل میں لائی گئی۔ آپ کی زوجہ محترمہ ریحانہ پروین صاحبہ بنت غازی محمد عمر صاحب ہیں۔ آپ کی اولاد نہیں ہے۔ آپ لوٹن، انگلستان میں ہی مقیم ہیں۔

عطاء الرحمن ٹھکر صاحب

پیدائش:

آپ محترم غازی محمد امین صاحب اور انشاء فاطمہ صاحبہ کے ہاں 1956ء میں پیدا ہوئے۔ جب آپ کے محترم دادا الحاج امیر عالم صاحب مع زوجہ محترمہ حج کے لئے مکہ مکرمہ میں مقیم تھے تو ان کو بذریعہ خواب یہ خبر ملی کہ 'محمد امین کے گھر لڑکا تولد ہوا' (یہ الفاظ الحاج امیر علم صاحب نے اپنی ڈائری میں لکھے) جب حاجی صاحب سفر حج سے واپس آئے تو اس خواب کی قبولیت اپنی آنکھوں سے دیکھی۔

آپ کے ایام جوانی اور سفر کویت:

آپ میرے حقیقی ماموں تھے۔ ہم، آپ کے بھانجے بھانجیاں آپ کو 'تارے ماموں' کہا کرتے تھے۔ مڈل کلاس اور لوئر مڈل کلاس گھروں کے بچے بچپن ہی میں ذمہ داری کے بوجھ سے بڑے ہو جاتے ہیں۔ میرے تارے ماموں کی مثال بھی کچھ ایسی ہی تھی۔ آپنہایت ذمہ دار بیٹے اور بھائی تھے۔ آپ حصول رزق کے لئے سن ستّر کی دہائی میں کویت گئے، جہاں آپ تادم وفات رہے۔

آپ کے اوصاف:

آپ جب بھی پاکستان آتے تو آپ سرپرائز وزٹ کرتے، یعنی گھر والوں کو آپ کے آنے کا کوئی علم نہ ہوتا۔ آپ کا جماعت کے ساتھ بہت اخلاص و وفا کا تعلق تھا۔ مجھے یاد ہے ہم

گرمیوں کی چھٹیوں میں اپنے ننھیال راولپنڈی گئے ہوئے تھے تو جلسہ سالانہ یوکے کے

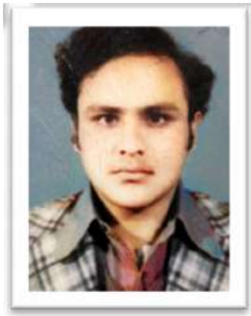

ایام میں سب احمدی مسجد بیت النور میں جلسہ کی کاروائی دیکھے جاتے تھے۔ وہاں ہم بھی تارے ماموں کے ساتھ (ان دنوں ماموں پاکستان آئے ہوئے تھے) گئے ۔ان دنوں جلسہ کے ایک دن حضور حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ) کا کوئی منظوم کلام جلسہ کی کاروائی میں پڑھا جاتا تھا۔ اس سال حضور کا وہ معرکۃ الآراء کلام جو آپ نے آنحضرت ﷺ کی شان میں لکھا

اک رات مفاسد کی وہ تیرہ و تار آئی

پڑھی گئی۔ ماموں ہمارے سارے بیٹھے تھے اور آپ کی آنکھیں فرط جذبات سے امڈ آئیں تھیں۔ جب گھر واپس گئے تو راستے میں کہنے لگے یہ نعت اتنی خوبصورت ہے کہ کیا بتاؤں۔اس کی کیسٹ کہیں سے ملے تو میں وہ کویت لے جاؤں اور اکیلے میں سنا کروں۔

ایک بار ہم بڑی عید پر راولپنڈی اپنی نانی امی کے گھر میں تھے، تو عید سے پہلے ہم بھانجے بھانجیوں نے نانی امی سے ضد لگائی کہ قربانی کے لئے جانور خریدیں۔ ہم نے بہت ضد کی تو نانی امی نے ماموں سے اکیلے میں کہا کہ 'جاؤ کچھ لے آؤ' دیکھتے ہی دیکھتے تارے ماموں سفید رنگ دو موٹے تازے چھترے لے آئے۔ ہماری عید روز عید سے پہلے ہی ہو گئی!!

میری خالہ محترمہ نیّر افشاں صاحبہ نے بتایا کہ ایک بار ہمارے پنڈی میں ہماری برادری کے ایک (غیر احمدی) عزیز فوت ہوئے۔ اگلے دن بھائی کی کویت کے لئے فلائیٹ تھی۔ بھائی نے یہ بھول کر کہ ان کی فلائیٹ اگلنے دن ہے اور جانے کی تیاری کرنی ہے ان

صاحب کی تجہیز و تکفین کے انتظامات میں لگ پڑے۔ امی نے کہا کہ تم تیاری کر لو، اس پر امی سے کہا، 'امی ان کا کوئی بیٹا نہیں ہے تو میں اس لئے یہ سب کر رہا ہوں کہ یہ کام بیٹوں کے کرنے کے ہوتے ہیں!

وفات و تدفین:

آپ اپنی وفات سے کچھ عرصہ پہلے پاکستان آئے اور جب واپس کویت گئے تو اس کے چند دنوں بعد آپ کی وہیں وفات ہو گئی۔ آپ کی وفات صرف 37 سال کی عمر میں 19 اگست 1993ء میں کویت میں ہوئی۔ آپ کا جسد خاکی پاکستان لایا گیا جہاں آپ کی تدفین مورخہ 24 اگست 1993ء احمدیہ مسجد کے ساتھ ملحق ٹھکر خاندان کے آبائی قبرستان میں اپنے بزرگ والدین کے قدموں میں عمل میں لائی گئی۔

آپ کی زوجہ اور اولاد:

آپ کی زوجہ محترمہ عشرت رحمن صاحبہ بنت محمد ریاض ٹھکر صاحب تھیں۔ آپ کی وفات کے بعد محترمہ کی شادی آپ کے برادر اصغر حبیب الرحمن صاحب کے ساتھ ہو گئی۔ آپ کی دو بیٹیاں ہیں،

1. عافیہ وقاص صاحبہ اہلیہ وقاص احمد صاحب جرمنی
2. عاتکہ عرفان صاحبہ اہلیہ عرفان الحق ٹھکر صاحب مربی سلسلہ فرانس

محترمہ نیلم سلطانہ صاحبہ

پیدائش وابتدائی تعلیم:

آپ کی پیدائش 1959ء میں غازی محمد امین صاحب اور محترمہ انشاء فاطمہ صاحبہ کے ہاں ہوئی۔ آپ کی ابتدائی تعلیم راولپنڈی میں ہی ہوئی۔

آپ کے اوصاف:

میں اپنی امی کے بارہ میں اکثر لکھتا ہوں مگر کبھی بھی تسلی نہیں ہوتی۔ میری تحریر پڑھ کر اکثر لوگ مجھ سے کہتے ہیں کہ ایسا لگ رہا تھا جیسے کسی نے ہمارے جذبات بیان کر دیئے۔ ابھی جب اس کتاب میں امی کے بارہ میں لکھنا شروع کیا تو سوچا وہ سارے جذبات جو میرے اندر پل رہے ہیں شائد وہ ہر اس بچہ کے جذبات ہیں جس سے اس کی ماں یا باپ بچھڑا ہے۔ماں باپ، ماں باپ ہوتے ہیں یہ بوڑھے یا جوان نہیں ہوتے یعنی یہ نہیں کہا جا سکتا کہ جوان ماں یا باپ کے جدا ہونے پر زیادہ دکھ ہوتا ہے یا بوڑھے ماں باپ کے جدا ہونے پر کم۔ مجھے یاد ہے جب ہمارے دادا ابو فوت ہوئے تو ہمارے خاندان میں سے کسی نے امی کے سامنے کہہ دیا. "باجی چلو سانبھنڑ گئے" یعنی بیمار تھے تو اچھا ہوا فوت ہو گئے اللہ نے مزید محتاجی سے بچا لیا اور خود سنبھال لیا! میری امی فورا بولیں۔ نہیں ایسے نہ کہو ماں باپ ماں باپ ہوتے ہیں چاہے سو سال کے ہو کے فوت ہوں۔

امی کے بارہ میں میں نے ماہم سے کہا کہ وہ لکھے! مگر سوچا کہ جب سب کے والدین کے بارہ میں لکھ رہا ہوں تو اپنی ماں کے بارہ میں نہ لکھوں تو زیادتی ہو گی! اب سوچتا ہوں کہ

کون سے باغوں میں جاؤں جہاں سے دیدہ زیب پھول چنوں جن سے امی کی یادوں کا گلدستہ بناؤں، کن سیپیوں کا کلیجہ چیروں اور ان میں سے موتی نکالوں اور امی کی یادوں سے تشبیہ دوں! کون سے الفاظ اور تراکیب جوڑوں جن سے ان یادوں، ان باتوں کو بیان کے پہناوے پہناؤں! کون سے استعارے منتخب کروں جن سے ماں کا مقام اور اس کی یادوں کا سمندر کوزے میں بند کروں۔ کون سے رنگ ڈھونڈوں جن سے ان رنگ رنگیلی یادوں کو بیان کروں !

رسالت مآب ﷺ نے ایک بار فرمایا کہ لوگو اللہ کے پاس سو حصے رحمت کے تھے۔ جن میں سے ننانوے حصے اس نے اپنے پاس رکھے اور صرف ایک حصہ دنیا میں اتارا۔ وہ وہی حصہ ہے جس کی بدولت تم آپس میں ایکدوسرے کے ساتھ محبت، اخلاص، پیار اور اتفاق واتحاد، یگانگت و مصالحت کے ساتھ پیش آتے ہو۔ اسی حصہ کے طفیل ماں بلکہ دنیا جہان کی مائیں اپنے بچوں سے بے لوث محبت کرتی ہیں۔ خواہ انسانوں کی مائیں ہوں یا دیگر جانداروں کی۔ شیرنی جن دانتوں سے اپنے شکار کو کھاتی ہے انہی دانتوں سے جب اپنے بچے کو اٹھاتی ہے تو اس ننھے منے بچے کو خراش تک نہیں لگنے دیتی۔ اسی طرح ریچھ جب پنجوں سے اپنے دشمن پر وار کرتا ہے اور اس کو کاری زخم دیتا ہے انہی پنجوں سے جب وہ اپنے بچوں کے ساتھ کھیلتا ہے تو وہی پنجے محبت وشفقت کا استعارہ بن جاتے ہیں۔ عقاب جن ناخنوں کے ساتھ اپنے شکار کو دبوچتا ہے انہی کے ساتھ اپنے بچوں کو لقمہ لقمہ کھلاتا ہے۔

غرضیکہ ہر ماں کے سینے میں اپنے بچے کے لئے ایک جیسا دل دھڑکتا ہے۔ ایک جیسے

جذبات ہوتے ہیں۔ایک جیسے احساسات ہوتے ہیں۔ماں میں اور دوسرے رشتوں میں احساس اور جذبہ ہی کا تو فرق ہوتا ہے۔وہ جانتی ہے کہ اس کے بچہ کو کب اور کیا چاہیئے، اس کے بچہ کو کیا پسند ہے اور کیا ناپسند۔ میری امی بھی ایک آئیڈیل ماں تھیں، میری "سُپر ہیرو"۔مجھے یاد ہے جب تحصیل علم کے لئے اپنے شہر کوٹلی آزاد کشمیر سے ربوہ گیا۔جب پہلی بار واپس چھٹیوں میں گھر آیا۔ سردیوں کے دن تھے اور شام چار بجے کا وقت۔گھر داخل ہونے کے لئے دروازہ کھولا تو امی کچن سے بھاگتی ہوئی دروازہ پر مجھے ملنے آئیں۔آٹا گوندھ رہی تھیں ہاتھ آٹے سے بھرے ہوئے تھے۔میں نے بعد میں پوچھا امی آپ کو کیسے پتا چلا کے دروازہ پر میں تھا؟ بولیں مجھے پتا ہے کہ جب تو دروازہ کھولتا ہے تو دروازہ کی آواز کیسی ہوتی ہے!!! میں اپنی ماں کی آنکھوں میں جھانکنے لگا کہ ماں کا جو مطلب مجھے پتا تھا ماں تو اس سے بھی بہت زیادہ عظیم ہے۔انہی دنوں جب میں جامعہ میں تھا تو مجھے خط لکھا کرتیں۔(ان دنوں میں فون کال مہنگی تھی، موبائل کا تو تصور بھی نہیں تھا) جب خط مجھے ملتا تو اس کی سیاہی پھیلی ہوتی۔میں اس کو سمجھتا کہ شائد لیٹر بکس میں بارشی پانی چلا گیا ہو گا۔اس لئے ایسے ہے۔ مگر کچھ عرصہ کے بعد جب غور کیا کہ خط کے لفافے کی سیاہی نہیں پھیلی ہوتی تو خط کی سیاہی کیسے پھیل جاتی ہے۔چھٹیوں پر گھر گیا تو امی سے پوچھا، بولیں میں خط لکھ کر اس پر پرفیوم لگاتی ہوں تاکہ جب میرا بیٹا خط کھولے تو اس کو میری بھیجی ہوئی خوشبو بھی پہنچے!!! یہ سچ ہے کہ ماں باپ کے بعد انسان اکیلا ہو جاتا ہے۔خواہ اس کے دیگر رشتہ دار بیوی بچے اپنی ایک خاص اہمیت ضرور رکھتے ہیں مگر ماں باپ کی جگہ کوئی نہیں لے سکتا۔مجھے یاد ہے

امی کی وفات کے بعد ایک بزرگ خاتون (جن کو ہمارے گھروں میں ماسی ریشماں کے نام سے پہچانا جاتا ہے)تعزیت کے لئے آئیں، مجھ سے مل کر کہنے لگیں،

"پترا! سارے گھاٹے پورے ہوئی جانڑیں ماؤ پیو ناں گھاٹا کدے وی نئیں پورا ہونا،

انہاں توں بعد نہ کھانڑیں ناں سواد تے ناں لانڑیں ناں سواد"

یعنی بیٹا سب کمیاں زندگی میں پوری ہو جاتی ہیں مگر ماں باپ کی کمی کبھی بھی پوری نہیں ہوتی۔ان کے گزرنے کے بعد نہ کھانے پینے میں وہ مزہ رہتا نہ اوڑھنے بچھونے میں۔ عیدیں اور شبراتیں آتی ہیں اور چلی جاتی ہیں۔ تہوار اور شادیاں آتی ہیں اور چلی جاتیں ہیں مگر ان کا "مزہ" وہ والا نہیں ہوتا جو ماں کے ہوتے ہوئے آتا تھا۔ لوگ کہتے ہیں زخم بھر جاتے ہیں، فوت ہو جانے والے لوگ آہستہ آہستہ یادوں سے محو ہو جاتے ہیں، مگر میں نے اس نظریہ کو اُلٹ پایا، وہ پہلے سے بھی زیادہ یاد آتے ہیں۔ خصوصاً جب انسان خود ماں یا باپ بن جائے تو بعض دفعہ ماں کو بچوں میں تلاش کرتا ہے بعض دفعہ بیوی میں تلاش کرتا ہے ، بعض دفعہ کسی مہربان دوست کی ماں میں۔ مگر اپنی ماں اپنی ہی ہوتی ہے۔انسان کو سب کچھ مل جاتا ہے مگر اپنی ماں کی آنکھیں نہیں ملتیں۔--ربّ ارحمهما كما ربّیانی صغیراً

سکول کالج میں جب ہم میں سے کسی کا امتحان ہوتا تو امی سارا دن زیرِ لب دعائیں کرتیں رہتیں۔ اکثر و بیشتر اپنا کچن کا کام کرتے ہوئے، کبھی لہسن چھیلتے ہوئے میں آپ کو "اللہ میری بچی / بچے کے مدد کرنا" کہتے ہوئے سنا۔ بچوں کے لئے روزے بھی رکھتیں! یوکے میں ایک بار میرے چھوٹے بھائی نعیم کی بازو ٹوٹی تو اس کے لئے روزے رکھ کے دعائیں کرتی رہیں۔ ایسے ہی ہمارے چند اماموں (فضل الرحمن صاحب) کو یوکے میں کام کے

دوران السر پھٹنے کی تکلیف ہوئی تو کئی دن آپ نے روزے رکھے۔ اپنے بہن بھائیوں کے دکھوں میں دکھا کرتیں تھیں ان کی خوشیوں میں خوش ہوا کرتیں تھیں۔ ہر رشتہ میں اتنی مخلص تھیں کہ ہم بچوں کو بعض دفعہ جلن سی ہوتی!

ہماری دادی امی اللہ کے فضل سے بہت دعا گو اور تہجد گزار خاتون تھیں مگر ان کا ماننا تھا کہ 'جس بارہ میں نیلم زاری سے دعا کرے اس کا جواب اللہ ضرور دیتا ہے'۔ اس سلسلہ میں جب ہماری چھوٹی پھوپھیوں کے رشتے آنا شروع ہوئے تو ایک رشتہ امریکہ کا تھا اور لڑکا پی ایچ ڈی ڈاکٹر تھا۔ دادی امی نے خود بھی دعا کی اور امی کو خاص دعا اور استخارے کا کہا، امی نے دعا کی اور رات کو خواب میں دیکھا کہ ایک دودھ کا دیگچہ چولہے پر دھرا ہے اور ابالی آنے سے چند لمحے پہلے اس میں ایک چھپکلی گر جاتی ہے۔ امی نے صبح یہ خواب دادی امی کو سنائی اور دادی امی نے اس رشتہ سے حکمت کے ساتھ انکار کر دیا۔ ایسا ہی ایک بار ایک پھوپھو کا رشتہ آیا، دادی امی خود بھی دعا میں لگ گئیں اور امی سے بھی کہا۔ کچھ دنوں بعد لڑکے کے اہل خانہ بات پکی کر گئے انہی دنوں امی نے خواب دیکھا کہ انہوں نے سونے کی زنجیر گلے میں پہنی ہوئی ہے اور جب امی وہ آئینہ میں دیکھتی ہیں تو وہ ٹوٹ کر گر جاتی ہے۔ کچھ عرصہ بعد یہ رشتہ بھی اسی خواب کے اشارہ کے مطابق ٹوٹ گیا۔

میں جامعہ میں تعلیم کے دوران چھٹیوں میں جب گھر جاتا، تو ان دنوں سڑکوں کی حالت اور لمبا سفر ہونے کی وجہ سے رات کے پچھلے پہر میں گھر پہنچا کرتا۔ سارے گھر کی روشنیاں بند ہوتیں سوائے امی کے کمرے کے، میرے ایک بار کے کھٹکھٹانے پر آپ دروازہ کھول دیتیں۔ لگتا جیسے آپ دروازہ کے پیچھے کھڑی میرا انتظار کر رہی تھیں!

ایک بار میں حاصل پور ضلع بہاولپور دورہ پر گیا۔ وہاں مربی صاحب نے چائے پر بلایا، جب چائے آئی تو چائے کی پیالی پر (دودھ کی) ملائی پڑی ہوئی تھی۔ مجھے خوشگوار سی حیرت ہوئی کہ یہ تو چائے پیش کرنے کا خالص کشمیری انداز ہے۔ اس پر مربی صاحب فرمانے لگے کہ جب ہم آپ کے گھر جایا کرتے تھے تو ایسے ہی چائے پر ملائی پڑی ہوا کرتی تھی۔ تو آج سوچا کیوں نہ آپ کو آپ ہی کے انداز میں چائے پیش کی جائے۔

ماہم نے امی کی مہمان نوازی کے بارہ میں لکھا،

"میری پیاری امی کی Cooking بھی ایسی کمال کی تھی کہ سارا خاندان اس کا معترف تھا۔ ہمارے گھر کی دعوتوں پر امی تو خیر Cooking کیا ہی کرتیں تھیں، لیکن خاندان میں کسی اور کے گھر کوئی دعوت یا کوئی محفل ہوتی تو وہ بھی امی سے مشورہ کرتے کہ کیا پکائیں اور بعض اوقات امی خود ان کے گھر جا کر ان کے ساتھ مل کر کھانا پکاتیں۔"[64]

اس میں ذرا برابر شک نہیں کہ امی بہت اچھی کُک تھیں۔ جو بناتیں اتنا لذیذ ہوتا کہ عرصہ تک اس کا ذائقہ یاد رہتا۔ جن دنوں میرے امتحانات ہوتے، جب میں رات کو بیٹھا پڑھ رہا ہوتا تو امی گیارہ بجے کے قریب دودھ پتی بنا کر ایک مگ میرے لئے لاتیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ دنیا کی کوئی چائے اس چائے کا مقابلہ نہیں کر سکتی! اچار گوشت، پلاؤ، زردہ اور شامی کباب امی کی signature dishes تھیں۔ یہ سب کھانا امی بغیر (بازار سے ملنے والے تیار شدہ مصالحوں کے) گھر کے مصالحوں سے بناتیں۔ اس کتاب میں میں از حد

---

[64] تحریر محررہ مؤرخہ 2 مئی 2024ء

کوشش کر رہا ہوں کہ امی کے بارہ میں کم از کم لکھوں، کیونکہ میرا اپنی آپ بیتی لکھنے کا ارادہ بھی ہے تو اس میں، میں اپنے پیاروں کا تفصیلی ذکر کروں گا۔(ان شاء اللہ)

ماہم نے کچھ مزید باتیں لکھیں ہیں، وہ اسی کے الفاظ میں یہاں درج کر دیتا ہوں،

"میری پیاری امی کی لائف سب کے سامنے ایک کھلی کتاب ہے۔ جاننے والے جانتے ہیں، ان کے بارہ میں کہ وہ کتنی ملنسار، مخلص، عاجز، محبتیں لٹانے والی، محفلوں کی جان، پنجوقتہ نماز کی پابند، رمضان میں روزوں کا بہت اچھا اہتمام کرنے والی تھیں۔ جماعتی پروگرامز میں حصہ لینے والی، لجنہ کے مختلف عہدوں کے فرائض ادا کرنے والی، چندہ جات کی باقاعدگی کرنے والی اور خلیفہ وقت کی بہت عزت کرنے والی اور ان کی تابعدار تھیں۔ میری پیاری امی سب کے لئے محبت کا پیکر تھیں۔ جب بھی جس کو بھی کبھی مدد کی ضرورت ہوئی، امی نے ہمیشہ کھلے دل سے مدد اور محبت دی چاہے وہ اپنے ہوں یا غیر۔ امی کو کاموں کی ایسی عادی تھیں کہ کبھی جب ہمارے گھر میں House Help بھی ہوتیں تھیں تو امی نے ضرور ہی ان کے ساتھ مل کر کام کرنا ہوتا تھا وہ کبھی بھی ان پر سارا کام نہیں ڈال دیتی تھیں۔ امی اپنے بچوں کے ساتھ ساتھ اپنے بہن بھائیوں سے بھی بہت پیار کرتیں تھیں ان کی دینی اور دنیوی تربیت کرتی تھیں۔ پاکستان میں شام کو ہر روز ایک گھنٹہ کے لئے لائیٹ جاتی تھی تو امی اور دادی امی اور امی مل کر ہم بچوں کو نظمیں، آیات، دعائیں اور قصیدہ یاد کراتیں تھیں۔ میری امی بہت خوش الحان تھیں ۔امی نے ہمیشہ جماعتی اور غیر جماعتی محفلوں میں تلاوت قرآن اور نظمیں ضرور پڑھا کرتیں اور اپنے بچوں کو بھی کہتیں کہ تم بھی حصہ لو اور پڑھو۔ امی چاہتیں تھیں کہ ہم تینوں بہن بھائی خوب پڑھیں، مجھے یاد ہے کہ جب میں .M.A کے لئے اپلائی کر رہی تھی تو سمجھ نہیں

آرہا تھا کہ کیا کروں کیونکہ میں Interior Décor کی طرف جانا چاہتی تھی، لیکن کوٹلی اور اس کے آس پاس میں ایسی کوئی Facility نہیں تھی اور مجھے آگے پڑھنا تو تھا۔ امی سے پوچھا کہ امی، کیا کروں؟ امی نے کہا، کہ تم M.A. English کرو پھر M.A. Islamiyat کرو پھر تم M.B.A. کرو پھر ہوم اکنامکس میں M.A. کرو۔ میں نے امی کو مذاقاً کہا کہ میں یہ سب کروں؟ امی نے کہا، ہاں، میں چاہتی ہوں کہ میرے تینوں بچے اتنا پڑھ لکھ جائیں کہ اپنی زندگی میں کبھی کسی بات کے لئے پریشانی نہ ہو، وہ خوددار بنیں، وہ اپنے لئے کھڑے ہونے والے بنیں۔ کبھی بھی کسی کی محتاجی نہ ہو۔ دین اور دنیا کا اتنا شعور ہو کہ لوگ میرے بچوں کی عزت کریں۔"[65]

امی بے انتہاء صابر اور شاکر خاتون تھیں۔ ہم بہن بھائیوں میں شائد صبر امی کے بے مثال صبر ہی کو دیکھ کر آیا، مگر بعض دفعہ اپنے دکھ کا اظہار ایسے کرتیں کہ وہ بھی بہت خوبصورت انداز ہوتا۔ مجھے یاد ہے عاتکہ (میری پھوپھو اور ماموں کی بیٹی اور عزیزم عرفان الحق صاحب مربی سلسلہ کی بیگم) بچپن میں گردے کے عارضہ سے سخت بیمار تھی۔ اس کا جسم خوفناک حد تک سوجھ جاتا تھا۔ ایک دن اس کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں اور پریشانی کے عالم میں تقریباً روتے ہوئے مجھے کہنے لگیں، 'عظیم جیسے ہم الفضل میں یا جماعتی کتابوں میں پڑھتے ہیں کہ خلیفہ وقت کی نظر لگی اور بندہ بالکل ٹھیک ہو گیا، کچھ ایسا معجزہ اس (عاتکہ) کے ساتھ بھی ہو جائے، کوئی خلیفہ وقت کی نظر کی برکت سے یہ ٹھیک ہو جائے' میں نے امی سے کہا امی آپ حضور کو خط لکھیں (یہ حضرت خلیفۃ المسیح

---

[65] تحریر محررہ مؤرخہ 2 مئی 2024ء

الخامس ایدہ اللہ کی خلافت کے شروع شروع کے دن تھے) امی نے نہایت عاجزی سے خط لکھااور مجھے دیا، جب میں چھٹیوں کے بعد ربوہ گیا تو وہ خط فیکس کروایا۔ شائد اللہ کو امی کی وہ بات بھاگئی، کچھ عرصہ بعد عاتکہ کے بغرض علاج یوکے آنے کا سامان ہوا، تو حضور انور سے ملاقات ہوئی، حضور نے دیکھ کر فرمایا، 'یہ بلکل ٹھیک ہو جائے گی' وہ خدا کا کلمہ کن تھا جو حضور انور کے مونہہ مبارک سے نکلا، اس کی بیماری ختم ہونا شروع ہوئی، کچھ سال بعد جب کافی بہتر ہو گئی تو دوبارہ یوکے آئی تو ملاقات میں حضور ایدہ اللہ نے فرمایا، کہ 'یہ وہی ہے ناں' (یعنی الحمدللہ یہ بالکل صحتمند ہو گئی)

بیماری و وفات:

ماہم نے امی کی بیماری کے دوران کے صبر کے حوالہ سے لکھا،

"میری پیاری امی بہت صابر اور شاکر تھیں۔ اپنی بیماری بھی انہوں نے بڑے صبر کے ساتھ گزاری۔ کبھی یہ نہیں کہا کہ اتنی تکلیف میں مَیں ہی کیوں؟ امی اپنی بیماری کی وجہ سے Blank ہو جاتیں تھیں (کچھ گھنٹوں کے لئے آپ کی یادداشت چلی جاتی) لیکن اس حالت میں بھی امی دعائیں کرنا نہیں چھوڑیں۔ کبھی بھی کسی حال میں بھی نماز نہیں چھوڑی، بیماری کی وجہ سے اکثر آپ کے کپڑے خراب ہو جاتے تو ایک دن امی رو پڑیں کہ پتہ نہیں میری دعائیں نمازیں قبول بھی ہو رہی ہیں؟ ہم سب نے انکو تسلی دی اور کہا، ہاں امی اللہ کریم قبول کرنے والا ہے، اور وہ کر رہا ہے۔ خلیفہ وقت کی بتائی ہوئی دعائیں ہر

وقت زبان پر رہتیں۔ حتیٰ کہ جن اوقات میں یادداشت چلی جاتی ان اوقات میں بھی وہ دعائیں اونچی آواز میں کرتی رہتیں۔"[66]

آپ اپنی وفات سے کچھ عرصہ قبل فرانس میں قیام پذیر ہوئیں۔ وہاں کچھ عرصہ علاج چلا اور پھر وہ دن آیا جس کا ہم نے تصور بھی نہیں کیا تھا۔ امی ایک دن، 15 فروری 2012ء کو ہمیں ہمیشہ کے لئے چھوڑ کر اپنے محبوب رب کے حضور حاضر ہو گئیں۔ آپ موصیہ تھیں۔ آپ کا وصیت نمبر 47268 تھا۔ آپ کا جسد خاکی پاکستان لایا گیا اور آپ کا جنازہ مسجد مبارک میں فجر کی نماز کے بعد ادا کی گئی اور آپ کی وصیت اور خواہش کے مطابق آپ کو بہشتی مقبرہ میں دفن کیا گیا۔

؎ خاک میں ڈھونڈتے ہیں سونا لوگ

ہم نے سونا سپردِ خاک کیا!

آپ کی اولاد:

آپ کی شادی محترم خواجہ عبد الباسط صاحب ابن محترم محمد ریاض ٹھکر صاحب کے ساتھ ہوئی اور آپ کی اولاد کی تفصیل یوں ہے۔

1. خواجہ عبد العظیم احمد (راقم الحروف) یوکے
2. محمد نعیم فاروق (فرانس)
3. ماہم نورین اہلیہ ملک محمد ناصر (فرانس)

---

[66] تحریر محررہ مؤرخہ 2 مئی 2024ء

محترمہ صادقہ اعظم صاحبہ

پیدائش وابتدائی تعلیم:

آپ کی پیدائش 15 جنوری 1960ء کو غازی محمد امین صاحب اور محترمہ انشاء فاطمہ صاحبہ کے ہاں ہوئی۔ آپ کی ابتدائی تعلیم راولپنڈی میں ہی ہوئی۔

آپ کے اوصاف:

رشتہ میں آپ میری خالہ تھیں۔ آپ میری والدہ صاحبہ مرحومہ سے چھوٹی تھیں۔ آپ اپنے والدین کی تابع فرمان اور خدمت گزار بیٹی تھیں۔ آپ کی پہلی شادی مکرم محمد سلیم صدیقی صاحب آف راولپنڈی سے ہوئی اور لمبا عرصہ رہی۔ اس سارے عرصہ میں باوجود تنگدستی اور بے اولادی کے آپ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر صابر وشاکر رہیں۔ کبھی بھی آپ کو یہ شکوہ یا شکایت کرتے نہیں سنا کہ میرے باقی بہن بھائی قدرے بہتر زندگی گزار رہے ہیں مگر میرے حالات کچھ اچھے نہیں ایسا ہی میرے باقی بہن بھائی اولاد کی نعمت سے سرفراز ہیں اور میرے ہاں کوئی اولاد نہیں۔ بلکہ اپنے بہن بھائیوں کے بچوں کو اپنی اولاد سمجھ کر پیار دیا بلکہ بے لوث پیار دیا، محبت دی۔ بلکہ اپنے بھانجے بھانجیوں کی اولاد کو بھی اپنی اولاد سمجھ کر پیار دیا۔

آپ ہمیشہ اللہ کی رضا میں راضی رہتیں۔ سلسلہ کی کتابیں بھی اکثر زیر مطالعہ رکھتیں۔ شادی سے قبل آپ کسی سکول میں استانی تھیں اور راولپنڈی میں ہمارے محلہ کے اکثر بچے بچیاں آپ کو 'مس صادقہ' کہا کرتے۔ آپ دعا گو بھی تھیں۔ حساس دل کی مالک تھیں۔ ہمیشہ والدین کی زندگی میں ان کی تابعدار رہیں اور والدین کی وفات کے بعد اپنے

بڑے بہن بھائیوں کی تابع فرمان رہیں۔ بڑے بہن بھائیوں کو اپنے ماں باپ کی جگہ پر رکھا اور ہمیشہ ان کو اپنے معاملات میں شامل رکھا۔

اپنے خاوند محترم محمد سلیم صدیقی صاحب (آپ کا ذکر اہم شخصیات میں آئے گا) کی وفات کے بعد آپ کے بہن بھائیوں کی منشاء کے مطابق آپ کی دوسری شادی آپ کے خالہ زاد مکرم محمد طارق اعظم صاحب آف یوکے سے ہوئی۔ آپ شادی کے بعد یوکے تشریف لائیں Covid 19 کی جان لیوا وبا سے پہلے آپ کی سیدنا حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الخامس اید ھم اللہ تعالیٰ سے ملاقات ہوئی اور یہ ملاقات اس وبا سے پہلے کسی بھی احمدی کی آخری ملاقات تھی!

وفات:

آپ کو یوکے میں ابھی کچھ ہی عرصہ گزرا تھا کہ آپ Covid 19 کی بیماری ہوئی اور چند دن وینٹیلیٹر پر رہنے کے بعد آپ راہی ملک عدم ہوئیں۔

آپ موصیہ تھیں اور اپنا چندہ بروقت اور پوری شرح سے ادا کیا کرتیں۔ آپ کا وصیت نمبر 99189 تھا۔ آپ کی 7 مارچ 2021ء کو بمقام لوٹن ہوئی۔ آپ کی تدفین لوٹن یوکے میں جماعتی مقبرہ موصیان میں ہوئی۔

محترم حبیب الرحمٰن صاحب

پیدائش:

مکرم حبیب الرحمٰن صاحب مکرم غازی محمد امین صاحب اور محترمہ انشاء فاطمہ صاحبہ کے سب سے چھوٹے فرزند تھے۔ آپ کی پیدائش یکم جنوری 1963ء بمقام راولپنڈی ہوئی۔کچھ ابتدائی تعلیم یہیں سے ہوئی۔ پھر روزگار کے معاملات میں پڑ گئے۔ آپ میرے لاڈلے 'بیبے ماموں' تھے۔میرے کیا آپ سب بھانجے بھانجیوں کے لاڈلے ماموں تھے۔اور اپنی بھتیجیوں کے سائبان تھے۔

آپ کے اوصاف:

بے نفسی اور بے لوثی کو کوئی نام دیا جائے تو'حبیب الرحمن' سے بہتر نام تجویز شائد نہ کیا جاسکے۔ آپ ہر دلعزیز شخصیت تھے۔ ہر بچے سے خواہ اپنا ہو یا پرایا محبت کیا کرتے۔ بچوں میں آپ 'جیجی ابو' کے نام سے مشہور تھے۔ عاجزی اور انکساری کمال کی تھی۔ یہ عاجزی آپ کی فطرتی تھی نہ کسی سبب کے باعث! بعض لوگ دنیا میں محبتیں بانٹنے آتے ہیں آپ بھی انہی لوگوں میں سے تھے۔آپ راولپنڈی میں رہے تو وہاں ہر دلعزیز تھے،کوٹلی میں رہے تو وہاں

ہر ایک سے محبت کرنے والے پھر آپ یوکے آئے تو آپ ہر ایک سے عزت و احترام

کے ساتھ تعلق نبھاتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ آپ نے معاش کے لئے کافی تگ و دو کی اور ہمیشہ حلال کمائی کی اور اپنے بیوی بچوں کو پیٹ پالا۔

آپ کی صاحبزادی شمائلہ رحمٰن لکھتی ہیں:

" ان کا بچوں سے محبت کا کوئی کنارہ نہیں تھا، ہر ایک کو پیار اور ہمدردی کے ساتھ ملتے۔ بابا نے ایک والد کے طور پر بے پناہ محبت اور وفاداری کی مثال قائم کی، ہمیشہ اپنی بیٹیوں کو ہر کام میں ترجیح دی۔ انہوں نے توقعات سے بڑھ کر ہماری ہر خواہش کو انتھک محنت اور ثابت قدمی کے ساتھ پورا کیا۔ شکایت کا لفظ کبھی ان کے لبوں پر نہ آیا؛ بلکہ انہوں نے ہمیشہ ہماری تمام ضروریات کو پورا کیا۔ ان کی ذات عاجزی اور مہربانی کی روشنی سے چمکتی رہی، ہماری زندگیوں پر محبت کی نرم روشنی ڈالتی رہی۔ بابا کی سخاوت کی کوئی حد نہ تھی، ان کی معاف کرنے کی فطرت بے مثال تھی اور دل میں کسی کی رنجش بھی جگہ نہ پاتی۔ اللہ تعالیٰ میرے بابا کو جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین۔"[67]

جماعتی خدمات:

آپ کی جماعتی خدمات میں جماعتی مہمانوں کی خدمت کرنا سرفہرست تھا۔ جب آپ نے یہاں یوکے میں مذہبی پناہ لی تو آپ کو Middlesborough گھر دیا گیا جو کہ ہارٹلے پول جماعت کا ایک مقام تھا۔ ماموں کی زندگی میں، میں ایک بار ہارٹلے پول، یوکے گیا وہاں مجھے وہاں کے ریجنل امیر مکرم بلال آکنسٹن صاحب ملے اور میں نے ان کو اپنا تعارف

[67] تحریر مؤرخہ 13 اپریل 2024ء

کروایا، وہاں ایک صاحب تھے جن کو میں نہیں جانتا تھا مگر وہ جانتے تھے کہ میں حبیب الرحمن صاحب کا بھانجا ہوں، ان صاحب نے انگریزی میں محترم بلال صاحب سے کہا کہ 'یہ حبیب الرحمن صاحب کے بھانجے ہیں۔' محترم بلال صاحب نے مجھے گلے لگایا اور انگریزی میں کہا کہ 'تم جماعت کے ایک زبردست کارکن کے بھانجے ہو، مجھے تم سے مل کر ازحد خوشی ہوئی اور مجھے حبیب کے ہاتھ کی سبز چائے بہت پسند ہے۔'

مہمانوں کی ضیافت سلسلہ میں آپ کی صاحبزادی شمائلہ رحمٰن لکھتی ہیں:۔

"آپ باورچی خانے میں اور کھانا پکانے میں ماہر تھے، انہوں نے اپنی پکوانی مہارت کو جماعت، خاندان، اور دوستوں کے ساتھ سخاوت کے ساتھ بانٹا۔ ہمیشہ انہوں نے بلا جھجھک مدد کا ہاتھ بڑھایا، اور ضرورت مندوں کی مدد کے لئے توقعات سے بڑھ کر کام کیا۔ محافل کی میزبانی میں ان کی خوشی تھی، جہاں ہر ایک کو آپ کا پیار محسوس ہوتا۔"[68]

آپ کی وفات کے بعد مکرم سید ہاشم اکبر احمد صاحب (والد مکرم طالع احمد شہید صاحب) نے آپ کی اہلیہ کو ایک تعزیتی خط لکھا جس میں آپ نے لکھا،

[68] تحریر مؤرخہ 13 اپریل 2024ء

"حبیب صاحب نے ہمارے ساتھ ہارٹلے پول میں بہت اچھا وقت گزارا۔ خاکسار کی نظر میں ایک معزز شخص تھے جو ہمیشہ جماعت کی خدمت کے لئے پیش پیش رہے۔ جب بھی جماعت کے کسی کام کے لئے دعوت دی گئی۔ تو مرحوم نے نہایت خندہ پیشانی اور مسرّت سے اپنے آپ کو پیش کیا۔ جو بھی کام ان کے سپرد ہوا انہوں نے کمال اطاعت، فرمانبرداری، توجہ اور حسن سے اس کو بجالایا۔ خاکسار نے اسی وجہ سے ان کی ہمیشہ بہت قدر کی۔ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل سے ان کی مغفرت فرماوے اور ہمیشہ سے لئے اپنی رحمت کی چادر میں لپیٹ لے۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنے حضور ان کے درجات بلند فرماتا چلا جاوے اور حبیب الرحمٰن صاحب کو اپنا حقیقی محبوب بنالے۔ اپنا دائمی قرب اور اپنی دائمی رضا عطا کرے۔۔۔ خاکسار سید ہاشم اکبر احمد، صدر جماعت ہارٹلے پول۔"[69]

جلسہ سالانہ یوکے کے موقع پر آپ کی ڈیوٹی شعبہ تربیت میں ہوا کرتی تھی۔ اس شعبہ میں بھی آپ اتنے فعال تھے کہ آپ کی وفات پر مجھے مکرم برادرم راجہ برہان احمد صاحب مربی سلسلہ (جو کہ ان دنوں جلسہ کے شعبہ تربیت میں کام کیا کرتے تھے) نے میرے ساتھ کافی دیر تک ماموں کا افسوس کیا اور آپ کی خوبیوں کا تذکرہ کرتے رہے۔

آپ کی صاحبزادی صبیحہ رحمن صاحبہ لکھتی ہیں:۔

[69] خط محررہ 19 دسمبر 2018

"جماعت کی خدمت میں ان کی وابستگی بے مثال تھی۔ جلسہ سالانہ میں تربیت کی ٹیم کے ایک فعال رکن کے طور پر عاجزی کے ساتھ خدمت کا مظاہرہ کیا۔ 8 اکتوبر کے زلزلے اور پاکستان میں احمدیوں کی مساجد پر حملوں کے بعد، انہوں نے بلا جھجھک اپنا وقت اور کوششیں پیش کیں۔ ہمیشہ سب سے آگے رہنے کی کوشش میں، انہوں نے اپنی جماعت کی خدمت کے لئے خود کو وقف کر دیا۔ چاہے قدرتی آفات ہوں یا انسانی المیے، دوسروں کی مدد کرنے کے لئے ان کی عزم وہمت کبھی کم نہ ہوئی۔ وہ ہمیشہ تیار رہتے تھے کہ جہاں اور جب بھی ضرورت ہو، جماعت کی خدمت کریں۔"[70]

آپ کی صاحبزادیوں نے آپ پر انگریزی میں دو نظمیں لکھیں جن کو ان شاء اللہ اسی کتاب کے انگریزی ترجمہ میں شامل کر دیا جائے گا۔

وفات:

آپ کی وفات 18 دسمبر 2018ء بمقام لوٹن، یوکے ہوئی۔ آپ کی وفات پر ایک عجیب واقعہ ہوا جس سے آپ کی ملنساری، آپ کا ہر دلعزیز ہونا اور اپنوں اور پرائیوں سے آپ کی الفت کا ثبوت ملتا ہے۔ آپ کی نماز جنازہ دو بار ادا کی گئی۔ ایک تو سیدنا حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الخامس ایدھم اللہ نے پڑھائی اور دوسری بار نماز جنازہ پڑھنے کے لئے لوٹن کے غیر احمدی احباب نے درخواست کی کہ وہ بھی اپنے طور پر نماز جنازہ پڑھنا چاہتے ہیں۔ اس پر ان کو اجازت دی گئی اور مسیح موعود علیہ السلام کے غلام نے مرنے کے بعد بھی اپنے رویہ، اقدار اور اوصاف کی ایک اعلیٰ مثال قائم کی۔

---

[70] تحریر مؤرخہ 13 اپریل 2024ء

فصل چہارم

جماعت احمدیہ میں ٹھکر خاندان کی چوتھی نسل

جیسا کہ خاکسار اس سے پہلے بیان کر چکا ہے کہ اس کتاب میں صرف مرحومین کے حالات، تفاصیل اور اوصاف بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس دعا کے ساتھ کہ جو جو بھی اس خاندان کا فرد زندہ ہے اللہ تعالیٰ ان کی عمر و صحت میں برکت عطا فرمائے اور ہمیشہ اپنے افضال و انعامات کا مورد بنائے رکھے۔ یہاں خاندان کی چوتھی نسل کا تذکرہ شروع کیا جائے گا، اب یہ خاندان خاصا وسیع ہو چکا ہے اور سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ایک شعر کے مصرعے کی نسبت سے

؎اک سے ہزار ہوویں

کا مصداق بن چکا ہے۔ یہاں مکرمہ عطیۃ النور صاحبہ اہلیہ مکرم راجہ طاہر غنی صاحب امیر جماعت احمدیہ کوٹلی آزاد کشمیر جو میاں احسان الحق ٹھکر صاحب مرحوم اور محترمہ بشریٰ احسان صاحبہ کی بڑی صاحبزادی تھیں کا ذکر کیا جائے گا۔

مکرمہ عطیۃ النور صاحبہ

پیدائش وابتدائی تعلیم:

مکرمہ عطیۃ النور صاحبہ مکرم میاں احسان الحق صاحب اور بشریٰ احسان صاحب کے ہاں مؤرخہ 23 نومبر 1974ء پیدا ہوئیں۔ آپ اپنے والدین کی آنکھوں کا تارا اور ان کی امیدوں کا مرجع تھیں۔ آپ کی ابتدائی تعلیم کوٹلی سے ہی ہوئی اور ڈگری کالج کوٹلی سے بی اے کیا۔

آپ کے محترم والد کی وفات 1997ء میں ہوئی جس کا آپ نے بہت صدمہ لیا۔ آپ نے مجھے ایک خط لکھا جس میں لکھا،

"میرے لئے خاص طور پر دعا کیا کرو کیونکہ میں تو تمہاری پیاری آپی ہوں۔نیک اور سعادت مند بچے اپنی بڑی بہنوں کو ضرور دعاؤں میں یاد رکھتے ہیں۔ میرے امتحانات عنقریب ہو رہے ہیں اس لئے ایک بار پھر خصوصی دعا کی تحریک کرتی ہوں۔۔۔ تمہیں تو پتہ ہے کہ یہ سال ہماری ساری امنگوں، جوش اور خوشیوں کو ختم کر گیا ہے۔اس لئے ان دنوں میں جب پڑھنے بیٹھوں تو ابو کی یاد ضرور آتی ہے۔۔۔ تمہارے خطوط پڑھ کر تو میں حیران ہی ہو گئی۔ حالانکہ اردو ادب کی سٹوڈنٹ تو میں ہوں۔ مگر تمہارا نفسِ مضمون ۔۔۔ بھئی جواب نہیں۔ اللہ تعالیٰ تمہاری عربی، انگریزی اور اردو کو اور سٹرانگ (Strong) کرے۔۔۔ امی والے خط میں جواب ڈال دینا، کیونکہ سٹوڈنٹ چاہے بادشاہ کے سپوت ہوں بیچارے اکثر غریب ہی ہوتے ہیں۔اس لئے خرچہ نہ کرنا۔ تمہاری روٹین تو بہت اچھی ہے خدا تمہیں تمہارے ہر اعلیٰ مقصد میں اعلیٰ سے اعلیٰ کامیابیوں سے

نوازے۔ منزل خود تمہاری طرف چل کر آئے۔(آمین) مربی بننا اور جامعہ میں علم حاصل کرنا بہت بڑی خوش نصیبی ہے۔اللہ تعالیٰ اوروں کو بھی اس طرف راغب کرے۔"[71]

عطیہ آپی نے جس خوش نصیبی کی بات کی اس سے آپ کو بھی نوازااور آپ کی دلی مراد کو اللہ تعالیٰ نے قبولیت حسنہ سے سرفراز کیا، آپ کی شادی ہوئی اور آپ کا بیٹاعزیزم عمران طاہر بھی آپ کی وفات کے بعد مربی سلسلہ بنا اور آجکل شعبہ تخصص میں علم فقہ کا متخصص ہے۔

ایک بار میں جامعہ احمدیہ میں تعلیم کے دوران گرمیوں کی چھٹیوں میں کوٹلی گیا۔ ان دنوں میری دادی امی لجنہ اماء اللہ ضلع کوٹلی کی صدر تھیں اور کوٹلی شہر میں لجنہ اماء اللہ ضلع کوٹلی کا اجتماع تھا۔ اس اجتماع میں مکرمہ عطیۃ النور صاحبہ کو اسٹیج سیکریٹری کے فرائض سرانجام دینے تھے، تو ایک دن مجھے گھر بلایا اور مجھ سے پوچھا کہ یہ کام کیسے کروں پھر ہم نے مل جل کر ان کے الفاظ کو ایک نوٹ بک میں لکھا، آپ اتنی باریک بین تھیں کہ ایک ہی بات کو کئی بار لکھ کر مٹا دیتیں اور دوبارہ بہتر لکھنے کی کوشش کرتیں۔

آپ کی شادی مکرم راجہ طاہر غنی صاحب ابن راجہ عبدالغنی صاحب مرحوم آف تراڑکھل سے 1999ء میں ہوئی۔

---

[71] خط محررہ 17 ستمبر 1997ء

بیماری اور وفات:

آپ کو کینسر کے مرض کی تشخیص ہوئی۔ آپ نے بیماری بہت صبر اور حوصلہ کے ساتھ برداشت کی اور اللہ تعالیٰ کی رضا میں راضی رہیں اور کچھ عرصہ بیمار رہنے کے بعد صرف 36 سال کی عمر میں مؤرخہ 10 ستمبر 2010ء کو وفات پا گئیں آپ موصیہ تھیں اور اپنی وفات سے قبل اپنے زیور وغیرہ کا حصہ وصیت ادا کیا۔ آپ کا وصیت نمبر 44412 تھا۔ آپ کی تدفین بہشتی مقبرہ دارالفضل میں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند کرے اور آپ کو آپ کی نیکیوں کا اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین

فصل پنجم

اہم شخصیات

اس ذیل میں ان شخصیات کا ذکر کیا جائے گا جن کی کسی حوالہ سے رشتہ داری یا تعلق داری ٹھکر خاندان کے ساتھ رہی۔ان کے ساتھ تعلق اتنا پرانا اور للٰہی محبت والا تھا کہ گویا یہ بھی اپنے ہی خاندان کے افراد ہی تھے، یا یہ تعلق داری پھر بعد میں رشتہ داری کا روپ دھار گئی۔

1. محترم مولوی کرم دین کھوکھر صاحب

آپ محترم پیر بخش صاحب کی صاحبزادے تھے۔ آپ کی پیدائش اندازاً 1890ء کی ہے۔ آپ کوٹلی کے صائب الرائے، معاملہ فہم اور ایک مذہبی شخصیت کے طور پر جانے جاتے تھے۔ آپ احمدیت کی آغوش میں آنے سے قبل اہلحدیث فرقہ سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ اور آپ کے علاوہ ایک اور بزرگ (ان کا ذکر آگے آئے گا) نے محترم الحاج

امیر عالم صاحب کے ساتھ قادیان جا کر بیعت کا شرف حاصل کیا۔ چنانچہ مولانا اسد اللہ کاشمیری صاحب اپنی کتاب "تاریخ احمدیت جموں و کشمیر" میں لکھتے ہیں:۔

"(حاجی امیر عالم صاحب نے) رؤیا کی بناء پر 1926ء میں قادیان جا کر بیعت خلافت کی ان کے ساتھ ہی کرم دین صاحب کھوکھر نے بھی اسی موقعہ پر قادیان میں بیعت کر لی۔" (تاریخ احمدیت جموں و کشمیر از کاشمیری صاحب صفحہ 140)

مولوی محبوب عالم صاحب رضی اللہ عنہ صحابی سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کوٹلی بغرض تبلیغ آئے تو مخالفین نے جب آپ سے ناروا سلوک کیا تو کرم دین کھوکھر

صاحب آپ کو اپنے ہاں لے آئے۔ ان سے کافی متاثر ہوئے اور مزید تحقیقات کے بعد 1926ء میں الحاج امیر عالم صاحب کے ساتھ قادیان جا کر بیعت کی۔ آپ ایک پُرجوش احمدی تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف بدزبانی کو برداشت نہیں کرتے تھے۔ سن 1962ء میں جب مولوی منظور احمد چنیوٹی کوٹلی میں فتنہ پھیلانے کی غرض سے آیا اور تقریر کی اس کے بعد عام عوام نے اس کے بارہ میں باتیں کیں کہ دیکھو کیسا زبردست عالم تھا اور کیسی تقریر کی۔ اس پر مولوی کرم دین صاحب نے ان لوگوں کو کہا کہ گالم گلوچ کو اسلام سے کیا تعلق؟ اگر وہ کوئی قرآن کریم کی تفسیر بیان کرتے یا آنحضرت ﷺ کی سیرت کا پہلو بیان کرتے تو آپ کا دعویٰ درست ہوتا، اب گالیاں اور مغلظات کا اسلام سے تو کوئی تعلق نہیں!

آپ چونکہ احمدی ہونے سے پہلے اہلحدیث فرقہ سے تعلق رکھتے تھے تو آپ کا حلقہ احباب اہل حدیث طبقہ میں کافی تھا، آپ اہلحدیث مکتبہ فکر کے لوگوں سے بہت بحث و مباحثہ اور تبلیغ کرتے۔ یہاں تک کہ پچاس پچاس آدمی ان مباحثات کو سننے کے لئے کھڑے ہو جاتے۔

دفاع اسلام کا جہاد و مقدمہ قتل میں آپ کے خلاف سازش:

تقسیم ہند سے پہلے کوٹلی میں جب ہندوؤں نے اور آریہ مت نے اسلام پر تابڑتوڑ حملے شروع کئے اور ہندوازم کو پھیلانے کی ایک منظم کوشش کی تو اس وقت آپ اسلام کے مجاہد کی حیثیت سے نظر آتے ہیں۔ کرم دین کھوکھر صاحب جماعت اہل حدیث میں ممتاز مقام رکھتے تھے اور حاجی امیر عالم صاحب جماعت اہل سنت میں۔ دونوں فرقوں نے سرتوڑ کوشش کی کہ یہ دونوں احباب احمدیت چھوڑ کر واپس آ جائیں۔۔۔مایوسی پر اپنے

اپنے علماء کو منگوا کر احمدیت کے خلاف تقاریر، لیکچرز اور جلسے منعقد کروائے۔ آپ نے اور آپ کے ساتھی بزرگان نے اسلام کا اتنا پُراثر دفاع کیا کہ سازشی ہندوؤں نے گوئی میں قتل ہونے والے دو ہندوؤں کے قتل کا معاملہ آپ پر ڈال دیا۔ یہ مقدمہ سنگین نوعیت اختیار کر گیا۔

اس بارہ میں مولوی کرم دین کھوکھر صاحب فرماتے ہیں:۔

"ان خطرناک حالات میں ساری جماعت نے میرے حق میں دعائیں کیں اور میں بھی انتہائی گھبراہٹ میں دن رات دعائیں کرتا رہا تھا۔ بالآخر ایک عرصہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے دراصل انہی دعاؤں کے نتیجہ میں باعزت بری کر دیا۔"(تاریخ احمدیت جموں و کشمیر از کاشمیری صاحب صفحہ 160)

جماعت احمدیہ کے دو ستون:

شمس العلماء مولوی عتیق اللہ شاہ صاحب مفتی اعظم پونچھ انجمن تحفّظ ختم نبوت آزاد کشمیر نے 24 صفحات پر مشتمل ایک کتابچہ بعنوان "آزاد کشمیر میں مرزائیوں کے ہتھکنڈے" لکھا۔ اس میں مفتی صاحب نے حاجی امیر عالم صاحب اور مولوی کرم دین صاحب کھوکھر کو جماعت احمدیہ ضلع کوٹلی کے "دو ستون" قرار دیا۔[72]

اولاد:

آپ کی اولاد بھی اللہ کے فضل سے جماعت کے ساتھ وابستہ اور قربانی کرنے والی ہے۔ آپ کی اولاد میں،

---

[72] آزاد کشمیر میں مرزئیوں کے ہتھکنڈے از مفتی عتیق اللہ کشمیری۔ احتساب قادیانیت جلد 49 صفحہ 26

1. محمد صادق صاحب مرحوم
2. ضیاء الدین صاحب مرحوم
3. عبد الرحمٰن صاحب مرحوم
4. نذیر احمد کھوکھر صاحب مرحوم
5. محمد بشیر کھوکھر صاحب مرحوم
6. منیر احمد کھوکھر صاحب (یوکے)
7. محترمہ کنیز فاطمہ صاحبہ (کوٹلی آزاد کشمیر)

آپ کی وفات 2 فروری 1977ء بروز بدھ کوٹلی میں ہوئی اور آپ کی تدفین احمدیہ مسجد سے ملحق قبرستان میں ہوئی۔

2. الف دین کھوکھر صاحب

پیدائش و سنِ بیعت:

محترم الف دین کھوکھر صاحب محترم پیر بخش صاحب کے سب سے چھوٹے صاحبزادے تھے۔ آپ کی پیدائش اندازاً 1900ء کی ہے، آپ نے 1927ء میں قادیان جا کر بیعت کی تھی۔ مسجد احمدیہ کوٹلی کی تعمیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ آپ نے تحریک شدھی میں غیر معمولی جہاد اسلامی کیا اور علماء کو بلوا کر کئی ایک مناظرے کروائے۔ اس سلسلہ میں ایک حوالہ قارئین کی دلچسپی کا باعث ہو گا، جو کہ ذیل میں دیا جا رہا ہے۔

آپ کے بیٹے محترم عبد الصمد کھوکھر صاحب بیان کرتے ہیں کہ

محترم والد صاحب کی تعلیم تو اتنی نہیں تھی مگر آپ وسیع المطالعہ تھے، خود بھی سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی کتب زیر مطالعہ رکھتے اور کئی بار مجھے کہتے کہ یہ کتاب کا حصہ اونچی آواز میں مجھے سناؤ۔

آپ کی نڈر تبلیغی مساعی:۔

مولانا اسد اللہ کاشمیری صاحب نے آپ کی تبلیغی مساعی سے متعلق اپنی کتاب میں لکھا، "(آپ) سنجیدہ اور ٹھنڈے دل و دماغ کے آدمی تھے۔ تحریک شدھی میں ہندوؤں کا مقابلہ کیا۔ خاکسار راقم الحروف نے کوٹلی کے مین بازار میں تبلیغی مقصد سے ایک بلیک بورڈ رکھنے اور اس پر روزانہ تبلیغی عبارات اور اقتباسات لکھنے کی تجویز کی تا کہ ان غلط فہمیوں کا ازالہ ہوتا رہے جو غیر از جماعت لوگ جماعت احمدیہ کے بارے میں پھیلاتے رہتے تھے۔ آپ نے مخالفین سے لاپرواہ ہو کر یہ بورڈ اپنی دوکان کے سامنے رکھوایا جہاں اس پر روزانہ مختلف تبلیغی عبارات لکھی جاتیں۔ اور بازار سے گزرنے والے سینکڑوں لوگ انہیں پڑھتے اور اچھا اثر لیتے رہتے تھے۔" (تاریخ احمدیت جموں و کشمیر از کاشمیری صاحب صفحہ 163)

آپ حاجی امیر عالم صاحب کے ساتھ جماعتی کاموں اور مشوروں میں شریک رہتے اور حاجی صاحب مرحوم کے مخلص شاگردوں میں سے تھے۔ مجھے محترم عبدالصمد کھوکھر صاحب ابن محترم الف دین کھوکھر صاحب نے بتایا کہ آپ کے درمیان اور الحاج امیر عالم صاحب کے درمیان اتنا پُر خلوص محبت کا تعلق تھا کہ جب حاجی صاحب اپنے آخری ایام میں بوجہ فالج اور ڈیمینشیا بیمار تھے تو اپنے گھر سے باہر نکل جاتے اور سیدھا محترم

الف دین صاحب کی دوکان پر جا بیٹھتے۔ حاجی صاحب کے گھر والوں کو معلوم ہوتا کہ وہ وہیں پر ملیں گے پھر گھر میں سے کوئی حاجی صاحب کو ان کی دوکان سے واپس گھر لاتا۔

وفات:

آپ کو پراسٹیٹ کینسر ہوا۔ آپ پریشان کن حد تک بیمار تھے کہ 1969ء کا جلسہ سالانہ آیا۔ عبد الصمد کھوکھر صاحب بیان کرتے ہیں کہ کوٹلی کے قریباً تمام احمدی احباب جلسہ پر ربوہ چلے گئے۔ محترم منشی فیروزالدین صاحب میرے پاس آئے اور اپنی فکر کا اظہار کیا کہ اگر ماسٹر صاحب ہمارے غیر موجودگی میں وفات پا گئے تو ان کا جنازہ پڑھنے کے حوالہ سے مشکل پیش آسکتی ہے۔ تو میں وہاں ربوہ میں بہت دعا کروں گا کہ اللہ تعالیٰ ہمارے بھائی کا خاتمہ بالخیر کرے اور ہمارے واپس آنے تک اللہ آپ کو زندگی عطا فرمائے۔ اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ احباب واپس کوٹلی آئے اور والد محترم یکم جنوری 1970ء کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ آپ اپنے بزرگ دوست حاجی امیر عالم صاحب کے پہلو میں دفن ہوئے۔

للٰہی محبت کا ایک واقعہ:

چونکہ ماسٹر الف دین صاحب کو حاجی امیر عالم صاحب سے خاص انس تھا اور آپ کا احمدیہ مسجد کوٹلی کی تعمیر میں خاصا بڑا حصہ تھا، اس لئے آپ کی وفات پر محترم عبد القیوم کھوکھر صاحب محترم محمد منظور احمد صاحب جو اس وقت ٹھکر خاندان کے سرپرست تھے کے پاس گئے اور کہا کہ ہماری خواہش ہے کہ ہمارے والد محترم اس قبرستان میں دفن ہوں۔

کرسیوں پر الحاج ماسٹر امیر عالم صاحب، ماسٹر الف دین کھوکھر صاحب
پیچھے کھڑے ہوئے (پگڑی میں) مولوی کرم دین کھوکھر صاحب، (ٹوپی میں) میاں علم الدین کھوکھر صاحب

اس پر منظور صاحب نے فرمایا، کہ یہ بات پہلے ہی میرے ذہن میں تھی کہ ہم کوٹلی جماعت کے بانی ممبران جن میں مولوی کرم دین کھوکھر صاحب، ماسٹر الف دین کھوکھر صاحب، منشی علم دین صاحب عرائض نویس، علم دین مغل صاحب اور شاہ محمد صاحب کو یہیں مسجد کے پاس دفن کریں تاکہ جو بھی نمازی اس مسجد میں آئے ان بزرگوں کے لئے دعا کرے۔ اس لئے پھر مولوی کرم دین کھوکھر صاحب، ماسٹر الف دین کھوکھر صاحب اور علم دین مغل صاحب کو یہاں دفن کیا گیا، علم دین کھوکھر صاحب چونکہ

موصی تھے ان کو ربوہ بہشتی مقبرہ دفن کیا گیا اور شاہ محمد صاحب کی بیٹوں نے ان کو ان کی آخری عمر میں (جبکہ وہ بہت بیمار اور ذہنی طور پر کمزور ہو چکے تھے) غیر احمدیوں کی مسجد میں لے جا کر جماعت سے لاتعلقی کا اعلان کروایا اور پھر ان کی وفات کے بعد ان کو عام قبرستان میں دفن کیا گیا۔

اولاد:

1. مریم بی بی صاحبہ مرحومہ اہلیہ محمد صادق کھوکھر صاحب مرحوم
2. آمنہ بی بی صاحبہ مرحومہ اہلیہ عبدالعزیز کھوکھر صاحب
3. عبدالقیوم کھوکھر صاحب مرحوم
4. عبدالصمد کھوکھر صاحب (یوکے)

3۔ محترم مولانا اسد اللہ کاشمیری صاحب مرحوم و مغفور

مولانا محمد اسد اللہ قریشی کاشمیری صاحب، محترم محمد سلیمان قریشی صاحب کے

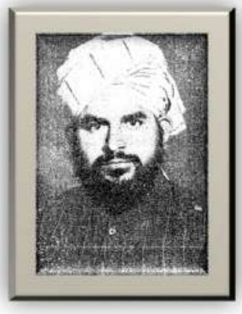

صاحبزادے تھے۔ آپ کی ولادت 1926ء میں ہوئی۔ آپ شاٹ گنڈ پائیں تحصیل ہندواڑہ ضلع بارہ مولا (کشمیر) سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ نے مروجہ تعلیم اپنے مولد کے قریب کے ہائی سکول سے پائی اور اپنی قابلیت کی وجہ سے وظیفہ بھی ملتا رہا۔ 1939ء میں آپ پنجاب آئے اور راولپنڈی اور ضلع گجرات میں دینی تعلیم حاصل کی۔ آپ

نے درس نظامی اور دورہ حدیث مکمل کیا۔ آپ نے 1949ء میں گوجر خان، مری اور ٹیکسلا میں عربی مدرس کی حیثیت سے خدمات سرانجام دیں۔

1952ء میں وزارت امور کشمیر راولپنڈی نے آپ کی خدمات سکول سروس سے مستعار لیکر مہاجرین جموں و کشمیر کے کیمپ ضلع کیمبل پور میں دینیات کا نگران اعلیٰ مقرر کیا۔ آپ نے راولپنڈی میں قیام کے دوران ملک کے اخبارات و رسائل میں اصلاح معاشرہ کے عناوین پر پر مختلف کتابچے تحریر کئے۔ 1958ء میں آپ نے ماہنامہ "تعلیم القرآن" راولپنڈی کی ادارت سنبھالی۔ اسی دوران آپ نے "کشمیر میں اسلام" نامی کتابچہ لکھا۔ راولپنڈی میں قیام کے دوران ہی آپ کے کانوں میں مسیح موعود اور مہدی مسعود علیہ السلام کی آمد کی خبر پہنچی۔ آپ چونکہ تحقیقی مزاج تھے آپ نے جماعت کا لٹریچر خود مطالعہ کیا اور دعائیں کیں۔ 1957ء میں آپ نے جلسہ سالانہ ربوہ میں شمولیت اختیار کی۔ پھر آپ 1959ء میں سلسلہ عالیہ احمدیہ میں بیعت کر کے شامل ہوئے۔ آپ لمبا عرصہ مربی سلسلہ کے طور پر جماعت کی خدمات بجالاتے رہے۔ دوران سروس آپ کشمیر، گلگت و بلتستان کی جماعتوں میں بھی رہے اور آپ نے ان جماعتوں کے احمدی احباب جماعت پر بہت گہرا اثر ڈالا۔ آپ کی درویش صفتی، زہد و تقویٰ کے اپنے و بیگانے سب معترف تھے۔ آپ نے نہایت مسکینی اور حلیمی کے ساتھ اپنی زندگی بسر کی۔ آپ کی زوجہ محترمہ بھی آپ کی طرح ایک عجیب درویش صفت نیک خاتون تھیں۔ ان کے بارہ میں کہا جاتا ہے، کہ جب گھر میں کھانے کو کچھ نہ ہوتا تو وہ مختلف پودوں کے نرم کونپلوں اور پتوں کو ساگ کی شکل میں پکا لیا کرتیں تھیں اور اللہ کے

افضال پر ہمیشہ رطب اللسان رہتیں۔ مولانا فنّ تحریر میں زبردست ملکہ رکھتے تھے۔ آپ کی یادگار تصانیف میں تاریخ احمدیت جموں وکشمیر، مسیح دجال و یاجوج ماجوج کا ظہور، امام مہدی کا ظہور، بدرسوم کے خلاف جہاد، مسلمانوں اور عیسائیوں کی کشمکش کی تاریخ اور ظہور مہدی آخر الزمان وغیرہ ہیں۔ مؤخر الذکر فضل عمر فاؤنڈیشن سے انعام یافتہ کتاب ہے۔ اس کتاب "ٹھکر خاندان: درخت وجود کی ایک سرسبز شاخ" میں محترم مولانا کا ذکر جا بجا ملے گا۔ اس خاندان کے متعلق بہت سی قیمتی معلومات آپ کی شہرہ آفاق کتاب "تاریخ احمدیت جموں وکشمیر" نے اپنے اندر سموئی ہوئی ہیں۔ آپ موصی تھے آپ نے 2 فروری سن 1964ء میں وصیت کی اور آپ کا وصیت نمبر 17367 تھا۔ آپ کی وفات 56 سال کی عمر میں 26 اگست سن 1982ء میں ہوئی۔

4۔ مولانا محمد الدین صاحب شاہد

مولانا محمد الدین صاحب شاہد محترم حاجی احمد دین صاحب کے صاحبزادے تھے۔ آپ جٹ بھٹی قوم سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کا تعلق کوٹ چھٹہ بستہ رنداں ضلع ڈیرہ غازی خان سے تھا۔ آپ کی ولادت مئی 1928ء میں ہوئی۔ آپ اللہ کے فضل سے پیدائشی احمدی تھے۔ آپ جامعۃ المبشرین میں داخل ہوئے اور 10 اکتوبر 1950 میں اپنی زندگی اللہ تعالیٰ کی راہ میں وقف کی۔ آپ نے جامعہ سے "شاہد" اور "مولوی فاضل" کی ڈگری لی۔ آپ بہاولپور میں مربی رہے اور ضلع کوٹلی میں بھی لمبا عرصہ رہے۔ آپ کوٹلی

کی جماعت کے احمدی خاندانوں کا حصہ ہی بن گئے۔ آپنہایت ہر دلعزیز دعا گو بزرگ تھے۔ آپ ہر خاندان کے ہمدرد تھے اور لوگوں کی ہر قسم کی تنگی ترشی، سرد گرم میں ہر دم ان کے ساتھ دست و بازو کی طرح خدمت کرتے رہے۔ آپ نے ٹھکر خاندان کے بزرگوں پر ایک مضمون بھی لکھا جس کے بعض حصص اس کتاب میں شامل کئے گئے ہیں۔ آپ سن 1988ء میں ریٹائر ہوئے۔ آپ موصی تھے۔ آپ کی تدفین بہشتہ مقبرہ ربوہ میں ہوئی۔

5. محترم غازی محمد صدیق راٹھور صاحب

محترم حاجی امیر عالم صاحب کے ذکر میں ان کے خسر میاں جھنڈا راٹھور صاحب کا ذکر بالتفصیل گزر چکا ہے۔ محترم غازی محمد صدیق راٹھور صاحب میاں جھنڈا خاں راٹھور صاحب کی زوجہ ثانیہ میں سے تھے۔ آپ کا سن پیدائش اندازاً 1927ء ہے۔

آپ کو غازی کے خطاب ملنے کی وجہ:

1946ء میں کوٹلی کی شاہی مسجد ہندوؤں کے قبضہ میں چلی گئی اور مسمانوں کو اس میں نماز سے روک دیا گیا۔ شروع میں احمدی بھی اسی مسجد میں نمازیں ادا کیا کرتے تھے۔ جب یہ ہندوؤں کے قبضہ میں گئی تو آپ نے چند نوجوانوں کے ہمراہ اس مسجد کا قبضہ

چھڑوایا۔ آپ نے اپنے ایام جوانی میں کو واگزار کروایا اس پر اہلیان کوٹلی نے ان کو غازی کا خطاب دیا۔ اور اسی کی 'پاداش' میں آپ کو 19 سال کی عمر میں جیل کی صعوبت کاٹنا پڑی۔

مولوی عتیق اللہ صاحب مفتی اعظم پونچھ نے اس واقعہ کو بیان کیا مگر تعصب سے بھرے دل نے ان کو اس جہاد میں شامل احمدیوں کا نام لینے کی اجازت نہ دی۔ فرماتے ہیں،

"جب کوٹلی کی شاہی مسجد کو ڈوگرہ حکومت نے مقفل کر دیا تھا اور مسجد کو واگزار کرانے کے لئے غازی الٰہی بخش، شیخ فضل لطیف اور دوسرے سرفروش مجاہدوں کی سرکردگی میں میرپور، بھمبر، پونچھ، کوٹلی میرپور وغیرہ مقامات سے جتھے آنے شروع ہوگئے۔ زعمائے مسلم کانفرنس نے پوری ریاست میں تہلکہ مچا دیا تھا اور نہایت مستعدی کے ساتھ اس مہم کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے سرگرم عمل ہوگئے تھے کہ مرزائیوں نے اپنے قادیانی پیر طریقت کے اشارے پر ایک علیحدہ مسجد کی بنیاد ڈال دی اور یوں ڈوگرہ حکومت کو یقین دلایا کہ کوٹلی کے مسلمانوں کو اب اس پرانی مسجد کی کوئی ضرورت نہیں رہی بلکہ محض شرارتاً ہنگامہ آرائی کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ اس کے بعد مسلمانوں پر جو مظالم ڈھائے گئے وہ کس سے پوشیدہ ہیں اور ستم بالائے ستم یہ کہ مسجد کو آخری لمحات تک ڈوگرہ حکومت نے واگزار نہ کیا۔"[73]

سلسلہ احمدیہ میں شمولیت وبیعت:

آپ نے مبشر خواب کے بعد سلسلہ احمدیہ کو قبول کیا۔

---

[73] آزاد کشمیر میں مرزئیوں کے ہتھکنڈے از مفتی عتیق اللہ کشمیری۔ احتساب قادیانیت جلد 49 صفحہ 27

آپ کا سن بیعت 1949ء ہے۔ آپ نے اپنی بیعت کی کہانی اپنی زبانی بیان کی ہے، فرماتے ہیں،

"میں نے دسمبر 1949ء میں پیر صلاح الدین صاحب کی کوٹھی پر (جو اصغر مال راولپنڈی پر تھی) عصر کی نماز کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر کے جماعت احمدیہ میں داخل ہوا۔ اس زمانہ میں میں سگریٹ پیا کرتا تھا مگر بیعت کے بعد میں نے سگریٹ چھوڑ دیئے۔ میری احمدیت کی کہانی کچھ اس طرح ہے کہ میرے ایک بھانجے خواجہ منظور صاحب تھے۔ ہم نے جنگ آزادی (کشمیر) اکھٹے لڑی۔ اس سے واپسی پر ہم راولپنڈی میں اکھٹے رہے۔ اس پر لوگ مجھے کہا کرتے تم مرزائی ہو گئے ہو۔ اور میں ان کو کہا کرتا کہ نہیں میں مرزائی نہیں ہوں۔ مگر لوگوں کے اصراراً کہنے پر ایک دن میں نے تنگ آکر کہا کہ، ہاں میں مرزائی ہوں۔ پھر میں نے بیعت کی۔ بیعت کرنے کے بعد، چونکہ مجھے مذہبی حوالے سے کوئی خاص معلومات نہیں تھیں۔ اس وقت میری عمر بھی کوئی 19 سال کے قریب تھی۔ لوگ مجھ سے کئی قسم کے سوالات کرتے تھے جن کی میرے پاس کوئی معلومات نہیں تھیں تو میں ان کو کوئی خاطر خواہ جواب نہیں دے سکتا تھا۔ بیعت کرنے کے دو تین ماہ بعد میرے دل میں وسوسہ پیدا ہو گیا کہ کہیں انہوں نے مجھے ورغلا کر احمدی تو نہیں کر لیا؟ پھر میں نے نمازیں پڑھنا شروع کیں۔ میں نے استخارہ کرنا شروع کیا۔ میں نے دعا کی کہ اللہ! اگر یہ صحیح راستہ ہے تو تو مجھے اس پر قائم رکھ ورنہ مجھے یہ چھڑوا دے۔ اس طرز پر میں استخارہ کرتا رہا۔ ایک دن اس استخارہ کے نتیجے میں میں نے دیکھا کہ میں ایک ایسی جگہ پر کھڑا ہوں جہاں ایکنہایت شاندار باغ ہے اس میں

کچھ قیدی ہیں جنھوں نے قیدیوں جیسے کپڑے پہنے ہوئے ہیں اور ان کپڑوں پر قیدیوں کے نمبر لکھے ہوئے ہیں۔ وہاں ایک بندہ تھا جو ان کا انچارج تھا وہ مجھے کہنے لگا کہ، کہ تم اس باغ میں کیسے آئے؟ میں نے جواب دیا کہ مجھے اس کا کچھ علم نہیں کہ میں اس میں کیسے آیا۔ اس نے کہا۔ اب یہاں ایک داروغہ آنے والا ہے تو اب تم یہاں سے نکل جاؤ۔ میں نے اس سے پوچھا کہ میں یہاں سے کیسے جاؤں؟ اس نے کہا تم یہاں سے جاؤ آگے جا کر ایک چوراہا آئے گا تم وہاں سے آگے نکل جانا وہاں ایک کوٹھی آئے گی وہاں ایک اونچی جگہ سے تم چھلانگ لگا کہ باہر نکل جانا۔ میں یہ سن کر چلا گیا۔ وہ ایک چھوٹی سی کوٹھی تھی جہاں کوئی دس پندرہ آدمی تھے۔ اس کوٹھی میں ایک کھڑکی تھی جس میں سے لوگ ایک ایک کر کے نکل رہے تھے۔ اس کوٹھی میرے بہنوئی ماسٹر امیر عالم صاحب بھی تھے اور میرے ایک بڑے بھائی حکیم فیروزالدین بھی تھے۔ میں بھی اس کھڑکی سے نکل گیا میرے بہنوئی بھی وہاں سے نکل گئے۔ مگر میرے بھائی نہیں نکل سکے۔ جب میں چھلانگ لگا کر وہاں سے نکلا تو ریت تھی جس پر اور بھی بہت سے لوگ تھے۔ وہ کہہ رہے تھے کہ ابھی آسمان سے ایک پالکی اترنے والی ہے جس میں امام مہدی ہوں گے۔ جب میں نے آسمان کی طرف دیکھا تو واقعی ایک پالکی آرہی تھی۔ جب وہ پالکی زمین پر اتری تو وہ ایک کار کی صورت میں بن گئی۔ جیسے پرانے زمانے کی کاریں ہوا کرتیں تھیں جن میں ہینڈل ہوا کرتا تھا۔ میں اور میرے بہنوئی (ماسٹر امیر عالم صاحب) وہاں قریب کھڑے ہو گئے۔ وہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پوچھا کسی کو ہینڈل مارنا آتا ہے؟ میں نے عرض کی جی حضور مجھے مارنا آتا ہے۔ میں نے دیکھا کہ حضور علیہ السلام ڈرائیور والی سیٹ پر بیٹھے تھے اور دوسری (فرنٹ) سیٹ پر حضرت خلیفہ اوّل مولوی حکیم نورالدین

صاحب بیٹھے ہوئے تھے۔ دونوں بھرپور جوان لگ رہے تھے۔ حضور علیہ السلام نے پگڑی باندھی ہوئی تھی۔ حضور علیہ السلام کی اور حضرت خلیفہ اول دونوں کی داڑھی سیاہ کالی تھی۔ میں نے ہینڈل کو بہت زور لگایا (کیونکہ میں نے کلنڈری بھی کی ہوئی تھی تو مجھے اس کا علم تھا کہ کیسے ہنڈل مارا جاتا ہے) مگر گاڑی سٹارٹ نہیں ہوئی۔ حضور علیہ السلام نے مجھے بلایا۔ میں حضور کے پاس گیا۔ حضور علیہ السلام نے دریافت فرمایا، کیا بات ہے؟ کیوں سٹارٹ نہیں ہو رہی؟ پاس ہی کھڑے ماسٹر امیر عالم صاحب نے حضور علیہ السلام سے عرض کی کہ حضور یہ کچھ کمزور ہے۔ اس پر حضور علیہ السلام نے میرے پیٹھ پر دائیں ہاتھ سے تھپکی دی اور فرمایا، جاؤ اب سٹارٹ کرو۔ میں گیا، اب کی بار گاڑی کو ہاتھ ہی لگایا تو گاڑی سٹارٹ ہو گئی۔ پھر میری آنکھ کھل گئی!

یہ خواب دیکھنے کے بعد مجھے یقین ہو گیا کہ واقعی جماعت احمدیہ برحق اور سچی ہے میں اس پر قائم ہو گیا۔ پھر اللہ کے فضل سے پانچ نمازیں پڑھنا شروع کیں اور داڑھی رکھ لی اور تہجد وغیرہ پڑھنا شروع کیا۔ مجھے سینما دیکھنے کی عادت تھی وہ بھی چھوڑ دی۔"

آپ کی شادی:

محترم الحاج امیر عالم صاحب کی ایک ڈائری سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی شادی راولپنڈی میں مؤرخہ 4 جنوری 1957ء بروز جمعۃ المبارک مبلغ 3000 روپے پر محترمہ رقیہ بیگم صاحبہ کے ساتھ ہوئی۔ آپ کا ولیمہ مؤرخہ 6 جنوری 1957ء بروز اتوار کو ہوا۔ محترمہ رقیہ بیگم صاحبہ محترم حاکم دین صاحب آف جموں کی صاحبزادی تھیں جو تقسیم ہند کے موقع پر جموں کے قتل عام میں شہید ہوئے۔

جماعتی خدمات:

آپ اپنے تلاش معاش کے سلسلہ میں گلگت اور سکر دو رہے وہاں بھی جماعت کے ساتھ منسلک رہے۔ آپ کا خاندان چونکہ جماعت کا سخت معاند تھا اس لئے آپ کو ساری زندگی اپنے بھائیوں سے سخت جماعتی مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔ آپ سن 1989ء میں اپنے بیوی بچوں کے ہمراہ یوکے منتقل ہو گئے۔ یہاں (لوٹن میں) آپ نے اپنے گھر کو نماز سینٹر بنایا۔ آپ نمازوں کے پابند، خلافت سے انتہائی عقیدت رکھتے تھے۔ آپ کی وفات 11 جولائی 2016ء میں ہوئی اور آپ کا جنازہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے پڑھایا اور لیوٹن میں جماعت کے قبرستان میں تدفین ہوئی۔

اہلیہ اور اولاد:

آپ کی اہلیہ محترمہ رقیہ بیگم صاحبہ (وفات فروری 2014ء) کا ذکر پہلے گزر چکا ہے تاہم آپ کی اولاد میں،

1. شفیق احمد راٹھور (یوکے)
2. آصفہ منصور راٹھور (کینیڈا)
3. شائستہ شفیق (کینیڈا)
4. شکیل احمد راٹھور (یوکے)

6۔ محمد نذیر کھوکھر صاحب

محترم محمد نذیر کھوکھر صاحب کا ٹھکر خاندان سے تعلق دامادی تھا، آپ محترم غازی محمد امین صاحب کی صاحبزادی محترمہ ضیاء القمر صاحبہ کے خاوند تھے۔ آپ کی پیدائش یکم اگست 1946ء میں دواراندی (ہجیرہ۔ ضلع پونچھ) میں ہوئی۔ آپ پیدائشی احمدی تھے۔ آپ محترم کرم دین کھوکھر صاحب کے صاحبزادگان میں چوتھے نمبر پر تھے اور

اپنی شرافت و نجابت، رکھ رکھاؤ، معاملہ فہمی اور زیرکی میں بہت نمایاں مقام رکھتے تھے۔ آپ کی شخصیت بہت نستعلیق تھی۔ رشتہ میں آپ میرے خالو لگتے تھے۔ میں بچپن میں آپ کو آئیڈیلائز کیا کرتا تھا۔ آپ کا چلنے کا انداز، بیٹھنے کا انداز، دھیمے لہجے میں بات کرنا، آپ کا شرمیلا پن، آپ کا بینکر ہونا میرے لئے بہت اہمیت رکھتا تھا۔ انہی کو دیکھ کر پہلے پہل میرے دل میں بینکر بننے کا امنگ پیدا ہوئی۔

آپ کی کئی خوبصورت یادیں ہیں، جن کا تفصیلی تذکرہ آپ کی صاحبزادی نور الصبا صاحبہ کے مضمون سے بھی ہوتا ہے جو کہ آگے آئے گا۔ مگر ذاتی حیثیت میں آپ کئی خوبیوں کے حامل ایک خوبصورت انسان تھے۔ بچوں سے محبت اور ان سے عزت سے پیش آنا

ایک خاص وصف تھا۔ ہمیشہ آپ کہہ کے بات کرتے اور اگر کوئی گھر چلا جاتا تو دل و نظر فرش راہ کرتے۔ جب میں جامعہ احمدیہ کی چھٹیوں میں کوٹلی جاتا اور خالہ کو ملنے ان کے گھر جاتا تو بہت خوش ہوتے اور بڑی محبت سے کہتے، 'صبا جی! کوئی کھانے پینے کا انتظام کرو، مربی صاحب آئے ہیں۔' آپ سے تعصب اور نفرت کوسوں دور تھی۔ ذیل میں آپ کی بیٹی نور الصبا صاحبہ کے مضمون کے کچھ حصے پیش کرتا ہوں جن سے ہمیں یہ معلوم ہو گا کہ ایک بیٹی نے اپنے باپ کو کیسا دیکھا!

آپ لکھتی ہیں:۔

"آپ کے والد مولوی کرم الدین مرحوم کوٹلی جماعت کے اولین احمدیوں میں سے تھے آپ کی اہلیہ محترمہ ضیاء القمر صاحبہ حاجی امیر عالم صاحب مرحوم کی پوتی ہیں۔ میرے ابو غرور و تکبر سے پاک، متحمل مزاج، منکسر، محبت و شفقت کے پیکر، بہت خوبصورت شخصیت کے مالک تھے۔ دنیا ان کو محمد نذیر کھوکھر کے نام سے جانتی ہے، ایک بہترین بینکار کے طور پر پہچانتی ہے۔ لیکن ہمارے لئے وہ بہترین ساتھی، دوست، ہمراز اور غمگسار تھے۔ بچپن کا کچھ حصہ دواراندی میں گزرا۔ کم عمری میں ہی انکی والدہ محترمہ دنیا سے رخصت ہو گئی تھیں۔ گو بڑی دادی امی نے سگی ماں سے بڑھ کر پیار اور شفقت سے انکی پرورش کی پھر بھی بچپن عسرت، تنگ دستی اور سختیوں میں گزرا۔ بہت چھوٹی عمر میں رزق حلال کی تلاش میں کراچی تک گئے۔ بتایا کرتے تھے کہ وہاں رہائش نہ ہونے کے سبب اکثر راتیں کراچی سے کوئٹہ جانے والی مال گاڑی میں بسر ہوتیں۔ آپ خوشخط تھے تو کچھ عرصہ عرائض نویسی بھی کی۔ پھر میٹرک پاس کیا تو ایک انشورنس کمپنی میں نوکری

مل گئی ، اپنی خوش اخلاقی و خوش گفتاری اور پیشہ وارانہ مہارت کے باعث قبل از وقت ٹارگٹ مکمل کر لیتے اور سال میں کئی کئی بار بونس کے حقدار ٹھہرتے۔ والد صاحب اپنے والدین کے سعادتمند اور خدمت گزار بیٹے تھے، بڑی دادی نے بھی اپنے سگے بیٹوں پر والد صاحب کو ترجیح دی اور آخری وقت تک انہی کیساتھ رہیں۔ میرے کانوں میں بڑی دادی کی آوازیں اب بھی گونجتی ہیں جو وہ ابو کو دیا کرتی تھیں،جب تک ابو جی گھر آکر بڑی دادی کا ہاتھ پکڑ کر ان کو بتانہ دیتے کہ وہ آچکے ہیں وہ سوتی نہ تھیں۔"

آپ مزید لکھتی ہیں:۔

"ہمیشہ ہی سُنتے آئے ہیں کہ "مرد روتے نہیں کہ آنسو کمزوری کی علامت ہیں" لیکن پہلی بار والد صاحب کو پھوٹ پھوٹ کر روتے ہوئے اسوقت دیکھا جب بڑی دادی کی وفات ہوئی، پھر ایک دفعہ بچپن میں بڑے بھائی ندیم احمد کی دونوں بازو فریکچر ہوئیں، تو بھی ابّو بچّوں کی طرح رو دیئے۔ اُن کے آنسو دیکھ کر مجھے اندازہ ہوا کہ چٹان جیسا سخت مرد بھی اولاد کی تکلیف دیکھ کر کیسے موم کی طرح پگھل جاتا ہے۔ آپ والدین کا فرمانبردار بیٹا ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے بہن بھائیوں کے لیے بےلوث، مخلص محبت کرنے والے بھائی تھے۔ اپنی اہلیہ سے منسلک ہر رشتے (والدین،بہن بھائی اور رشتے دار) کے ساتھ بہت بے لوث اخلاص، محبت، احترام اور عزت سے پیش آتے۔ امی کے رشتے دار بلاتکلف مہمان بنتے،ابو کے ماتھے پہ کبھی بل نہ آتے۔ امی ابو کی تنخواہ جیسے چاہتیں، خرچ کرتیں، کبھی کوئی پوچھ گچھ نہ ہوتی۔ ہماری پھوپھی نے ساری عمر بھائی کو جس نظر سے

دیکھا اس سے محبت اور تشکر کی لہریں پھوٹتی تھیں۔ والد صاحب کی کشادہ پیشانی پر ہمیشہ اولاد کے لیے مسکراہٹ اور پیار ہوتا۔ ہم سب بہن بھائیوں کو مضبوط سائبان فراہم کیا انکی زندگی میں ہم بہن بھائی دنیا کی فکروں سے آزاد رہے۔ انہوں نے ہمیں زندگی کی ہر سہولت اور آرام مہیا کیا تھا۔ والد صاحب کی پوسٹنگ زیادہ تر کھوئی رٹہ، تتہ پانی، گلپور وغیرہ میں رہی جب گھر آتے وہ دن ہمارے لیے عید کے دن جیسا ہوتا۔ پھلوں سے بھرے تھیلے اور موسمی سوغات لے کر آتے۔ میں اور میرا بھائی توقیر احمد ہم دیسی انڈے شوق سے کھایا کرتے تھے تو والد صاحب تتہ پانی سے کوٹلی آنیوالی گاڑی میں ہمارے لئے دیسی انڈے باقاعدگی سے بھجوایا کرتے۔ بہت بعد میں ابو کے ایک جاننے والے آئے تو شکوہ کیا کہ 'ہم دیسی انڈوں کو ترستے رہ جاتے تھے اور کھوکھر صاحب سارے تتہ پانی کے دیسی انڈے اپنے بچوں کو بھجوا دیا کرتے تھے۔۔۔' کہتے ہیں، "بیٹیاں ماں کی سکھی سہیلی، ہم جولی، پر چھائی ہوتی ہیں"، لیکن مَیں اپنے ابّو کی بیٹی ہوں۔مائیں تو سب کی اچھی ہوتی ہیں، لیکن مَیں وہ خوش قسمت بیٹی ہوں، جس کے نصیب میں اچھی ماں کے ساتھ شفیق ترین باپ کا پیار بھی آیا۔ بیٹیوں کے لئے باپ تحفظ کا احساس، سکون قلب کا ذریعہ اور محبت و الفت کا وہ مرکز ہوا کرتا ہے جس کو ساری زندگی وہ بھلا نہیں پاتیں۔۔۔ وہ باپ، جن سے کچھ کہنے سے پہلے مجھے سوچنا نہیں پڑتا تھا، جن سے بات کرتے ہوئے مجھے کبھی ڈر نہیں لگا، جن کی شخصیت میں رُعب و دبدبہ نہیں، بس نرمی، پیار اور اپنائیت ہی اپنائیت تھی۔ میرے ابّو نے میرے حوصلوں کو اُڑان بخشی، اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کی اجازت دیتے ہوئے یہ نہیں کہا کہ "میری عزّت کا پاس

رکھنا"، بلکہ ہمیشہ "گھبرانا نہیں، ڈرنا نہیں، مَیں تمہارے پیچھے کھڑا ہوں" جیسے الفاظ سے ہمّت بندھائی۔ کبھی مجھ پر اپنی خواہشات، آرزوؤں کا بوجھ نہیں ڈالا، جو آرزو کی، پوری ہوئی۔ اسکول کے دَور ہی سے میری پہچان ایک بہترین اسٹوڈنٹ کی تھی، نہ صرف نصابی بلکہ غیر نصابی سرگرمیوں میں بھی کسی سے پیچھے نہ تھی۔ لیکن پھر زندگی میں ایک ایسا وقت بھی آیا، جب پڑھائی میں کچھ کم زور ہوگئی، تب بھی ابّو نے کبھی نہیں ڈانٹا، یہ تک نہیں کہا کہ "تمہارے مارکس کیوں کم ہیں۔ پڑھائی میں دل کیوں نہیں لگا رہیں...؟؟اب سے تمہارا کھیلنا کودنا بند، کوئی فرمائش پوری نہیں کروں گا۔" کہی تو بس ایک ہی بات، "پریشان نہیں ہونا، محنت جاری رکھو۔" ایسا معلوم ہوتا ہے گویا یہ شعر میرے ہی ابو کے لئے لکھا گیا ہے

ؔ یہ بات سچ ہے مِرا باپ کم نہیں ماں سے — عزیز تر مجھے رکھتا ہے وہ رگِ جاں سے

ہمارے والد صاحب نے تربیت کے لئے صرف باتوں کا سہارا نہیں لیا بلکہ خود عمل کرکے دکھایا، انکی تربیت کا ہی ایک انداز تھا کہ بچپن میں ابو ہر ماہ کے آغاز پر مجھے دو روپے کے نئے نوٹوں کی دو گڈیاں دیا کرتے اور کہتے ایک آپ کا جیب خرچ اور دوسری گڈی گھر آنیوالے فقیروں کے لئے۔۔۔

ان کے قول و فعل میں کبھی تضاد نہیں پایا، انہیں کبھی جھوٹ بولتے نہیں دیکھا، کسی کے ساتھ بدتہذیبی سے پیش آتے نہیں دیکھا، کبھی کسی سے تو تڑاخ سے بات نہ کی۔ رشتے کیسے نبھائے جاتے ہیں اور ان کی اہمیت کیا ہے، یہ بھی انہی سے سیکھا۔ کس رشتے کا کیا

مقام ہوتا ہے یہ ان سے بہتر کوئی جان ہی نہیں سکتا اور اس بات کی گواہی ہمارے خاندان کا ہر فرد دے سکتا ہے۔ رشتے داروں کے لئے شجر سایہ دار تھے، ان کے گھر کے دروازے تو دور پرے کے رشتے داروں کے لئے بھی کھلے رہتے ۔ کسی پر کوئی بھی مصیبت آئے تو ان کی طبیعت بے چین ہو جاتی ہے- اکثر weekend پہ والد صاحب مجھے ساتھ لئے خاندان کی بزرگ خواتین سے ملنے جاتے انکی خیریت دریافت کرتے ان کیساتھ وقت گزارتے۔

ہم نے یہ بھی دیکھا کہ وہ دوستوں کے دوست تھے بلکہ دوستی میں ہر حد سے گزر جانے کی عملی تفسیر۔ کوئی مدد کو پکارلے تو دن اور رات کی پرواہ کئے بغیر جو وہ کر سکتے تھے وہ کرتے، ہر کسی کی خوشی و غم میں شامل ہونا اپنا فرض سمجھتے تھے۔ مہمان نواز تو ایسے کہ کھانے کے وقت اگر کوئی گھر آ جائے تو پھر وہ کھانا کھائے بغیر نہیں جا سکتا تھا، بلکہ اگر کھانے کا وقت نہ بھی ہو تو وہ کوشش کر کے کھانے تک روک ہی لیتے ۔ جماعت سے آپ کو بہت لگاؤ تھا ہر وقت جماعت کے لیے رضاکارانہ طور پر کام کرنے کے لیے تیار رہتے ۔ ساری زندگی جماعت کے مہمانوں کی خندہ پیشانی سے مہمان نوازی کی، حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کی میزبانی کا شرف بھی انکو حاصل ہوا۔ جماعتی اجلاسات میں باقاعدگی سے شرکت کرتے تھے ۔ جماعتی چندہ جات باقاعدگی سے ادا کرتے تھے بلکہ ان کی کوشش ہوتی تھی کہ سال کے شروع میں ہی تمام سال کا چندہ ادا کر دیں۔ صدقہ و خیرات یوں کرتے کہ دوسرے ہاتھ تک کو خبر نہ ہوتی، قرض دے کر بھول جایا کرتے۔ کبھی خود سے واپسی کا تقاضا نہ کرتے۔ والدہ بیان کرتی ہیں کہ منجھلے بھائی وسیم احمد کی پیدائش کے فورا

بعد والدہ صاحبہ کا ایمرجنسی اپینڈکس کا آپریشن ہوا، والد صاحب کے پاس ہسپتال کے واجبات ادا کرنے کے لئے مطلوبہ رقم نہ تھی، دوست احباب نے بھی معذرت کر لی ۔سخت پریشانی کے عالم میں راولپنڈی ہسپتال کے باہر کھڑے تھے کہ ایک شخص آیا اور دریافت کیا کہ 'کھوکھر صاحب کیا معاملہ ہے؟'بتلایا کہ ہسپتال کے واجبات کے لئے کچھ رقم درکار ہے۔ موصوف نے فورا مطلوبہ رقم والد صاحب کو دیتے ہوئے بتایا کہ 'بہت پہلے ایک دفعہ آپ نے بوقت ضرورت میری مدد کی تھی۔ آپ ہی کی بدولت آج میں اس قابل ہو سکا کہ یہ رقم آپکو لوٹا سکوں۔'جبکہ ابو جان بتایا کرتے تھے کہ بہت یاد کرنے پر بھی نہ انہیں وہ شخص یاد آیا نہ ہی یہ کہ انہوں نے کب اور کیسے اسکی مدد کی تھی!

انکی وفات کے بعد کئی ایسے لوگ تعزیت کو آئے جن سے ہم واقف نہ تھے اور انکا کہنا تھا کہ انکے گھر کا چولہا "کھوکھر صاحب" کی بدولت چلتا تھا۔ساری زندگی بہت محنت، لگن، سچائی،ایمانداری اور فرض شناسی سے کام کیا۔ اور اپنے بچوں کو بھی یہی تلقین کی کہ ہمیشہ ایمانداری، سچائی، لگن ،فرض شناسی اور محنت سے کام کرو۔بے حد خوش لباس اور طبیعت نہایت سادہ تھی۔ مزاج میں نرمی،عاجزی اور دھیما پن ان کا خاص وصف تھا۔ نہایت درجہ خلیق اور ملنسار تھے۔ غیر از جماعت احباب جو تعزیت کے لئے آئے ان کی اس خوبی کا بار بار ذکر کرتے رہے۔ آپ کے ماتحت کام کرنے والے عملے نے آپ کی اتنی خوبیاں بیان کی ہیں کہ لکھنا شروع کروں تو صفحے بھر جائیں ،اپنے دفتر میں ہمیشہ اپنے ساتھ سب کام کرنے والوں کے ساتھ بہت بے غرض بے لوث محبت کرتے تھے۔ سب کے مسئلے پریشانیاں بہت تحمل پیار سے سنتے اور ان کو بہت پیار سے حل کرتے

اپنے سب ماتحت عملے کے ساتھ رعب دار آفیسر کی بجائے دوستانہ رویہ تھا تبھی کسی کے لئے آپ شفیق باپ تھے، کسی کے بڑے بھائی تھے تو کسی کے چھوٹے بھائی اور کسی کے مخلص دوست۔

افسوس ہم ان کی شخصیت کی بہت سی جہتوں سے متعارف نہ ہو سکے آج یہ تاسف زندگی کا حصہ ہے کہ جب کہانی گو موجود تھا، ہمارا فہم اس قابل ہی نہیں تھا کہ ان موتیوں کو دامن میں سمیٹتے۔ زندگی کی کہانی کچھ سمجھ میں آنے لگی، تو چراغ کی لو ہی گل ہو گئی۔۔۔ اُن کی دعائیں، ان کی باتیں اور ان کی یادیں ہم سب کے ساتھ ہیں اور ہمیشہ رہیں گی۔ میرے ابو جی کی زندگی میرے لئے ایک مثالی زندگی تھی جس پر کوئی بھی اولاد فخر کر سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ میرے پیارے ابو جی سے مغفرت کا سلوک فرمائے، اِن کو اپنی رحمتوں کی چادر سے ڈھانپ لے، اِن کو اپنے پیاروں کے قرب میں جگہ دے اور اپنے جوار رحمت کا سایہ عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے اور اِن کی ساری اولاد کو ہمیشہ اِن کی نیکیوں کو جاری رکھنے اور اِن کی خوبیوں کو زندہ رکھنے کی توفیق دے۔ آمین ثم آمین "[74]

اہلیہ و اولاد: آپ اہلیہ محترمہ ضیاء القمر صاحبہ ہیں جن کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔ آپ کی اولاد کی تفصیل یوں ہے،

[74] مضمون محررہ مؤرخہ 13 مئی 2024ء

1. ندیم احمد کھوکھر (یوکے)
2. وسیم احمد کھوکھر (یوکے)
3. توقیر احمد کھوکھر (یوکے)
4. نورالصبا(فرانس)

وفات:

آپ کی وفات 54 سال کی عمر میں 17 جنوری 2000ء میں ہوئی اور تدفین احمدیہ قبرستان کوٹلی میں عمل میں آئی۔

7۔ مکرمہ سردار بیگم صاحبہ

محترمہ سردار بیگم صاحبہ کا تعلق ہمارے خاندان کے ساتھ اس وقت جڑا جب میرا رشتہ آپکی نواسی قدسیہ ملک صاحبہ کے ساتھ ہوا۔ رشتہ سے قبل ہمارے خاندانوں میں کوئی بھی جان پہچان نہ تھی۔ مگر صرف اور صرف احمدیت کے رشتہ نے دونوں کو خاندانوں کو ایسا شیر و شکر کیا کہ حیرت ہوتی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ برسوں سے دونوں خاندان ایک دوسرے کو جانتے ہیں۔ ایک دوسرے کے دکھوں میں دکھے اور ایک دوسرے کی خوشیوں میں خوش ہوئے۔ میں ذاتی طور پر سمجھتا ہوں کہ اس کا بڑا سہرا ہماری دادی امی اور میری اہلیہ کی نانی امی (محترمہ سردار بیگم صاحبہ) کے سر جاتا ہے۔ یہ دونوں خواتین ایسی تھیں جن کی روحیں گویا احمدیت میں گوندھی ہوئی تھیں۔ مجھے یہاں یہ لفظ لکھنے دیجیئے کہ یہ دونوں خواتین "ٹھیٹھ احمدی" تھیں۔

ولادت وابتدائی تعلیم:

آپ کی ولادت محمود آباد ضلع جہلم میں سن 1934ء میں ہوئی۔ آپ کے والد محترم ملک اللہ داد خاں عارف صاحب تھے اور دادا حضرت ملک محمد عالم صاحب صحابی سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام (وفات 1967ء) تھے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم جہلم ہی سے حاصل کی اور مڈل کا امتحان امتیازی نمبروں سے پاس کیا جس پر اس وقت کی حکومت نے

آپ کو ایک بیگھا (یعنی چار کنال) زمین بطور انعام دی اور وظیفہ لگایا۔ اس امتحان کے دوران آپ کے والد محترم نے ایک بار آپ سے پوچھا کہ تمہارا امتحان کیسا ہوا؟ اس پر آپ کی بیٹی نے کہا کہ امتحان کچھ خاص اچھا نہیں ہوا، اس پر والد محترم نے کہا کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ تم اس امتحان میں نمایاں کامیابی حاصل کروگی۔

اس کے کچھ عرصہ بعد آپ کے والد نامدار درس و تدریس کے مقدس فریضہ سے وابستہ تھے اور علاقہ میں بہت معروف تھے اور صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اولاد ہونے کے ناطے چلتے پھرتے مبلغ تھے۔ اسی پاداش میں آپ کو ایک دن سن 1947ء میں مسجد میں ایک اور احمدی بزرگ کے ساتھ گولی مار کر شہید کر دیا گیا۔ محترمہ سردار بیگم صاحبہ چونکہ اپنے بہن بھائیوں میں سب سے بڑی تھیں، نے اپنے چھوٹے بہن بھائیوں کو پالنے پوسنے میں اپنی والدہ کی مدد کے لئے سکول چھوڑ دیا۔ بہن بھائیوں کو اپنی اولاد کی طرح پالا پوسا۔ ان کو تعلیم کے زیور سے آراستہ کیا اور آپ کے تینوں چھوٹے بھائی بعد میں اساتذہ اور ہیڈماسٹر بنے اور آپکی چھوٹی بہن (محترمہ بشریٰ بیگم صاحبہ) بھی استانی رہیں۔

آپ کے اوصاف:

آپ احمدیت کے لئے ایک سونتی ہوئی تلوار تھیں۔ محمود آباد کی جماعت نے اب ایکنہایت خوبصورت مسجد بنالی ہے البتہ پرانی مسجد کا محراب (جس میں آپ کے والد

محترم کو گولی مار کر شہید کیا گیا تھا) وہ اب چند ماہ پہلے تک مسجد میں موجود تھا اور ایام گزشتہ کی ایک یادد گار کی حیثیت رکھتا تھا۔ ایک بار شر پسند ملاں اس محراب کو توڑنے کے لئے اپنے غنڈوں کے ساتھ آئے۔ آپ اپنی کرسی گھر سے اٹھا کر محراب کے ساتھ بچھا کر بیٹھ گئیں اور للکار کر کہا کہ اس محراب کو ہاتھ لگا کر دکھاؤ۔ آپ کے اس رعب سے پولیس نے آپ کا احترام کرتے ہوئے وہاں لوگوں کو منتشر کر دیا اور آپ کی بہادری سے اپنے وبیگانے حیران رہ گئے۔ اب جب آپ کی وفات ہو گئی تو آپ کی وفات کے ایک ہفتہ بعد شر پسند ملاں وہاں آئے اور اس محراب کو توڑ دیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کئی ایک نظمیں زبانی یاد کی ہوئی تھیں اور جہلم میں جلسوں و اجلاسات میں پڑھا کرتی تھیں۔ آپ کے والد محترم بھی شاعر تھے آپ نے ان کے منظوم کلام کا ایک خاصا حصہ یاد کیا ہوا تھا۔

مجھے انہوں نے بتایا کہ جب میرا رشتہ ان کی نواسی کے لئے تجویز ہوا تو انہوں نے استخارہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خواب میں دکھایا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے ایک ہاتھ میں میرا (راقم الحروف کا) ہاتھ پکڑا ہوا ہے اور دوسرے ہاتھ میں ان کی نواسی قدسیہ صاحبہ کا ہاتھ پکڑا ہوا ہے۔ اس پر آپ کی تسلی ہو گئی۔

تقسیم ہند کے بعد جب جلسہ سالانہ ربوہ میں شروع ہوا تو اس وقت سے سن 1984 تک کے سارے جلسوں میں شمولیت کی اور کسی میں بھی غیر حاضر نہ رہیں۔ ایسے ہی جب حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ سن 1991 میں قادیان تشریف لائے تو اس وقت بھی قادیان گئیں اور حضرت صاحب سے ملاقات کا شرف حاصل کیا۔

آپ نہایت غریب پرور، خدا ترس اورہمدرد دل کی مالک تھیں۔ اپنا چندہ پوری شرح کے ساتھ ادا کرتیں اور جب تحریک جدید یا وقف جدید کے جماعت کے بجٹ میں ادائیگی میں کمی ہوتی تو سیکٹریان آپ کو کہتے کہ اس کمی کو پورا کر دیں تو آپ بخوشی پورا کر دیتیں۔ آپ کو آپ کی وفات سے بہت عرصہ پہلے بتایا گیا تھا کہ آپ کی وفات جمعہ کے روز ہو گی۔ اپنی عمر کے آخر تک اس یقین پر قائم رہیں اور اللہ نے آپ کو جمعہ ہی کے روز اپنے پاس بلایا۔ وفات سے دو روز قبل جب آپ بیمار تھیں اپنے اقارب کو اپنے پاس سے اٹھایا اور کہا کہ مجھے کمرہ میں اکیلا چھوڑ دو، اور دروازہ بند کر دو، تھوڑی دیر بعد بیٹے کو آواز دی اور کہا کہ میں نے تم لوگوں کو اس لئے یہاں سے اٹھایا کہ میرا امتحان تھا اور کچھ لوگ میرا امتحان لینے آئے تھے۔ انہوں نے جانے سے پہلے مجھے بتایا کہ میں امتحان میں کامیاب ہو گئی ہوں!

وفات:

آپکی وفات 22 ستمبر 2023ء بروز جمعہ ہوئی اور آپ کی تدفین آپ کے آبائی قبرستان محمود آباد ضلع جہلم میں ہوئی۔

اولاد:

آپ کی شادی آپ کے عم زاد مکرم ملک نور محمد صاحب سے ہوئی اور آپ کی اولاد کی تفصیل یہ ہے،

1۔ ناصرہ بیگم (پاکستان)

2۔ نصرت نصیرہ (پاکستان)

3۔ ملک عارف عمر فاروق احمد (پاکستان)

4۔ وحیدہ کوثر (یوکے)

5۔ ناہید کوثر (یوکے)

8۔ میجر ابن اسلام کھوکھر صاحب

آپ مکرم محمد اسحٰق ٹھکر صاحب کی بڑی صاحبزادی محترمہ عطیہ صاحبہ کے شوہر تھے۔ آپ کا تعلق ٹھکر خاندان سے رشتہ دامادی تھا۔ آپ کا نام ابن الاسلام کھوکھر تھا اور آپ محترم منشی علم الدین کھوکھر شہید صاحب کے صاحبزادے تھے۔

پیدائش وابتدائی تعلیم:

آپ اپریل 1948ء بمقام کوٹلی پیدا ہوئے۔ آپ کی ابتدائی تعلیم کوٹلی میں ہوئی، پھر آپ نے میرپور سے ایف اے کیا اور تعلیم الاسلام کالج ربوہ سے بی اے کی ڈگری حاصل کی۔ آپ نے سن 1971ء میں فوج میں کمیشن حاصل کیا اور 1998ء میں میجر کے منصب سے ریٹائر ہوئے۔ آپ بھائیوں میں سب سے چھوٹے تھے ۔ آپ کی توجوانی کی تربیت ربوہ کے ماحول میں ہوئی، جہاں تعلیم الاسلام کالج میں اعلیٰ تعلیمی معیار کے علاوہ سپورٹس کی سہولیات بھی تھیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے ہم جماعت اور دوست ہونے کا شرف بھی حاصل ہوا۔

آپ کے اوصاف کا تذکرہ کرتے ہوئے آپ کے بڑے بیٹے مکرم لطف الاسلام صاحب لکھتے ہیں:۔

"والد صاحب بہت سے اوصاف حمیدہ کے مالک تھے۔ خاندان میں بھی مقبول تھے اور باہر بھی ہر دلعزیز تھے۔ غیر از جماعت احباب بھی بہت قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ ہر ضرورت مند کی مدد کے لئے مستعد رہتے۔ بزرگوں اور بیماروں کا خاص خیال رکھتے تھے۔ حلقہ احباب بہت وسیع تھا- جماعت کے لئے بہت غیرت رکھتے تھے جس وجہ سے دوران سروس آپ کو مشکلات کا سامنا بھی رہا۔ کئی جگہوں پر جہاں جماعت کی مسجد نہ ہوتی، اپنے مکان کو بطور نماز سنٹر پیش کر دیتے۔ خلافت سے گہرا تعلق تھا اور باقاعدگی سے حضرت خلیفتہ المسیح کو خطوط لکھتے۔ آپ کے والد، منشی علم دین شہید کی شہادت ہوئی تو اپنی پوسٹنگ آزاد کشمیر میں کروالی تاکہ مشکل حالات میں خاندان کے ساتھ رہیں۔ اپنی والدہ مرحومہ کی بہت خدمت کی توفیق بھی ملی- دوست احباب سے بھی وفا اور اخلاص کا تعلق ساری عمر رکھا۔ جب ایک عرصہ بعد بذریعہ خط حضرت صاحب جو اس وقت ناظر اعلیٰ تھے، اپنا تعارف کروایا تو جواب میں حضرت صاحبزادہ صاحب نے تحریر فرمایا 'آپ کو کون بھول سکتا ہے'۔ خاکسار جب بھی حضور اقدس سے ملاقات کے لئے حاضر ہوتا ہے اکثر حضور والد مرحوم کو "لالا اسلام" کے نام سے یاد فرماتے ہیں۔"[75]

اہلیہ اور اولاد:

پہلے تذکرہ ہو چکا ہے کہ آپ کی اہلیہ عطیہ صاحبہ، یوکے ہیں اور آپ کی اولاد کی تفصیل اس طرح ہے،

1. لطف الاسلام (یوکے)

[75] تحریر لطف الاسلام صاحب محررہ مؤرخہ 6 جون 2024ء

2. عطاالاسلام (راولپنڈی، پاکستان)
3. فخر الاسلام (یوکے)
4. نجم الاسلام (نیوزی لینڈ)
5. ندا نصرت (یوکے)

وفات:

سروس سے ریٹائر ہونے کے کچھ عرصہ بعد ہی کینسر کے عارضہ میں مبتلا ہوئے۔ بہت جوانمردی سے دو سال بیماری کا مقابلہ کیا اور 28 مئی 2001ء کو وفات پائی۔ آپ کوٹلی کے احمدیہ قبرستان میں مدفون ہیں۔

9۔ محمد سلیم صدیقی صاحب

پیدائش:

آپ غازی محمد امین صاحب کے داماد تھے۔ محترمہ صادقہ نازش صاحبہ کی پہلی شادی آپ سے ہوئی تاہم آپ کی وفات کے بعد ان کی شادی مکرم طارق اعظم صاحب آف یوکے ہوئے۔ آپ کو ٹھکر خاندان سے تعلق دامادی تھا۔ آپ کی پیدائش سن 1954ء کی ہے۔ آپ مکرم محمد یامین صدیقی صاحب آف راولپنڈی کے صاحبزادے تھے۔

آپ کے اوصاف:

آپ کے والد محترم کی وفات کے بعد آپ چھوٹی عمر میں ہی رزق روزی کی تلاش میں مختلف کام کرتے رہے۔ بسلسلہ معاش آپ سعودی عرب میں بھی ایک خاصا عرصہ مقیم رہے۔ وہاں آپ کو کئی بار عمرہ اور تین بار حج بیت اللہ کی سعادت نصیب ہوئی۔

پھر پاکستان واپس آئے اور آپ کی شادی محترمہ صادقہ نازش صاحبہ سے ہوئی۔ کچھ عرصہ آپ نے صدر، راولپنڈی میں گارمنٹ سٹور کھولا۔ وہاں کچھ عرصہ کام کیا مگر یہ کچھ خاص فائدہ مند نہ ہوا۔ پھر آپ کوٹلی آزاد کشمیر منتقل ہو گئے۔ جہاں آپ نے مختلف کام کئے۔ آپ کی امانت و دیانت کی وجہ سے اپنوں پرایوں سبھی میں خاص احترام تھا۔ آپ نے ایک عرصہ احمدیہ مسجد کوٹلی میں بحثیت خادم مسجد فرائض بڑی ذمہ داری کے ساتھ ادا کئے۔ مرکزی مہمانوں کے ساتھ اور ضلع کوٹلی میں کام کرنے والے معلمین و مربیان کے ساتھ دوستانہ تعلق تھا۔ آپ بہت گھل مل جانے والے تھے اسی بناء پر کئی غیر احمدی احباب بھی آپ سے موانست رکھتے تھے۔ آپ

کی ایک بڑی خوبی یہ تھی کہ آپ نے ساری عمر سفید پوشی کی زندگی گزاری اور بڑے صبر اور استقلال کے ساتھ گزاری۔ آپ کے ہاں اولاد نہیں تھی مگر اس کا شکوہ کبھی اپنی زبان پر نہ لائے۔ ہمیشہ اللہ کی رضا میں راضی رہے۔ اپنے بہن بھائیوں کے ساتھ ساتھ اپنی اہلیہ کے بہن بھائیوں اور ان کی اولادوں کے ساتھ بہت عزت و احترام اور شفقت

سے پیش آتے تھے۔ ہر ایک کی مدد کے لئے اپنا ہاتھ آگے بڑھاتے اور اپنی تمام کوشش سے مدد کرتے۔

وفات:

آپ کو برین ٹیومر ہوا اور کچھ ماہ علالت کے بعد اپنی جان جان آفریں کے سپرد کی۔ آپ کی وفات 20 جنوری 2017ء کو راولپنڈی میں ہوئی اور آپ اللہ کے فضل سے موصی تھے آپ کا جنازہ احاطہ دفاتر صدر انجمن احمدیہ ربوہ میں ادا کیا گیا اور آپ کی تدفین بہشتی مقبرہ دارالفضل ربوہ، میں ہوئی۔ آپ کا وصیت نمبر 90977 تھا، آپ کے جنازہ میں ضلع کوٹلی، راولپنڈی اور ربوہ کے لوگوں نے کثیر تعداد میں شمولیت اختیار کی۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے ساتھ رحمت و شفقت کا سلوک فرمائے اور آپ کی خدمتوں کا بہترین صلہ بخشے۔ آمین

10۔ حامد مقصود عاطف صاحب مربی سلسلہ

پیدائش:

مکرم حامد مقصود عاطف صاحب، مکرم پروفیسر مسعود احمد صاحب اور محترمہ رضیہ درد صاحبہ کے ہاں یکم فروری 1969ء پیدا ہوئے۔ آپ مکرم محمد ریاض ٹھکر صاحب اور محترمہ امتہ السلام صاحبہ کے داماد تھے۔

تعلیم:

مکرم حامد مقصود عاطف صاحب استاذی المحترم حضرت سید میر محمود احمد ناصر صاحب مدّ ظلہ العالی کے ساتھ، ایام طالبعلمی میں

آپ کی ابتدائی تعلیم، تعلیم الاسلام سکول سے ہوئی، آپ نے سن 1983ء میں میٹرک کیا، بعد ازاں آپ جامعہ احمدیہ ربوہ میں داخل ہوئے۔

آپ نے اپنے جامعہ احمدیہ میں اپنے بزرگ نانا حضرت مولانا عبدالرحیم درد صاحب کی سیرت و سوانح پر یک ضخیم مقالہ لکھا جو بعد میں کتابی صورت میں چھپ گیا۔ آپ نے جامعہ احمدیہ ربوہ سے شاہد کی ڈگری حاصل کی ۔ آپ سن 1991ء میں جامعہ احمدیہ ربوہ سے فارغ التحصیل ہوئے۔

پاکستان کے طول و عرض میں خدمات:

آپ مربی سلسلہ کے طور پر پاکستان کے مختلف علاقوں جن میں جڑانوالہ ضلع فیصل آباد،

مردان، کوٹلی آزاد کشمیر وغیرہ میں تعینات رہے۔

کوٹلی آزاد کشمیر سے واپسی پر آپ کو جماعت نے نمل یونیورسٹی اسلام آباد میں فرانسیسی زبان میں مہارت حاصل کرنے کے لئے داخل کروایا۔

آئیوری کوسٹ، برکینا فاسو میں تقرر:

نمل یونیورسٹی میں تعلیم مکمل ہونے کے بعد آپ کا تقرر آئیوری کوسٹ میں بطور مبلغ ہوا۔ یہاں کچھ عرصہ خدمت کے بعد جب آئیوری کوسٹ میں سول جنگ شروع ہوئی تو آپ کے گھر کا سارا سامان لوٹ لیا گیا۔ مگر اللہ کے فضل سے جانیں بچ گئیں۔ پھر مرکز کی ہدایت پر کئی دنوں کا سفر کر کے نہایت کسمپرسی کی حالت میں برکینا فاسو پہنچے۔

یہاں آپ کا تقرر ہو گیا۔ آپ کا تقرر فیلڈ میں بطور مربی سلسلہ ہوا۔ کچھ عرصہ جماعت کے ریڈیو سٹیشن میں بھی خدمت کی۔

آپ کے اوصاف:

آپ ہر دلعزیز شخصیت کے مالک تھے۔ نہایت ہنس مکھ اور بزلہ سنج تھے۔ محفل میں بیٹھ کر محفل کو کشت زعفران بنا دیتے تھے۔ بچوں سے پیار بڑوں کا ادب آپ کا نمایاں وصف تھا۔ زبانوں میں بہت جلد مہارت حاصل کر لیتے تھے۔ مجھے یاد ہے کہ ایک بار آپ ٹی وی پر ایک مزاحیہ پشتو ڈرامہ دیکھ رہے تھے اور ہنس رہے تھے تو میں نے پوچھا آپ کو پشتو

آتی ہے ؟تو کہنے لگے ہاں میں جب مردان میں تھاتو میں پشتو سیکھ لی تھی۔ مردان میں آپ کا تقرر بہت تھوڑے عرصہ کے لئے ہوا تھا۔

ایسا ہی جب آپ نے فرانسیسی سیکھی تو اچھے پائے کی زبان سیکھی۔ جب آپ شدید بیمار ہونے پر واپس پاکستان آئے تو جب طبیعت کچھ سنبھلی تو دفتر وکالت تبشیر نے آپ کی ڈیوٹی مبلغین کو فرانسیسی زبان پڑھانے پر لگادی گئی جنہوں نے بعد میں فرانسیسی زبان بولے جانے والے ممالک میں خدمت کے لئے جانا تھا۔ آپ کے اوصاف میں ہر شخص کی طبیعت کے مطابق اس کے ساتھ رویہ رکھنا بھی تھا۔بزرگوں کے ساتھ متانت نوجوانوں کے ساتھ خوش مزاجی بچوں کے ساتھ بچوں کی سی معصومیت دکھانا آپ کی قابل رشک خوبی تھی۔ جو بھی آپ سے ملتا آپ کی خوش مزاجی کا معترف ہو جاتا۔ آپ کے والد محترم آپ کے ایام نوجوانی میں ہی وفات پاگئے تھے مگر آپ کی مکمل شخصیت سے کبھی اس بات کا تصور بھی نہ ہوتا کہ آپ کے والد محترم کی وفات کی وجہ سے آپ کی تربیت میں کسی قسم کی کوئی کمی رہ گئی۔ آپنہایت ہمدرد تھے۔ مجھے یاد ہے جب ہمارے بڑے ماموں (مکرم فضل الرحمٰن صاحب) کی وفات ہوئی تو اس کے کچھ عرصہ بعد آپ افریقہ سے واپس آئے۔ جب آپ کوٹلی آئے تو شائد اگلے دن صبح ہی ہمارے ٹی وی والے کمرے میں جہاں امی کچھ گھر کا کام کر رہی تھیں، امی کے پاس آئے اور ماموں کی تعزیت کی۔ امی مربی صاحب (جو کہ میرے پھوپھا لگتے تھے) کی باتیں سن کر رو پڑیں تو ان کے ساتھ کافی دیر تک باتیں کرتے رہے اور ہمدردی کرتے رہے۔ جب دیکھا کہ

ماحول رنجیدہ ہو گیا ہے تو امی کو کہا، باجی میں آپ کو ایک لطیفہ سناتا ہوں۔ کوئی لطیفہ سنایا تو ماحول یکسر بدل گیا۔

مجھے یاد ہے جب میں نائجیریا میں تھا اور مربی صاحب پھوپھو وغیرہ برکینا فاسو میں تھے۔ جب میری امی کی وفات ہوئی تو مجھے قریباً ہر روز دن میں کئی بار کال کر کے دلاسہ دیتے، ہمدردی کرتے صبر ور حوصلہ کی تلقین کرتے۔ان کی اپنی والدہ محترمہ رضیہ درد صاحبہ کی وفات بھی

تب ہوئی جب آپ میدان عمل میں تھے۔ مجھے ان کی والدہ کی بیماری کا علم تھا مگر وفات کا پتہ نہیں چلا، ایک دن جب میں نے ان کو کال کی تو ان کی والدہ کا حال دریافت کیا تو بڑے صبر و استقلال سے کہنے لگے، "جہاں چلی گئیں وہاں ٹھیک ہی ہوں گی" اس سے مجھے معلوم ہوا کہ ان کی وفات ہو گئی ہے۔

نہائت منکسر المزاج اور حیادار تھے۔ لحاظ کرنا جانتے تھے۔ رشتوں میں بعض دفعہ جھک بھی جایا کرتے تھے۔ مگر اپنی عزت نفس اور خودداری کو ہمیشہ ملحوظ رکھتے تھے۔ جن دنوں آپ کوٹلی میں مربی تھے تو میری تبھی آپ کے ساتھ دوستی ہو گئی، خیر وہ تو سب ہی کے

دوست تھے۔ ایک دن مسجد میں وقار عمل تھا تو اس کے بعد انہوں نے کہا 'میں نے آج کھانا بنایا ہے بڑا مزے کا۔۔۔ آنا مل کے کھائیں گے۔'

جب میں گیا اور پوچھا پکایا کیا ہے؟ تو بولے، "گونگلو" (یعنی شلجم) میں نے کہا 'ہم کشمیری ہیں اور بکرے کے گوشت سے نیچے کچھ پسند نہیں کرتے' اس پر بہت ہنسے اور کہنے لگے، 'آؤ بڑے مزے کے بنے ہیں' تندور سے روٹیاں منگوائیں اور سالن لے کر آئے جس میں موٹے موٹے شلجم تھے اور شوربا۔ مگر ان کی خوبصورت شخصیت اور من موہنی باتیں یقیناً اس کھانے سے زیادہ مزے کی تھیں سو ہم نے بہت مزے سے کھانا کھایا۔ کھانے کے بعد ایک ہی چیز بچی اور وہ تھے شلجم!!!

آئیوری کوسٹ میں قیام کے دوران سن 1997ء، میں آپ نے مجھے ایک خط لکھا، ان دنوں میں نیا نیا جامعہ احمدیہ ربوہ میں داخل ہوا تھا، آپ نے تحریر کیا،

"جامعہ میں داخلہ اُتنا اہم نہیں جتنا اس میدان کو ہمت و حوصلے اور عقل سے طے کرنا ہے۔ جو راستہ تم نے چنا ہے اگرچہ بہت اچھا ہے مگر بعض اوقات مشکل بھی ہو جاتا ہے۔ اس میں اپنی انا کو بھی بعض اوقات قربان کرنا پڑتا ہے۔۔۔ جامعہ میں تعلیم کے ساتھ ساتھ طالبعلم کے رویہ کو بہت پرکھا جاتا ہے اور یہ ساری چیزیں اس کا مستقبل طے کرتیں ہیں۔ بعض ان دیکھی آنکھیں ہماری نگرانی کرتی ہیں جس میں سب سے اوّل نمبر پر اللہ ہے۔ اللہ سے تعلق جتنا مضبوط ہو گا اتنے مسائل کم ہوں گے۔"[76]

اسی طرح آپ نے ایک اور خط میں مجھے لکھا،

---

[76] خط محررہ 23 اکتوبر 1997ء از ابی جان، آئیوری کوسٹ

"جامعہ میں پڑھائی میں صرف کورس کی کتابیں ہی مفید نہیں بلکہ اپنے مطالعہ کو وسیع کرنے کے لئے اسی مضمون میں دوسری کتابیں ضرور پڑھو۔ لائبریری سے کتابیں لے کر ضرور پڑھو۔ بعض اوقات نئی نئی معلومات ملتی ہیں ذہن میں وسعت پیدا ہوتی ہے۔ اسی طرح عام معلومات ایک مشنری کے لئے بہت ضروری ہے۔ نامعلوم اس کو کس دن کس کے ساتھ کس موضوع پر گفتگو کرنی پڑ جائے۔"[77]

"وقت ضائع کرنے کے بہت سے مواقع ملیں گے مگر یہ صرف تم جانتے ہو کہ کس طرح وقت بچایا جا سکتا ہے۔ غلط لڑکوں کی دوستیوں سے بچو کیونکہ شیطان ایسے بھی حملہ کرتا ہے اور خدا سے کوئی بھی کہیں بھی کچھ بھی پوشیدہ نہیں نمازوں کے ساتھ نوافل اور تہجد میں باقاعدگی رکھو۔ خدا تمہیں اعلیٰ سے اعلیٰ ترقیات دے۔ کاش میں پاکستان ہوتا تو بہت مزہ آتا۔ مگر اصل تعلق تو تعلق باللہ ہے اور وہی کام آتا ہے۔ انسان تو فانی ہے آج ہے کل نہیں! انسان بدل جاتا ہے مگر خدا نہیں بدلتا، جب تک انسان نہ بدلے۔"[78]

آپ کی ان دلکش اور مفید نصائح نے مجھے بہت کچھ فائدہ دیا۔ جامعہ کے دوران بھی اور بعد از جامعہ بھی ان نصائح کا اثر مجھ پر ہوا اور ان سے متمتع ہوا۔

آپ کی شدید بیماری اور افریقہ سے واپسی:

آپ ایک لمبا عرصہ افریقہ میں رہے اور یہاں قیام کے دوران آپ کو ذیابیطس کی بیماری لاحق ہوئی جو وقت کے ساتھ ساتھ بڑھتی گئی۔ یہاں تک کہ اس کا نہایت خوفناک اثر آپ کے گردوں پر ہوا۔ حضرت خلیفۃ المسیح ایدھم اللہ تعالیٰ نے آپ کو بغرض علاج

---

[77] خط محررہ 14 مارچ 1998ء از ابی جان، آئیوری کوسٹ

[78] خط محررہ 30 اگست 1998ء از ابی جان، آئیوری کوسٹ

واپس پاکستان بھجوایا، اور آپ مؤرخہ 10 جنوری 2016ء پاکستان واپس آ گئے۔ یہاں کچھ عرصہ علاج چلتا رہا، مگر آپ جانبر نہ ہو سکے۔

وفات:

ہسپتال داخل ہونے تک آپ دفتر وکالت تبشیر میں جاتے رہے اور فرائض سر انجام دیتے رہے۔ ان دنوں آپ کے ہفتہ میں دو بار ڈائلیسز ہوا کرتے تھے، کچھ دن کومہ میں رہے کے بعد آپ 22 نومبر 2017ء کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اے لئیم

تو نے وہ گنج ہائے گراں مایہ کیا کئے؟

آپ موصی تھے اور آپ کا وصیت نمبر 32409 تھا۔ آپ کو پرانے بہشتی مقبرہ میں دفن کیا گیا۔

آپ کی شادی اور اولاد:

آپ کی شادی مکرمہ فرحت ریاض صاحبہ بنت محمد ریاض ٹھکر صاحب و مکرمہ امتہ السلام صاحبہ کے ساتھ 1995ء میں ہوئی۔ اور آپ کی اولاد کی تفصیل یوں ہے۔

1۔ حانیہ عاطف اہلیہ منیب احمد صاحب (ربوہ)

2۔ خلود عاطف (ربوہ)

3۔ واصف احمد عاطف (آسٹریلیا)

11۔ محمد ارشد زبیر صاحب

پیدائش و تعلیم:

آپ بھی مکرم محمد اسحٰق ٹھکر صاحب کی چھوٹی صاحبزادی محترمہ عائشہ طلعت صاحبہ کے شوہر تھے۔ آپ کا تعلق ٹھکر خاندان سے رشتہ دامادی تھا۔ آپ کا نام محمد ارشد زبیر تھا اور آپ محترم چوہدری محمد طفیل صاحب کے صاحبزادے تھے۔ آپ 14 مارچ سن 1964ء بمقام راولپنڈی پیدا ہوئے۔ آپ کی تعلیم راولپنڈی میں ہوئی۔ آپ سول انجینئر تھے۔

جماعتی خدمات:

آپ کی جماعتی خدمات کا عرصہ تیس پینتیس سال پر محیط ہے۔ آپ قائد مجلس خدام الاحمدیہ بھی رہے پھر سیکریٹری مال رہے۔ آپ سیکرٹری جائیداد بھی رہے۔

آپ کی حاضر دماغی اور حسن ظرافت کا ذکر کرتے ہوئے آپ کی اہلیہ محترمہ لکھتی ہیں:۔

"ارشد بہت مزاحیہ طبیعت اور حاضر دماغ تھے۔ ایک دن ایسا ہوا کہ گھر کے فون کی گھنٹی بجی تو ارشد نے فون اٹھایا، تو فون کرنے والے نے کہا، کہ صدر صاحب سے بات ہو سکتی ہے؟ (دراصل یہ فون جماعتی حلقہ کے صدر کے لئے تھا) ارشد نے بڑی حاضر دماغی سے جواب دیا، 'جی بات ہو سکتی ہے! لیکن کیا آپ بتانا پسند کریں گے کہ امریکہ کے صدر یا

پاکستان کے صدر، کس سے بات کرنی ہے؟ اس پر کال ملانے والے نے فون بند کر دیا!"[79]

اہلیہ اور اولاد:

آپ کی اہلیہ عائشہ طلعت صاحبہ، یوکے ہیں اور آپ کی اولاد کی تفصیل اس طرح ہے،

1. حانیہ طلعت اہلیہ **عمیر احمد صاحب** (یوکے)
2. حسّان محمود (یوکے)
3. غزالہ ملیحہ زبیر (یوکے)
4. عافیہ زبیر (یوکے)

وفات:

آپ کی وفات 8 فروری 2003ء میں ہوئی۔ آپ موصی تھے، آپ کا وصیت نمبر 40858 تھا۔ آپ واٹفورڈ کے قبرستان میں مدفون ہیں۔

---

[79] تحریر عائشہ طلعت صاحبہ محررہ مؤرخہ 6 جون 2024ء

12۔ ملک محمد اختر صاحب

ملک محمد اختر صاحب، محمود آباد ضلع جہلم سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ میرے خسر تھے۔

ولادت وابتدائی تعلیم:

آپ کی ولادت ملک محمد افضل خان صاحب کے ہاں سن 1939ء میں ہوئی۔ آپ کے پردادا ملک صوبہ خان صاحب اٹک سے جہلم میں آباد ہوئے۔ آپ کے دادا ملک صوبیدار احمد خاں صاحب پہلی جنگ عظیم میں میں بصرہ میں دولت مشترکہ کی طرف سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔اس قربانی پر ملکہ وکٹوریہ نے آپ کے خاندان کو سرگودھا میں زمین الاٹ کی۔

ملک محمد اختر صاحب کی ابتدائی تعلیم جہلم میں ہی ہوئی اور آپ نے اعلیٰ تعلیم پنجاب یونیورسٹی سے حاصل کی۔

آپ کے اوصاف:

آپ سائنس ٹیچر تھے۔ آپ نے ضلع جہلم اور ضلع گجرات کے مختلف درسگاہوں میں پڑھایا اور نیک نامی کمائی۔ آپ ایک ماہر استاد تھے۔ آپ کے ایک دوست ملک ظہور احمد صاحب نے مجھے بتایا کہ ایک بار پنجاب تعلیمی بورڈ نے نئے سال کی ریاضی کی ٹیکسٹ بکس شائع کیں۔ اس ریاضی کی کتاب میں ایک پیچیدہ سوال جو مشق سے قبل بطور نمونہ حل کر کے طلبہ کی آسانی کے لئے درج کیا گیا تھا، بظاہر اس سوال کے حل میں کوئی غلطی نہیں تھی۔ مگر آپ کو اس سوال کے حل کرنے میں کچھ خرابی نظر آئی اس پر آپ نے پنجاب

ٹیکسٹ بک بورڈ کو خط لکھا اور اپنے تحفظات سے آگاہ کیا نیز درست طریق سے اس پیچیدہ سوال کو حل کر کے بھیجا اس پر پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ نے آپ کو شکریہ کا خط لکھا اور ان کتب کو دوبارہ سوال درست کر کے شائع کیا۔

آپ نہایت زیرک، معاملہ فہم اور جہاندیدہ آدمی تھے۔ آپ جماعت احمدیہ محمود آباد کے سیکرٹری تعلیم تھے اور ضلع جہلم میں سیکریٹری وقف نو کی حیثیت سے خدمات ادا کرتے رہے۔ آپ کی سب سے بڑی صاحبزادی مکرمہ قدسیہ عظیم صاحبہ میری اہلیہ ہیں، آپ اپنے والد محترم کے بارہ میں لکھتی ہیں،

"میرے والد ایک نہایت شفیق، محبت کرنے والے اور رحم دل انسان تھے۔ ان کا دل ہر وقت دوسروں کی مدد کے لیے بے تاب رہتا، چاہے وہ کوئی قریبی رشتہ دار ہو یا کوئی اجنبی۔ ان کی شفقت اور نیکیوں کی روشنی آج بھی ان کے چاہنے والوں کے دلوں میں جگمگا رہی ہے۔ وہ ایک عظیم استاد بھی تھے، جن کے شاگرد آج تک انہیں محبت اور عزت سے یاد کرتے ہیں۔

والد صاحب نے ہمیشہ اپنی اولاد کے لیے اپنی ہر ممکن کوشش کی تاکہ ہمیں ایک بہتر زندگی ملے۔ مگر ان کی شخصیت کا سب سے خوبصورت پہلو یہ تھا کہ وہ ایک مثالی شوہر بھی تھے۔ انہوں نے میری والدہ کے لیے ہر وہ خوشی فراہم کی جس کی ایک بیوی خواہش کر سکتی ہے۔ وہ ایک مضبوط سہارا تھے، اور جب وہ دنیا سے چلے گئے تو میری والدہ یوں بے

بس ہو گئیں جیسے کسی بچے سے اس کا سہارا چھین لیا جائے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ ان کا ساتھ دیا اور انہیں حوصلہ بخشا۔

میرے والد مجھ سے بے پناہ محبت کرتے تھے۔ ان کی وفات سے کچھ دن پہلے میں گھر پر نہیں تھی، میں ربوہ میں تھی کیونکہ ہم نائیجیریا جانے کی تیاری کر رہے تھے۔ اچانک والد صاحب کا فون آیا، اور انہوں نے سختی سے کہا کہ آج ہی گھر واپس آؤ۔ میں نے سوچا کہ دوپہر کے بعد جہلم پہنچنا مشکل ہو گا، مگر والد صاحب کی بار بار تاکید کے باعث ہم فوراً نکل پڑے۔ جب ہم گھر پہنچے، تو والد صاحب کو ایک عجیب سی تسلی مل گئی۔ اسی رات میری والدہ میرے پاس آئیں اور کانپتی ہوئی آواز میں بولیں: "اٹھو، تمہارے والد اب اس دنیا میں نہیں رہے۔" وہ لمحہ ہماری زندگی کا سب سے تکلیف دہ لمحہ تھا۔ یوں لگا جیسے وقت تھم گیا ہو، جیسے ہماری دنیا ایک لمحے میں خالی ہو گئی ہو۔ مگر میں حیران تھی کہ والد صاحب نے مجھے آنے پر اتنا زور کیوں دیا تھا، جیسے انہیں پہلے سے معلوم تھا کہ ان کی رخصتی قریب ہے۔

کچھ دن پہلے میں نے والد صاحب سے کہا تھا کہ میں اپنے شوہر کو دیکھنا چاہتی ہوں جو نائیجیریا میں جماعت کی خدمت کر رہے تھے۔ وہ اس وقت جائے نماز پر بیٹھے دعا کر رہے تھے۔ انہوں نے سکون سے کہا، "تم انہیں چند دن میں دیکھو گی۔" اور پھر میں نے دیکھا کہ کس طرح اللہ نے ان کی دعا قبول کی، کیونکہ والد صاحب کی وفات کے دو دن بعد میرا شوہر واپس آ گیا۔ اللہ کی قدرت اور اس کی مصلحتیں انسان کی سمجھ سے باہر ہیں۔ میرے والد ہمیشہ میرے لیے ایک مضبوط سہارا تھے۔ جب بھی مجھے کسی چیز کی ضرورت ہوتی، وہ ہمیشہ میرے لیے حاضر رہتے۔ آج بھی میں جب کسی مہربان اور شفیق شخصیت کو

دیکھتی ہوں تو مجھے اپنے والد کی یاد آتی ہے۔ وہ مجھے آج بھی اپنے سائے کی صورت میں محسوس ہوتے ہیں۔

میری والدہ نے ایک خوبصورت واقعہ سنایا کہ ایک بار جب حضرت مرزا طاہر احمد رحمہ اللہ وقف جدید کے ناظم تھے، تو میرے والد ان سے ملے اور عرض کیا: "میرے دو بیٹیاں ہیں، دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بیٹے بھی عطا کرے۔" حضرت صاحب نے فرمایا: "ہاں، اب اللہ تمہیں بیٹے دے گا۔" اور پھر اللہ نے والد صاحب کو بے شمار برکتوں سے نوازا۔

میرے والد ایک بہترین بیٹے، شفیق بھائی، محبت کرنے والے شوہر، مثالی باپ، بہترین داماد، مہربان بہنوئی، اور عظیم استاد تھے۔ ان کی شخصیت ایک مکمل انسان کا نمونہ تھی، جو دوسروں کے لیے جیتا تھا اور اپنی زندگی دوسروں کے لیے وقف کر چکا تھا۔ اللہ تعالیٰ ان کی روح کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ہمیں ان کی نیکیوں پر چلنے کی توفیق دے۔ آمین۔"[80]

وفات:

آپ کی وفات مؤرخہ 25 فروری 2006ء بروز ہفتہ ہوئی۔ آپ کی تدفین آپ کے آبائی قبرستان محمود آباد جہلم میں عمل مین لائی گئی۔

آپ کی زوجہ و اولاد:

آپ کی زوجہ کا نام ناصرہ بیگم ہے۔

---

[80] تحریر مؤرخہ 12 اپریل 2024ء

آپ ملک نور محمد صاحب آف محمود آباد جہلم کی صاحبزادی ہیں۔ آپ کی اولاد کی تفصیل یوں ہے۔

1۔ قدسیہ عظیم اہلیہ عبدالعظیم احمد (یوکے)

2۔ ذکیہ شکیل اہلیہ شکیل احمد خان (فرانس)

3۔ ملک محمد ناصر (فرانس)

4۔ ملک محمد سلمان (جرمنی)

5۔ ملک محمد جمال (پاکستان)

6۔ ملک محمد قمر (پاکستان)

7۔ ملک محمد اعجاز (پاکستان)

8۔ ملک محمد اجمل رضا (پاکستان)

9۔ ملک محمد ماجد خان (پاکستان)

10۔ عروہ سندس اہلیہ توصیف احمد (کینیڈا)

حرف آخر

الحمد للہ آج یہ کتاب اپنے اختتام کو پہنچی۔ اس سنگ میل کو طے کرنے میں کئی ایک لوگوں کا تعاون شامل حال رہا۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ان سب کو اپنے افضال و انعامات کا وارث بنائے اور اس کتاب کو نافع الناس بنائے۔ اس کتاب کی اشاعت میں درج ذیل احباب و خواتین کی مالی معاونت حاصل رہی۔اللہ تعالیٰ ان کی اس قربانی کا ثواب ان کے مرحوم والدین کو عطا فرمائے۔ آمین

1۔مکرمہ امتہ الحفیظ صاحبہ (یوکے)

2۔اولاد مکرم ڈاکٹر داؤد احمد صاحب (یوکے)

3۔مکرم نعیم اللہ ٹھکر صاحب (امریکہ)

4۔مکرمہ منصورہ کریم الدین صاحبہ (یوکے)

5۔مکرمہ طاہرہ مبارک صاحبہ (یوکے)

6۔مکرم ثاقب ندیم صاحب (یوکے)

7۔مکرم رفیع الدین ٹھکر صاحب (یوکے)

8۔انوار الحق ٹھکر صاحب (یوکے)0

9۔مکرم نعیم فاروق صاحب (فرانس)

10۔ ماہم نورین صاحبہ (فرانس)

ہم سبھی نے زندگی میں ایسے لوگوں سے ملاقات کی ہے جنہوں نے اپنی زندگی کا ایک بڑا حصہ علم کی روشنی پھیلانے میں وقف کر دیا ہے۔ خواجہ عبد العظیم احمد، جن کی یہ کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے، ایسے ہی ایک صاحبِ طرز مصنف ہیں جنہوں نے اپنی زندگی کو علم و دانش کی خدمت کے لیے وقف کر دیا۔ آپ نے اپنی زندگی کے قیمتی اٹھارہ برس افریقہ کے دور افتادہ علاقوں میں گزارے، جہاں آپ نے علم کی شمع روشن کیے رکھی۔ ان دور دراز علاقوں میں، جہاں تعلیم تک رسائی محدود تھی، آپ نے علم کی پیاس بجھائی اور نوجوان نسل کو تعلیم کی روشنی سے منور کیا۔

خواجہ عبد العظیم احمد کو علم لغت، علم تفسیر اور عربی زبان پر گہری دسترس حاصل ہے۔ آپ کے متعدد علمی و تحقیقی مضامین بڑے شہرت یافتہ تحقیقی رسالوں میں شائع ہو چکے ہیں۔ ان کے مضامین میں علم کی گہرائی، تحقیق کی باریکی اور فکر کی بلندی کا واضح اظہار ملتا ہے۔ آپ کی تحریریں صرف علم کی ترسیل کا ذریعہ نہیں بلکہ قاری کو علم کی دنیا کے نئے افق تلاش کرنے کی دعوت بھی دیتی ہیں۔

آپ کے لیے تعلیم صرف ایک پیشہ نہیں بلکہ ایک جذبہ تھا۔ آپ نے اپنے طلبہ کو صرف کتابوں کا علم ہی نہیں بلکہ زندگی کے گہرے سبق بھی سکھائے۔ آپ نے انہیں علم کے ساتھ ساتھ انسانیت، اخلاق، اور سماجی ذمہ داری کا درس بھی دیا۔ آپ نے ان کے اندر خود اعتمادی اور اعتماد پیدا کرنے کی کوشش کی تاکہ وہ مستقبل میں اپنے معاشرے میں مثبت کردار ادا کر سکیں۔

خواجہ عبد العظیم احمد کی زندگی ایک مثال ہے کہ علم کی خدمت ایک عظیم مقصد ہے جس کی تکمیل کے لیے قربانیاں دینا بھی ضروری ہے۔ ان کی زندگی کا سفر ہمیں یہ درس دیتا ہے کہ انسان اپنی زندگی کو صرف دنیاوی مفادات کے حصول میں صرف نہیں کر سکتا بلکہ اسے انسانیت کی خدمت اور علم کی ترقی کے لیے وقف کرنا چاہیے۔